خطبات ومقالات

علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی

مرتبہ:

غلام قدیر خواجہ
ایڈووکیٹ
چیئرمین المشرقی اکیڈمی

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

اس اعزازی قرطاس کا اجراء" خاکسار کے دستور العمل" کی دفعہ ۱۰ (د) کے ماتحت کیا گیا ہے۔
(یہ الفاظ اس ایک روپیہ کے نوٹ کی پشت پر تحریر ہیں۔)
ادارہ علیہ ہندیہ

محمد فیصل نے
تعریف پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر شائع کی
قیمت 150 روپے

۱۹ ، مارچ ۱۹۴۰ء

کے

شہیدِ بیکسی غازی احسان اللہ خان اسلم

ابن

علامہ عنایت اللہ خان المشرقی

کے نام

جس کی زندگی کا پھول مسکرانے سے پہلے ہی مسل دیا گیا

فصلِ گل تربت پہ تیری پھول برسایا کرے
جھومتی کعبے سے رحمت کی ہوا آیا کرے

غازی احسان اللہ خان اسلم

فہرست

پیش لفظ از غلام قدیر خواجہ 2

طلوع ___ حیات مشرقی از الحاج محمد سرفراز خان ایم۔ ایس۔ سی 17

باب ۱: ۔ دعوت انقلاب 19

۱ امرتسر کیمپ میں خطاب ۔ ۲۶ جولائی ۱۹۳۶ 35

- جماعت کو منظم کرنے کے لئے سردار کا ہونا ضروری ہے۔ 36
- زندہ قوموں کے افراد اپنے اعمال میں خدا سے لگاؤ پیدا کر لیتے ہیں۔ 37
- زندہ قوموں کے عمل ضمیر کی آواز سے ہوتے ہیں۔ 37
- قرآن حکیم کا قرن اول کے مسلمانوں سے خطاب۔ 38
- اطاعت امیر اور شخصیت۔ 39
- دنیا کا معمولی کام بھی آرزوؤں کے ساتھ نہیں چلا۔ 39

۲ مولوی کا غلط مذہب۔ گجرات کیمپ میں خطاب ۱۰ اگست ۱۹۳۶ 42

- کا مجور نفس کا پیدا کردہ اطمینان۔ 43
- خدا کی آزمائشیں اور مسلمانوں کا عمل۔ 44
- توحید کیا ہے مشرک کون ہیں۔ 46
- عبادت کے قرآنی معنی اللہ کا غلام بننا ہے۔ 48

۳ مولوی کا غلط مذہب۔ لاہور کیمپ میں خطاب ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ 53

۴ مولوی کا غلط مذہب۔ سیالکوٹ کیمپ میں خطاب ۲۹ نومبر ۱۹۳۶
عمل کی صحیح تعریف 69

۵ مولوی کا غلط مذہب۔ لاہور جنرل کیمپ میں خطاب ۱۴ مارچ ۱۹۳۷
مسئلہ اطاعت میر 82

- ○ بہشت آنجاکہ آزارے نباشد۔ 84
- ○ قرآن حکیم میں کائنات کی عام اطاعت۔ 85
- ○ اقوام کی اطاعت اور اطیعو الرسول کے معانی۔ 86
- ○ امیر کی اطاعت کا صحیح مفہوم۔ 88
- ○ آیتہِ اُولیٰ کا صحیح مفہوم۔ 89
- ○ مولوی کی فتنہ انگیز تشریح۔ 90
- ○ یمن کی چادروں والے قصے سے مسلمانوں کا مکر۔ 91
- ○ اسلام میں امیر کی اطاعت مطلق اور بلا قید شرط ہے۔ 92
- ○ امرائے اسلام کا اختیار ناطق۔ 93
- ○ صدر اسلام کا اختیار ناطق۔ 93
- ○ ابتدائے اسلام میں اطاعت کا مفہوم۔ 95

۶ مولوی کا غلط مذہب۔ جانباز مرکزی کیمپ دہلی میں خطاب
۲۷ مارچ ۱۹۳۷ 104

- ○ جانبازی کالم کیا ہے! 105
- ○ قتال کے ذریعے قوم میں بیداری۔ 107
- ○ آیہ قتلتم کا صحیح مفہوم۔ 108
- ○ افراد کی موت میں قوم کی حیات ہے۔ 110
- ○ جانبازی کا سچا مفہوم۔ 111

۷ مولوی کا غلط مذہب۔ لائلپور (حال فیصل آباد) میں خطاب
۱۴ اگست ۱۹۳۷ 114

- ○ سب انقلاب، اصلاح، زمینی اچھائیاں محبت سے ہیں۔ 115
- ○ مولوی کا پچھلے سو سال کا مذہب غلط کیوں ہے۔ 116
- ○ اسلام سب دینوں پر غلبہ پانے کا مذہب ہے۔ 117
- ○ دین اسلام کا صحیح دستور العمل تمام قرآن ہے۔ 119
- ○ مولوی کے قرآن حکیم سے مکرو فریب کی وجہ۔ 120
- ○ پورے شہر میں ایک جمعہ کی نماز کا نماز ہونا سیاست ہے! 121

۸ مولوی کا غلط مذہب۔ جنرل کیمپ لاہور میں خطاب
۲۳ اگست ۱۹۳۷ 124

- ○ کھرے اور کھوٹے کی ملاوٹ کا نتیجہ۔ 125
- ○ کسی کو مولوی کے فریب کو کھولنے کی جرات نہیں ہوئی۔ 127
- ○ مولوی نے ایک نئی اصطلاح "ماننا" وضع کرلی ہے۔ 128
- ○ خدا کو ماننے کا مطلب خدا کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ 129

۹ مولوی کا غلط مذہب۔ لائلپور (سالار والا) کیمپ میں خطاب
یکم جنوری ۱۹۳۸ 132

خدا فوجوں کا ساتھ دیتا ہے،
خدا کی فوجیں دنیا میں کن حالات میں ظہور میں آتی ہے،
قیامت کا اخروی مفہوم کے علاوہ دنیاوی مفہوم کیا ہے،
دنیاوی قیامت کے وقت کسی قوم کے نظام میں کیا ابتری ہوتی ہے!

۱۰ مولوی کا غلط مذہب۔ جلالپور جٹاں (گجرات) کیمپ میں
خطاب ۲۷ فروری ۱۹۳۸ 138

- ○ زندگی کی تعریف کیا ہے۔ 139
- ○ عاقبت کا قرآنی مفہوم۔ 139
- ○ آزاد ملکوں میں زندگی کیا ہے۔ 141
- ○ گجرات میں زندگی "نسبتاً" زیادہ ہے۔ 142
- ○ تین گزارشات قومی زندگی کی جان ہیں۔ 143

۱۱ مولوی کا غلط مذہب۔ مری کیمپ میں خطاب ۲۸ اگست ۱۹۳۸ 146

- ○ بیم اور رجا کی صورت اور عبادت کا قرآنی مفہوم۔ 147
- ○ عبادت اور ملازمت ایک شے ہے۔ 148

- نری پنج و قتہ نماز عبادت نہیں۔ 149
- خدا کی عبادت کیا ہے؟ 150
- صحابہ کرام کی عبادت کیا تھی۔ 152
- موجودہ عبادت کا انعام کیوں نہیں ملتا۔ 152
- عسکریت منتہائے عبادت ہے۔ 153
- از روئے قرآن علماء کون ہیں۔ 154
- آج کل کا ملا اور مولوی ازروئے قرآن علماء سے ہرگز نہیں۔ 155
- ملاؤں کی خود ساختہ قرآنی القاب۔ 156
- علماء کی تعریف ازروے حدیث۔ 157

باب:۲- پیام صبحگاہی ------- غلبہ اسلام 158

۱ مذاہب عالم کانفرنس اندور- خطبہ صدارت ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ 159
- مذہبی تعصب اور سچائی کی صحیح تعریف۔ 161
- مذہب کی دہشت ناک اہمیت۔ 162
- سچائی کے بالمقابل مذہب کا اختراعی پہلو۔ 162
- سچائی کے بالمقابل مذہب کا اختراعی پہلو۔ 162
- مذہب کا سائنس سے اختلاف۔ 163
- ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہونے کے باوجود مذہب کی عالم آزاد اہمیت۔ 164
- انسانی تعصب کی بے پناہ فرقہ بندیاں۔ 165
- سب پیغمبر سچے تھے اور ایک خدا سے ایک ہی پیغام لائے تھے۔ 166
- پیغام خدا کو غلط سمجھنے کی وجہ سے تمام سر پھٹول ہے۔ 166
- اتحاد مذاہب کی بنیاد وحدت پیغام ہے۔ 167
- خاکسار تحریک اور خدمت خلق۔ 168
- اتحاد مذاہب کا دوسرا ذریعہ خدمت خلق ہے۔ 168
- تحریک کا عملی پروگرام۔ 169
- خاکسار تحریک کے نشان کی حکمت۔ 170
- روحانی بننا دراصل نڈر اور خطرناک بننا ہے۔ 171
- خاکسار تحریک کی وسعت۔ 172
- کانگرس کی نفرت انگیز سیاست۔ 173
- اتحاد مذاہب کے لئے غیر سیاسی ہونا ضروری ہے۔ 173
- اتحاد مذاہب کے لئے روحانی پروگرام کی اہمیت۔ 174
- قول کے بالمقابل عمل کی اہمیت۔ 176

۲ لدھیانہ کیمپ میں خطاب- ۱۰ جون ۱۹۳۸ 177
- قوم کے مختلف حصوں کے زوال کے مختلف اسباب ہیں۔ 178
- ڈاکٹر سر محمدؒ اقبال کی وفات۔ 178
- قوم اندر سے عملاً" کھوکھلی ہو چکی ہے۔ 178
- مسلمانوں کی اکثریت بے عمل ہے۔ 180
- قوم کا پیرزدہ حصہ بھی بیکار ہو چکا ہے۔ 181
- لدھیانہ مذہبی مناظروں کا شہر ہے۔ 182
- قوت کا راز عاجزی اور خاکساری ہے۔ 182
- کانگریس ہندوستان کی آزادی کا نصب العین کھو چکی ہے۔ 184
- مخالفت کو ختم کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار خدمت خلق ہے۔ 185

۳ اڈوری (سندھ) کیمپ میں خطاب- ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ 187
- سندھ عرب مجاہدوں کے سعی و عمل کا ایک پسماندہ نشان ہے۔ 188
- سندھ میں جہالت زیادہ ہے؟ 188

○ محمد بن قاسم کا علم و عمل۔ 190
○ تفسیروں اور ترجموں کی بھرمار 190
○ قرآن کا مغز کیا ہے؟ 191
○ خدا کا عدل کیا ہے؟ 193
○ خاکسار تحریک قرآن کا تھوڑا سا مغز ہے۔ 194
○ قرون اولیٰ کا سماں۔ 195
○ دین اسلام میں کوئی پیچ اور کجی نہیں۔ 196
○ دین اسلام کا ہر حکم بے پناہ طاقت پیدا کرنے کے لئے ہے۔ 197

۴ ایبٹ آباد کے مرکزی کیمپ میں خطاب۔ ۲۵ جون ۱۹۳۹ 199

○ حضرت اسمٰعیل شہید کی دعوت اسلام۔ 200
○ حضرت اسمٰعیل کی شہادت۔ 201
○ اگر یہی اسلام ہے تو غلبہ کہاں ہے؟ 202
○ امیر عبدالرحمٰن خان کی تڑپ۔ 202
○ پکی روٹی کا ایمان۔ 204
○ کیا مسلمانوں کا غریبی اور غیروں کی غلامی میں رہنا ہی اچھا ہے۔ 206
○ مسلمانوں کے زوال کا مجرم کون ہے۔ 206
○ عنایت اللہ اور خاکسار سب کافر ہیں! 208
○ قوم کے بدن میں نیا خون رواں ہوگیا ہے۔ 209

۵ گوجرانوالہ کیمپ میں خطاب۔ ۲ جولائی ۱۹۳۹ء 211

○ قوم کی تعمیر کا ذمہ دار اس کا رہنما ہے۔ 212
○ جہالت کے مجتہدوں سے صلح کی صورت۔ 212
○ قرآن کو سمجھنے کے لئے علم میں زیادتی کی ضرورت ہے۔ 215
○ آؤ اسلام کو پھر غالب کریں۔ 218

۶ کوئٹہ (بلوچستان) کیمپ میں خطاب۔ ۲۸ جولائی ۱۹۳۹ء 220

○ بلوچستان میں صلاحیت اور خاکسار تحریک۔ 221
○ ہر کمزور قوم ملا کی گرفت میں ہوتی ہے! 222
○ مسلمان کے لئے دنیا پہلے اور آخرت بعد میں ہے۔ 223
○ دنیا میں کامیابی ہی آخرت کی درستی ہے۔ 225
○ تذکرہ کی تصنیف کن حالات میں شروع کی گئی۔ 226
○ تذکرہ کے متعلق عبارت اور ملاؤں کا پیشگی فتویٰ؟
○ پندرہ برس کے بعد پھر تذکرہ کا ذکر۔ 228
○ قرون اولیٰ میں دین اسلام پیچدار مذہب نہ تھا۔ 229
○ تذکرہ میں کیا لکھا ہے؟ 230
○ سب مذاہب کا پیغام ایک تھا۔ 232
○ مذہب کا منتہا کیا تھا! 232
○ ہر مذہب کا منتہا انسان کو مسلم بنانا تھا۔ 231
○ اقوام کی بہتری ان کے سعی و عمل میں ہے۔ 233
○ کائنات کی بہتری خدا کی غلامی میں ہے۔ 233
○ پیہم بت شکنی ہی عبادت ہے۔ 234
○ عبادت کا اٹل نتیجہ طاقت ہے۔ 235
○ محض لفظی عقیدہ کچھ شے نہیں۔ 236
○ کائنات کی بہتری کی بنیاد توحید پر ہے۔ 236
○ توحید پر عمل اور دس اصول۔ 237
○ مومن قوم ان دس اصولوں پر عامل ہے۔ 238
○ اسلام دین فطرت کیوں کر ہے۔ 240
○ دین اسلام کے پانچ رکن۔ 241
○ پانچ ارکان دس اصولوں پر قائم ہیں۔ 242

○ تذکرہ میں رسمی مسلمان سے خطاب۔ 242
○ موجودہ مسلمانوں کی نجات کیوں کر ممکن ہے۔ 243
○ اصل توحید کیا ہے! 244
○ تذکرہ میں بادشاہان اسلام سے خطاب۔ 245
○ تذکرہ کی قدروقیمت صدیوں کے بعد معلوم ہو گی! 246

باب: ۳۔ قیامِ صلوٰۃ اور تنظیمِ زکوٰۃ کا منتہا 248

۱ مولوی کا غلط مذہب۔ مقالہ افتتاحیہ ہفت روزہ "الاصلاح"
۴۔ اکتوبر ۱۹۳۷ 249
○ مسلمانوں کا معاشرتی انحطاط۔ 251
○ قرآن کو چھوڑ کر حدیث کی گرم بازاری۔ 252
○ فقہی باریکیوں پر غلط عمل کا انجام۔ 252
○ مسلمان کا علمی زوال۔ 253
○ ملا کی بے حیائی اور گندہ ذہن۔ 253
○ ملاؤں کے قبلے۔ 255
○ ہندوستان کے سب نئے قبلے غلط ہیں۔ 256
○ بے قبلہ نمازیں سب اکارت ہیں۔ 256
○ شطرالمسجد الحرام کے الفاظ کی حکمت 257
۲ بیت المال اور زکوٰۃ۔ مقالہ افتتاحیہ ہفت روزہ "الاصلاح"
۲۸ جنوری ۱۹۳۸ 259
○ ادارہ علیہ ھندیہ کا بیت المال۔ 260
○ ازروئے قرآن،نامنظم زکوٰۃ کافرانہ فعل ہے۔
○ توبہ کا دروازہ ہروقت کھلا ہے۔ 262
○ خاکسار تحریک کا حکومت پنجاب سے رشتہ۔ 263
○ مغربی حکومتوں کے حیران کن فرائض۔ 265
○ آسٹریلیا اور ہندوستان کے طالب علم کا موازنہ۔ 266
○ ہٹلر کے احساسات۔ 267
○ میسولینی کا اپنے ملک کے مدرسوں میں حکم۔ 267
○ حکومتوں کا اصلاح و تقدم سے حجاب۔ 269
○ تنظیم زکوۃ اور مولوی صاحبان۔ 270
○ ملازمین حکومت اور سروس رولز کی موجودہ حقیقت۔ 271
○ خاکسار تحریک مذہبی اور معاشرتی تحریک ہے۔ 272
سر سکندر حیات سے درخواست۔ 274
۳ تنظیم زکوۃ از شیخ الفاضل ابوالکلام آزاد۔ ہفت روزہ
"الاصلاح" ۳ جون ۱۹۳۸ء 275
○ زکات اور اس کا مصرف۔ 276
○ زکات اور قرآن۔ 276
○ زکات نکالنے کی آسانی۔ 276
○ زکات نکالنے کا غلط اصول۔ 277
○ ایک لغو عذر 277
○ حقیقت حال 278
○ اسلام کا اصلی مقصد 278
○ سوشلزم اور اسلام 278
○ زکات کو اجتماعی طور پر خرچ کرنے کا فائدہ 279
○ آخری گذارش۔ 280
○ ایک زبردست نکتہ۔ 280

باب: ۴۔ نسوانی انقلاب

۱ پہلا انقلاب عورتوں کے لئے نئے سال کا پروگرام۔

مقالہ افتتاحیہ ہفت روزہ "الاصلاح" ۲۷ جنوری ۱۹۳۹ء 282

○ نیکی اور ایمان کے لئے کثرت کا ہونا لازمی ہے۔ 284

○ سورہ کوثر کی تشریح۔ 285

○ اب منزل تک پہنچنا ضروری ہو چکا ہے۔ 286

○ ہماری بہت بڑی کمی اور مسلمان عورت کے موجودہ نقائص۔ 287

○ عیوب پر پردہ پوشی اس وقت مہلک ہے۔ 288

○ عورتوں کا آئندہ پروگرام۔ 289

۲ زندہ قوم کی تعمیر عورت سے ہے از ڈاکٹر سید بادشاہ کاظمی 291

مقالہ افتتاحیہ ہفت روزہ "الاصلاح" ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء

○ نسوانی انقلاب کی ضرورت۔ 292

○ عورت مرد کی دست راست ہے۔ 293

○ زندہ قوم کی تعمیر عورت سے ہے۔ 293

○ رہنمایان قوم کی ناسا تجویزیں۔ 294

○ غلام قوم کا خطرناک اطمینان۔ 294

○ ترکی میں نسوانی انقلاب۔ 297

○ ہندوستان کا زنانہ فلسفہ۔ 297

○ عورت کی سپاہیانہ زندگی اس کی عصمت کی محافظ ہے۔ 298

مالک کبریا و جبروت کے عبرت ناک فیصلے۔

"الاصلاح" ۲۸۔ اپریل ۱۹۳۹ء 300

علامہ مشرقی کے نظریات: 301

○ نماز کے متعلق۔ 301

○ مولوی کے متعلق۔ 301

○ فرقہ بندی کے متعلق۔ 302

خاکسار کے چوبیس اصول: علامہ مشرقی کی زبان سے۔ 303

جو لوگ عظمتِ لوح و قلم سمجھتے ہیں
صلیب و دار کو نقشِ قدم سمجھتے ہیں
انہیں بھی داد ملے گی طلوعِ فردا سے
سمجھنے والے جنہیں آج کم سمجھتے ہیں

محسن بھوپالی

پیش لفظ

"آزادی کسی قوم پر اوپر سے اترا نہیں کرتی بلکہ آزادی حاصل کرنے والی قوم کو خود کو بلند کرنا پڑتا ہے"۔

یہ ہیں وہ الفاظ جو دہلی کے وائسرائیگل لاج کے بیرونی دروازے پر درج ہیں' تاہم افسوس ہے کہ آزادی حاصل کرنے والی کسی بھی جماعت کو ان الفاظ کی صوری اور معنوی روح کو سمجھنے کی توفیق نہیں ہوئی--- کسی بھی جماعت نے اسے درخور اعتنا نہ سمجھا---- یہ جماعتیں قانون فطرت کی اس حکمت کو بھی نہ سمجھ سکیں کہ آزادی کسی قوم کو طشتری میں سجا کر تحفے میں نہیں ملا کرتی بلکہ اس نعمت بے بہا کو اتحاد' تنظیم اور یقین محکم کے انقلابی ہتھیاروں سے لیس ہو کر جانوں کے نذرانے پیش کر کے حاصل کرنا پڑتا ہے۔

ہندوستان پر کم و بیش آٹھ سو برس تک مسلمان حکمرانوں کا ڈنکا بجتا رہا۔ اس طویل عرصہ میں مسلمان قلت تعداد کے باوجود کثرت آبادی والے لوگوں کے جسموں پر نہیں ان کے دلوں پر حکومت کرتے رہے۔ انہوں نے ملک کی کثیر غیر مسلم آبادی کو امور مملکت میں اپنا مکمل شریک کار اور ہم نوا بنائے رکھا' انہیں وزیر' مشیر اور فوج کے سپہ سالار تک کے عہدے عطا کئے۔ حکومت کے ہر شعبے میں دونوں بڑی قوموں میں کامل ہم آہنگی رہی' یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کی آخری جنگ آزادی بھی انگریزوں کے خلاف دونوں بڑی قوموں نے مل کر لڑی اور مل کر ہی ہاری۔ جنگ آزادی کی شکست اور ناکامی کے بعد حالات بدل گئے۔ برطانوی حکمرانوں کی حکمت عملی کے نتیجے میں دونوں قوموں کے راستے الگ ہو گئے--- ہندو قوم آٹھ سو سال سے غلامی کی خوگر چلی آ رہی تھی' اسے حکمران طبقے سے نباہ کرنے کا سلیقہ آ چکا تھا--- حکمرانوں کے ساتھ ہم آہنگی' وابستگی اور ربط وضبط سے وہ اپنے قومی تشخص کو بھی محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے لیکن ان کے برعکس صدیوں کی حکمرانی کے بعد جب مسلمانوں پر محکومی کی افتاد پڑی تو وہ چکرا گئے' انہیں غلامی کا طوق پہننے کی عادت تھی نہ کسی کو آقائے ولی نعمت تسلیم کرنے کا یارا--- وہ اپنے نئے آقاؤں کے ساتھ کیونکر اور کس طرح ہم آہنگ ہو سکتے تھے جب کہ انہیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیونکر غلام ہوئے؟ تاریخ کے دھارے کے تسلسل کو سمجھنے کی بجائے مسلمان غلامی کی افتاد کو آگ' سیلاب اور زلزلہ قسم کی کوئی ناگہانی آفت سمجھے کہ یہ بلا اب ٹلی کہ اب ٹلی --- وہ عرصہ تک صحیح صورت حال کو سمجھ ہی نہ سکے--- حکومت تو جا ہی چکی تھی۔ وہ اپنی رہی سہی معیشت'

تجارت' صنعت و حرفت اور علم و حکمت پر بھی اپنی گرفت مضبوط نہ رکھ سکے اور ان کے معیار زندگی کی سطح روز بروز نیچے گرتی چلی گئی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی عشروں میں یہ بادشاہ قوم گدا بن کر رہ گئی۔ فرنگی شاطروں کا واسطہ مسلمانوں سے صلیبی جنگوں سے پڑتا رہا تھا۔ انہوں نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد ہر میدان میں اور ہر سطح پر مسلمانوں کو کمزور سے کمزور تر بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تاکہ ہندی مسلمان کہیں پھر سر اٹھانے کے قابل نہ بن جائیں اور اپنے کھوئے ہوئے وقار' شوکت اور حکومت کو پھر سے بزور حاصل نہ کر لیں۔

ان حالات میں مسلمانوں کے اندر جذباتی اور سطحی قیادت تو ضرور ابھری لیکن وہ مخلصانہ اور مجاہدانہ قیادت و سیادت سے محروم ہی رہے۔ مسلمان عوام نے ان وقتی قائدین کے کہنے پر بڑی سے بڑی قربانیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کیا لیکن ان کی قربانیوں کو ہندو نیتاؤں کے کھاتے میں ڈالا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کی بے مثال قربانیوں نے ہندوؤں کے عام سطح کے لیڈر موہن داس کرم چند گاندھی کو مہاتما گاندھی کے روپ میں ہندوستان کی سیاست کے ایک بلند و بالا مقام پر لا کھڑا کیا اور انہی قربانیوں کے عوض انڈین نیشنل کانگریس ہندوستان کی سب سے بڑی جماعت بن کر ابھری--- یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کی اپنی کوئی منظم سیاسی جماعت نہ تھی۔ مسلم لیگ کا وجود کاغذوں پر تو ضرور تھا تاہم مسلم عوام کے دلوں میں اس کی کوئی وقعت نہیں تھی کیونکہ اس جماعت کی باگ ڈور ان سرکاری مراعات یافتہ قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جن کے متعلق عام لوگوں کی رائے تھی کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں فرنگی سامراج کا ساتھ دیا تھا۔ شروع شروع میں مسلمانوں کی قیادت سرسید احمد خاں سے لے کر سر آغا خاں تک اور پھر سر شفیع اور سر محمد اقبال تک مقبول عام رہنماؤں کے ہاتھ میں رہنے کے باوجود عامتہ المسلمین مسلم لیگ کو سرکاری جماعت سمجھتے ہوئے اس سے دور ہی رہے اور اسلامیان ہند ایک موثر قیادت اور منظم جماعت سے محروم رہے۔

پہلی جنگ عظیم (۱۸- ۱۹۱۴ء) اور زیادہ تباہ کن ثابت ہوئی۔ اس کے نتیجے میں خلافتِ عثمانیہ پارہ پارہ ہو گئی۔ مغرب کے قابوچی ساہو کاروں نے عثمانی خلافت' ترکی سلطنت کے حصے بخرے آپس میں تقسیم کر لیے۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں بے حسی کا یہ عالم تھا کہ ان کے فوجی دس روپیہ ماہانہ تنخواہ کے عوض افریقہ اور ایشیا کے ہر محاذ پر مسلمان بھائیوں کے سینے انگریز کی دی ہوئی گولیوں سے چھلنی کرتے رہے--- ادھر ہندوستان کے اندر مسلمان

قائدین گاندھی جی کو اپنا رہنما بنا کر خلافت اور ہجرت کی تحریکیں شروع کر کے مسلمانوں سے پچھتر لاکھ روپیہ جمع کر کے ضائع کر چکے تھے۔ بیس ہزار مسلمان ان کے کہنے میں آکر اپنی کروڑوں کی جائیداد کوڑیوں کے مول بیچ کر کابل کی طرف ہجرت کر گئے۔ ان مہاجروں میں سے تو بہت سے وہیں آسودہ خاک ہو گئے جو کچھ تھوڑے بہت بے نیل و مرام واپس وطن آئے تو ان کے سر چھپانے کے لئے جگہ تھی نہ روزی کمانے کا کوئی ذریعہ۔ ان کا کوئی پرسان حال بھی نہ تھا۔

یہ تھے وہ حالات جنہوں نے علامہ محمد عنایت اللہ خان مشرقی کو مجبور کیا کہ مسلمان عوام کی صلاحیتوں کو بیدار کرنے' انہیں منظم کرنے' ان میں قیادت و سیادت کا ملکۂ سلیم پیدا کرنے اور انہیں آزادی اور حکومت دلانے کے لئے کوئی ٹھوس لائحہ عمل قوم کے سامنے پیش کریں۔

برٹش حکومت علامہ مشرقی ایسے نابغہ روزگار کی خداداد صلاحیتوں سے ۱۹- ۱۹۲۶ء کے تین سالوں میں پوری طرح واقف ہو چکی تھی جب انہوں نے حکومت ہند میں بطور انڈر سیکرٹری تعلیم اور صحت کے محکموں میں ہندوستانیوں کی تعلیم اور صحت کے بارے میں آزاد ملکوں جیسی اصطلاحات نافذ کرنا شروع کیں۔ انگریز اس کوشش کو کس طرح برداشت کر سکتا تھا۔ علامہ مشرقی کا بنایا ہوا نظام تعلیم اور مرتب کردہ نصاب تو قوم سے چند سالوں کے اندر اندر خوئے غلامی مٹا کر انہیں آزاد اور خود مختار قوم بنا دیتا۔ ہندوستانیوں کو دفتروں کا بابو اور کلرک بنانے والے لارڈ میکالے کے بنائے ہوئے نظام کو برٹش سامراج کب تار تار ہوتے دیکھ سکتا تھا۔۔۔ علامہ مشرقی کو وائسرائے ہند کے انڈر سیکرٹری کے عہدے سے ہٹا کر بطور آئی' ای' ایس گورنمنٹ ہائی سکول پشاور (جو ان دنوں گھنٹہ گھر کے محلہ خویشکی میں کرایہ کے ایک مکان میں قائم تھا) کا پرنسپل بنا دیا۔۔۔ علامہ مشرقی اب نوعمر مسلمان طلبا کی کردار سازی پر توجہ دینے لگے۔ قوموں کی عظمت کا راز ان کے اعلٰے کردار میں مضمر ہے۔ یہ بات انہوں نے ہر طالب علم کے دل و دماغ پر نہ صرف ثبت کی بلکہ سکول کے اندر ایک سٹیشنری کی دکان کھول کر انہیں عملی تربیت بھی دی' جہاں سے طلبا اپنی ضرورت کی چیزیں خود اٹھا کر اس چیز کی درج شدہ قیمت دکان پر رکھ آتے۔ بغیر دکاندار کے دکان۔۔۔ ایک انوکھا کامیاب تجربہ تھا۔۔ اخلاق سنوارنے کی ایک اچھوتی ترکیب۔۔۔

انہوں نے اپنے قیام پشاور ہی کے دوران اپنی عظیم الشان تصنیف "تذکرہ" کی چھ جلدیں اردو میں (مع مفصل دیباچہ اور عربی افتتاحیہ) مکمل کر لیں "تذکرہ" میں قوموں کے

قانون فنا و بقا اور فلسفہ عروج و زوال پر قرآنی تعلیمات کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے' مسلمان کو تمکن فی الارض و غلبہ اسلام کے لئے قوت بخش لائحہ عمل بتایا گیا ہے اور صراطِ مستقیم کی نشان دہی کی گئی ہے۔

علامہ مشرقی نے "تذکرہ" میں مسلمانوں کی اجتماعی خوشحالی اور بہبود کے لئے دس عالم آرا آفاقی اصول سعی و عمل' جہاد بالمال' ہجرت' جہاد بالیسف و الانفس' اطاعت امیر' وحدت امت' توحید' علم' مکارم اخلاق اور ایمان بالآخرۃ پیش کئے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر امتِ مُسلمہ کو اس قدر تنومند' اس قدر غالب' اسقدر عالمگیر اور وسیع اور اس قدر جہانگیر و جہانبان کر دینا ہے کہ کسی دشمن کو آنکھ اٹھا کر ان کی طرف دیکھنے کا یارا نہ رہے' قرآنِ حکیم میں جہاں جہاں اِن کنتم مومنین کی شرط ہے وہیں ان دس اصولوں میں سے کوئی نہ کوئی اصل قطعا موجود ہے' جہاں اتقائے خدا کے الٰہی مفہوم کی تشریح ہے وہیں ان دس میں سے ایک نہ ایک اصل بنیادی شرط ہے' جہاں صراط مستقیم کی وضاحت کی گئی ہے وہیں یہ دس اصول بطور حکم ناطق کے ہیں' وراثت زمین کی جزاء میں یہ بطور شرط کے موجود ہیں۔ جس قوم کے افراد میں ان عظیم الشان اعمال کا کچھ نہ کچھ شائبہ پیدا ہو گیا ہے اس میں دین خدا کا ایک شمہ ضرور ہے' اسلام ضرور ہے' اتقا اور ایمان ضرور ہے' صراط مستقیم پر اقامت ضرور ہے' بطور نتیجے کے زمین کے کسی ٹکڑے کی وراثت ضرور ہے' آگے چل کر الجنتہ کے کسی نہ کسی درجے کا انعام ضرور ہے۔ "تذکرہ" کی عالم آراء تعلیم کا خلاصہ وراثت زمین' آزادی اور غلبہ اسلام ہے۔

علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "تذکرہ" کی پہلی جلد ۱۹۲۴ء میں شائع کی' اس کے سات سال بعد تک وہ اس انتظار میں رہے کہ مسلمانوں میں کہیں سے کوئی آہ نکلے اور ان کی خاکستر کی کوئی چنگاری شعلہ جوالا بن جائے۔ مسلمانوں کی ذلت' مسکنت اور زبوں حالی عروج و خوشحالی میں بدل جائے' لیکن ہر طرف سے واہ واہ کے ڈونگروں کی بارش میں ان سے یہی تقاضا جاری رہا کہ دوسری جلد کی اشاعت جلد سے جلد کی جائے' تذکرہ کی پہلی جلد چٹخارے لے لے کر پڑھنے کے بعد "کچھ اور فرمائیے" کہنے والوں کی کمی تو نہ تھی لیکن تذکرہ جیسی عظیم المرتبت تصنیف میں قوموں کے عروج و زوال کے اسلامی فلسفہ اور ان کی موت و حیات کے قانون پر قرآنی حکمت کو جس سائنٹفک انداز میں پیش کیا گیا تھا' اسے مسلمانوں نے اپنی پشتینی غفلت' علم کی کمی اور خرد دشمنی کی وجہ سے قابلِ عمل نہ سمجھا۔۔۔ سات سالوں کے مزید غور و فکر' ہزاروں لوگوں کی خط و کتابت' اور

یورپ اور افریقہ کے دو اور سفروں کے بعد علامہ مشرقی اس نتیجے پر پہنچے کہ قوم کی حریت و آزادی، ملت کی شوکت و عظمت رفتہ کی بحالی اور غلبہ اسلام جیسے آفاقی نصب العین کی کامیابی محض آرزوؤں، خواہشوں، نیک تمناؤں اور خالی خولی دعاؤں سے ہونا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے جب کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے پہلی شرط مصائب کو حوصلے سے گلے لگا کر مجنوں بننا ہے۔

در رہ منزل لیلیٰ خطرہا ست بسیار
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

المشرقی تین برس تک دہلی کی مرکزی حکومت کے شعبہ تعلیم و صحت میں انڈر سیکرٹری کے اعلے عہدے پر فائز رہے جہاں انہوں نے برٹش حکومت کی ہندوستان اور ہندوستان کے لوگوں کے بارے میں پالیسیوں کا گہرا مطالعہ کیا، ان امور سے آگاہی کے بعد علامہ مشرقی نے ہندوستان کے مستقبل کے متعلق اپنی حکمت عملی اور آئندہ پروگرام اپنی دوسری تصنیف "اشارات" میں پیش کرتے ہوئے اس کتاب کی تمہید میں واضح کیا کہ!۔۔۔

"یہ تصنیف "تذکرہ" کی دوسری جلد نہیں لیکن پچھلے کئی برس کے خاموش غور و فکر کا نتیجہ ہے، مسلمانوں کو پھر سے ایک طاقتور قوم بنا دینے کی جو تجویز میں نے پیش کی ہے، بادشاہت اور قوت کی واحد صورت ہے۔ اصلاح نفس اور خدمت خلق زندگی اور طاقت کا پہلا نشان ہیں، ان کے اندر مخدوم بن جانے کا راز ہے، اگر مسلمانوں نے اس تجویز کو مضبوطی سے پکڑا تو چند برس کے اندر کایا پلٹ جائے گی، چھوڑ دیا تو موت یقینی ہے، مکالمہ کے شروع میں وہی کچھ ہے جو فردا" فردا" خطوں میں لکھا یا اور طرح زبانی کہا، تجویز کو اب ظاہر کرتا ہوں کہ اس کی سچائی پر یقین ہو چکا ہے۔ میری طرف سے عمل اس وقت شروع ہو گا جب مسلمانوں کے ارادے کا پورا یقین ہو جائے گا"۔ (یکم اگست ۱۹۳۱ء)

اشارات اگست ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی، اس کی اشاعت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد علامہ مشرقی نے لاہور کے نواحی گاؤں "پانڈوکی" میں خاکسار تحریک کا پہلا جیش کھڑا کیا۔

گورنمنٹ آف انڈیا کا نائب وزیر بہترین انگلش سوٹ پہننے والا اور عمدہ گاڑی اور بنگلوں میں رہنے والا، ان دنوں دو ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ پانے والا، جب سونا دس روپیہ تولہ تھا، اب

خاکی قمیض شلوار میں، پرانی سی پشاوری چپلی پہنے، کندھے پر مزدوروں کا نشان بیلچہ اٹھائے گلیوں اور بازاروں میں چپ راست کرتا نظر آرہا تھا لوگ حیرت سے اسے دیکھتے، کوئی کہتا افسوس! مسلمانوں میں ایک قابل شخص تھا وہ بھی کام سے گیا، کوئی اسے پاگل، دیوانہ اور مجنوں کہتا۔ کوئی آوازہ کستا کہ یہ بھی مہدی اور مسیح ہونے کا دعوی کرے گا۔ شام کے اندھیرے میں جب وہ خاکساروں کے ساتھ لاہور شہر کی گلیوں میں چپ راست کرتا گذر رہا ہوتا تو اس پر گندگی پھینکی جاتی اور وہ ان گالیوں، طعنوں اور آوازوں کے جواب میں یہی کہتا کہ "مسلمانو! آؤ اس قطار میں شامل ہو کر ایک اور نیک بن جاؤ"۔

علامہ مشرقی کے حیران کن بے مثال عمل، ایثار و قربانی، ہر ایک کی بے مزد خدمت، اپنے مقصد سے خلوص اور لگن اور اسلامی محبت نے خاکسار تحریک کو عوام میں بڑی پذیرائی اور مقبولیت بخشی اور چار برس کی مختصر مدت میں پشاور سے راس کماری تک اور کراچی سے رنگون تک ہر جگہ خاکساروں کے مرکز قائم ہو گئے۔ خاکساروں کی خدمت خلق نے لوگوں کے دل موہ لئے اور ہر طبقہ فکر و مذہب کے لوگ اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ ہندوستان کی تمام قوموں کے درمیان باہمی یگانگت اور رواداری میں اضافہ ہوا اور خاکسار تحریک کو ایک عوامی تنظیم کا درجہ مل گیا۔

اسی دوران خاکسار تحریک کا ہفتہ وار جریدہ "الاصلاح" بھی لاہور سے شائع ہونے لگا، اس ہفت روزہ کا مقالہ افتتاحیہ خود علامہ مشرقی تحریر کرتے جس سے خاکساروں کے اندر حرکت و عمل کی نئی لہر دوڑنے لگتی اور تحریک کا پیغام گھر گھر پہنچنے لگا۔ ہندوستان بھر کے اہم شہروں میں خاکساروں کے عسکری کیمپ لگنے شروع ہو گئے، جن میں فوجی مظاہرے ہوتے، مصنوعی عسکری جنگیں لڑی جاتیں جن سے جہاد و عسکریت کا بھولا ہوا سبق مسلمان عوام کو ازبر کرایا جاتا اور اسلام کی عسکری زندگی کی شان کا نمونہ ان کو بتایا جاتا۔ ہر کیمپ کے اختتام پر علامہ مشرقی عوام سے خطاب کرتے اور لوگوں کو اسلام کی تعلیم سادہ اور آسان الفاظ میں بتاتے۔ اخوت، مساوات اور حریت ان کی تمام تعلیم و تربیت کی بنیاد اور ان کی عملی زندگی کے ماٹو رہے۔ وہ ایک عام خاکسار کی طرح کیمپ میں شامل ہوتے۔۔۔ کیمرج یونیورسٹی لندن کے سکالر اور رینگلر۔۔۔ خاکسار تحریک کے بانی، قائد اور امیرِ مطلق عام خاکساروں کے ساتھ زمین پر سوتے، ان کے ساتھ دستر خوان بچھا کر کھانا کھاتے، کھانے کی رقم ہر کوئی اپنی جیب سے ادا کرتا۔ خاکسار تحریک کے کسی حکم کی خلاف ورزی یا ڈسپلن میں کوتاہی پر انہیں بھی عام خاکساروں کی طرح دروں کی سزا دی جاتی جسے وہ خوشی سے قبول کرتے تاکہ قانون

کی حکمرانی' قانون کی بالادستی اور قانون کے سامنے سب کی برابری کے سنہری اصول ہر وقت سب کے پیشِ نظر رہیں۔

اخوت و مساوات کے یہ حیران کن مناظر دیکھنے والوں کے دلوں کو متاثر کئے بغیر نہ رہتے' تحریک کی اس روز افزوں ترقی اور مقبولیت پر جہاں اس کے مداح اور عوام خوش ہوتے وہیں غرض مند لوگوں کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگتے—— سازشی طبقے ہر قیمت پر تحریک کی مخالفت پر اتر آئے—— کئی مسلمان لیڈر خاکسار تحریک کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے اس لئے بھی خائف تھے کہ وہ اپنی لیڈری کا وجود خطرے میں دیکھتے تھے' سرکار پرست حلقے تو خاکسار تحریک کی مخالفت پر کمربستہ تھے ہی کانگریسی' نیشنلسٹ مسلمان اور یونینسٹ بھی خاکساروں کے خلاف میدان میں اتر پڑے۔ تحریک کی مقبولیت نے تحریک کے لئے مشکلات بھی پیدا کرنا شروع کر دیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ اس وقت صرف کاغذوں پر اپنا وجود رکھتی تھی اور عملاً" بھی سر شفیع اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کے دو گروپوں میں تقسیم تھی۔ فرنگی حکومت کے اکثر تمغہ دار' نواب سر خان بہادر اور جاگیردار مسلم لیگ کے روحِ رواں تھے۔ ان میں سے اکثر عوام کے سامنے آنے کی جُرأت بھی نہیں کرتے تھے' انہیں اگر کسی خوشی یا غم کی محفل میں مجبورا" شریک ہونا پڑتا تو وہ اپنا چہرہ عوام کے خوف سے چھپا کر ان محفلوں میں شرکت کرتے کہ عوام انہیں دیکھتے ہی "ٹوڈی بچہ ہائے ہائے" کے نعروں سے ان کا استقبال کرتے —— دوسری طرف آل انڈیا نیشنل کانگریس جو ہندوستان کی تمام قوموں کو ایک قوم تصور کرتے ہوئے ان کی نمائندگی اور متفقہ آواز ہونے کی دعویدار تھی اس کا پول ۱۹۲۸ء کی نہرو رپورٹ نے کھول کر رکھ دیا کہ آل انڈیا نیشنل کانگریس بھی تمام ہندوستانیوں کی جماعت نہیں ہے بلکہ وہ صرف آل آنڈیا ہندو کانگریس ہے۔

ادھر برطانوی استعمار کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہندوستان کا زیادہ سے زیادہ استحصال کیا جائے۔ "وہ لڑاؤ اور حکومت کرو" کو اپنی پالیسی کی خشتِ اول سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اختلاف و افتراق کی خلیج کو اتنا وسیع کیا جائے کہ کوئی قوم بھی اسے پاٹ نہ سکے۔ جب کہ خاکسار تحریک کی صلح کن' متحمل' سب ہمسایہ برادر اقوام سے رواداری پر مشتمل حکمت عملی' اخوت و مساوات کے عملی مظاہرے' سب مخلوق خدا کی بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب و ملت بلا اجرت خدمت کا روحانی اور آفاقی لائحۂ عمل' ہندوستانیوں کی سوچ میں ایک ایسی مثبت تبدیلی کا پیش خیمہ بن رہا تھا جو بیرونی حکمرانوں کے

استعماری مفادات پر عالمی زد ڈال سکتا تھا - اندور (Indor India) میں ہونے والی مذاہب عالم کانفرنس میں علامہ مشرقی نے اپنے خطبۂ صدارت میں کہا کہ "ہمیں کہا گیا ہے کہ ہم یہاں پر اس لئے جمع ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب کے پیروؤں کے درمیان جو ہندوستان میں بس رہے ہیں صلح و آشتی کے ذرائع پیدا کریں"۔ انہوں نے تمام قوموں' مذہبوں اور گروہوں میں صلح و آشتی پیدا کرنے کے لئے اس کانفرنس میں جو پروگرام دیا اسے کانفرنس نے متفقہ طور پر اپنے مختلف ریزولیوشنوں میں منظور کر لیا یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا کیونکہ اس کانفرنس مین امریکہ' انگلینڈ' سوئزرلینڈ اور دیگر کئی ملکوں کے نمائندوں کے علاوہ ہندوستان کی فرقہ پرست جماعت آل انڈیا ہندو مہاسبھا کے اس وقت کے صدر ڈاکٹر مونجے بھی ایک مندوب کی حیثیت سے شریک ہوئے اور انہوں نے بھی علامہ مشرقی کے تجویز کردہ غیر فرقہ وارانہ' غیر متعصبانہ' قوموں اور مذہبوں کی برادری میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور رواداری کو قائم رکھنے کے پروگرام کو قبول کر لیا تھا۔

مذاہب عالم کانفرنس کی نمایاں کامیابی سے حکومت' کانگریس اور دوسری سیاسی جماعتوں کا ماتھا ٹھنکا' چنانچہ انہوں نے خاکسار تحریک کو ہٹلر کی نازی تحریک کا چربہ اور جرمنوں کی تنخواہ دار جماعت قرار دینے کی ناپاک مہم میں اور تیزی پیدا کر دی۔ برطانوی شہنشاہیت بھی اپنی لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کے برخلاف ہندوستانیوں کو منظم اور متحد ہوتے کہاں دیکھ سکتی تھی؟ انہوں نے بھی خاکسار تحریک کے خلاف محاذ میں وسعت پیدا کر دی اور ان کے اشارے پر علمائے سوء نے خاکساروں پر کفر کے فتوؤں کی بارش شروع کر دی۔ علامہ مشرقی بھی چپ رہنے والے نہ تھے' انہیں قدیم و جدید علوم پر پوری دسترس تھی۔ دنیا بھر کے دانشور ان کے علم و دانش کے معترف تھے اور وہ علما سوء کی کارستانیوں کے مکمل طور پر شناور بھی تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خطبات و مقالات کو "مولوی کا غلط مذہب" کے نام سے شائع کرنا شروع کر دیا۔ اب ہر شہر اور قریہ کی گلی گلی میں خاکسار تحریک کا لٹریچر بیچنے والے مولوی کا غلط مذہب ایک پیسے میں کی صدائیں لگا کر یہ کتابچے بیچتے اور یوں دیکھتے دیکھتے ہر ہفتے مولوی کا غلط مذہب کا ایک نیا کتابچہ ایک ایک پیسہ میں بک رہا ہوتا۔ اس پمفلٹ کی قیمت اس زمانہ میں صرف ایک پیسہ ہوا کرتی تھی' یہ نہایت سادہ زبان میں لکھے ہوئے تھے اس لئے ان کی بدولت عوام میں ایک فکری تحریک نے جنم لیا جو آگے چل کر تحریک حصول پاکستان پر منتج ہوئی۔

علامہ عنایت اللہ خان المشرقی مسلم عوام کی بیداری کے نقیب تھے' ان کی ہر ممکن

کوشش تھی کہ غریب عوام میں بیداری اور شعور پیدا ہو اور وہ متحد و منظم ہو کر آزادی وطن کے لئے کام کر سکیں اور جب وطن آزاد ہو تو آزادی کے ثمرات ان غریب اور کچلے ہوئے لوگوں تک بھی براہ راست اور بلا واسطہ طور پر پہنچیں۔

خاکسار تحریک کی مخالفت میں سب اغراض کے بندوں نے آپس میں اندرونی اتحاد پیدا کر لیا، تاکہ اس کو مکمل طور پر نیست و نابود کر دیا جائے، انگریز، کانگرس، لیگ، ہندو مہاسبھا اور پنجاب کے سرکاری درباری ٹوڈی یونینسٹ سب رنگ رنگ کی بولیاں بولنے لگے۔ علامہ مشرقی نے خاکسار تحریک اور بھانت بھانت کی بولیاں کے عنوان سے الاصلاح کے مقالہ افتتاحیہ میں لکھا کہ :

> "آج ہمارے کرم فرماؤں کا ایک گروہ تحریک کے بارے میں چیخ چیخ کر یہ کہہ رہا ہے کہ اتنی بڑی قوت انگریز کی مدد کے بغیر کیونکر بن سکتی ہے۔ دوسرے گروہ کا پہلو یہ ہے کہ سر خیوش تحریک کو صوبہ سرحد میں کمزور کرنے کے لئے چلائی گئی تھی، لیکن ضرورت سے زیادہ سب جگہ پھیل گئی اور اب سب کو کچل رہی ہے۔ ایک کی کھینچا تانی یہ ہے کہ مصطفےٰ کمال اور امان اللہ خاں کی سازش کا شاخسانہ ہے کہ ملاؤں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ دوسرا کہتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کے سے ہتھکنڈے اوز آئندہ کا دیباچہ ہے۔ ایک اس بات پر جما ہے کہ اسلامی ہرگز نہیں کیونکہ ہندو اور غیر اقوام بھی شامل ہیں۔ ہندو کہہ رہے ہیں کہ رام رام مہاراج! ہماری ہرگز نہیں کیونکہ اسلامی جھنڈا اور اسلام کے غلبے کا دعوی ہے۔ مولوی فرما رہا ہے کہ کفر ہے کیونکہ اس کا قائد بد عقیدہ ہے۔ دوسرا کہہ رہا ہے کہ نہیں نہیں! اسلامی تو ضرور ہے مگر قائد بڑا سخت ہے اور بے مزد عمل مانگتا ہے۔ لیگ کا ارشاد ہے کہ مفید الیکشن نہیں ورنہ ہم اپنی علیحدہ فوج بنانے کی آرزو کیوں کرتے۔ انگریز کہہ رہا ہے میری ہرگز نہیں بلکہ ہٹلر کی ہے۔ وہ ہندو کو سمجھا رہا ہے کہ ارے بابو! تمہاری پچاس سالہ بڑھیا کانگریس کی اب خیر نہیں۔ ہندو انگریز کو شہ دے رہا ہے کہ حضور اپنے صد سالہ راج کی خیر منائیں یہ تو ہٹلر کے نازی ہیں۔ الغرض اپنی اپنی اغراض کے باعث سب

> اندھے ہو گئے ہیں اور اپنے اپنے جھوٹ کو اس بے خبری اور بے ہنری سے رواج دے رہے ہیں کہ ایک جھوٹا دوسرے جھوٹے کی خودبخود تردید کر رہا ہے اور ہمیں اپنی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہی"۔

"الاصلاح" میں شائع ہونے والی علامہ مشرقی کی ان تحریروں، تقریروں، مقالات و خطبات نے قوم کو نئی فکر، نئی سوچ اور عمل کا ایک نیا حیران کن ڈوز دیا۔ جس سے مسلمانوں کے اندر--- سعی و عمل کی طرف عام رغبت اور عام بیداری پیدا ہونا شروع ہوئی--- خدا کے چہیتے ہونے کا غلط تخیل دور ہوا---

ایک مرکز ایک آواز اور ایک نظام کا احساس انہیں شدت سے ہونے لگا--- مذہبی فرقہ بندیوں کے باعث جو انتشار ملت میں موجود تھا اس کو ختم کرنے کی ہوا پیدا ہونے لگی--- مسلمان کی دنیا بھی درست ہونی چاہئے اس تخیل کو قبولیت عامہ ہوئی--- مسلمانوں نے ہندوؤں سے تقابل کے بعد دیکھ لیا کہ خود طاقت ور ہونا کتنا ضروری ہے--- ہندوؤں کے ساتھ ایک مدت تک سیاسی تعاون کے باوجود سیاسی اور اقتصادی طور پر وہ پھر بھی پسماندہ ہی رہے!---

مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ کمزور اور طاقت ور کا جوڑ مشکل ہے-- جب تک دونوں طرف صحیح زور نہ ہو کوئی تعاون بھی دیرپا نہیں رہ سکتا--- اس لئے--- فتح مند اور غالب قوموں کے کیریکٹر کو اپنے اندر پیدا کرنا اور اصلاحِ نفس کی طرف ان کا متوجہ ہونا زیادہ مفید ہو گا کیونکہ ان میں جب دائمی اتحاد اور دائمی طاقت پیدا ہو جائے گی نتائج بھی لامحالہ مستقل اور دیرپا ہوں گے۔

علامہ مشرقی نے قوم کو عملاً یہ باور کرایا کہ اسلامی فلسفہ عمل لازوال، اٹل اور مکمل ہے کیونکہ اس کی بنیاد روحانیت، محبت، بلا واسطہ عمل، الٰہی حکومت اور خوف خدا پر ہے۔ اس لئے آزادی کے حصول اور بادشاہت کے لئے ہندو کانگرس یا مغربی قوموں کا کوئی سیاسی فلسفہ اس حکمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ غلامی کی آہنی زنجیروں کا کاٹنا، اہنسا، عدم تشدد، ستیہ گرہ، عدم تعاون، بھوک ہڑتالوں یا آتش بازی چلا کر نہیں ہو سکتا--- علامہ مشرقی غلامی کو دنیاوی جہنم سمجھتے تھے--- وہ قرآنِ حکیم کی تعلیمات پر کار بند ہو کر دنیا میں انقلاب برپا کرنے اٹھے تھے اور روحانی اور آفاقی ذرائع اور دنیاوی وسائل ہی کو بروئے کار لا کر غلبۂ اسلام کی منزل تک پہنچنے کے خواہاں تھے۔ ان کا یقین تھا کہ سر بسجدہ ہیں قوت کے سامنے افلاک۔ کمزوری

غلامی اور ذلت کو دعوت دیتی ہے۔ ملک اور سلطنت پہلے ہی ہاتھ سے جا چکے ہیں۔ اب سر چھپانے کو مکان اور روٹی کا ٹکڑا کمانے کو زمینیں بھی ہاتھوں سے نکل رہی ہیں۔ دو وقت کی روٹی کا ہاتھ آنا بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ جب زمین کی وراثت کسی معنوں میں نہیں رہی تو لامحالہ مسلمانوں کو ہندوستان سے نکلنا پڑے گا اور ہندوستان سے باہر بھی ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ یہ روح فرسا خیال ان کے لئے سوہان روح تھا۔۔۔۔ مایوسی اور نومیدی کو ختم کرنے کے لئے ان کے پاس ایک ہی نسخہ تھا کہ ۔۔۔۔

اہلِ حق را زندگی از قوت است
قوت ہر ملت از جمعیت است

چنانچہ انہوں نے ہر مسلمان کو دعوت دی کہ وہ اسلام کی عسکری زندگی کو پھر سے اختیار کرے سپاہیانہ عمل، خدمت خلق اور اتحاد بین المسلمین کے اصولوں کو اپنائے ۔ ایک قطار میں کھڑے ہو کر، اپنے امیر کی اطاعت سے اِتحادِ ملت کی عملی تصویر بن جائے اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو اللہ کی سب مخلوق کی خدمت اور بہبود کے لئے صرف کرے اور یوں خاکسار تحریک کے پروگرام پر کاربند ہو کر اپنی دنیا اور آخرت سنوار لے۔ انہوں نے بتایا کہ مخلوق کی خدمت ہی سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ قال کی بجائے مرد حال بننے کی سعی کرے۔

ایک طرف تو علامہ مشرقی تعمیرِ ملت کے اس قوت بخش پروگرام پر قوم کو عمل پیرا کرنے میں لگے ہوئے تھے اور دن رات مسلمانوں میں شوکت و اخوت پیدا کرنے میں کوشاں تھے۔ جب کہ دوسری طرف بے حمیت سرکار پرستوں اور ٹوڈیوں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے تھے، وہ مشرقی کو سیاست کی سٹیج سے ہٹانے کے لئے ہر گھناؤنا کھیل کھیلنے کو تیار ہو چکے تھے۔ چنانچہ پنجاب کے یونینسٹ وزیر اعظم سر سکندر حیات کو آگے بڑھایا گیا۔ پہلے تو انہوں نے خاکسار تحریک پر بڑی ناروا پابندیاں عاید کیں۔ پریڈ پر پابندی، اجتماعی خدمت خلق پر پابندی، وردی اور بیلچہ پر پابندی۔ "الاصلاح" پر پابندی۔ جب اس سے بھی اس کا دل ٹھنڈا نہ ہوا تو علامہ مشرقی کی لاہور میں عدم موجودگی میں ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو کربلائے لاہور میں سینکڑوں بے گناہ خاکساروں کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا، خاکسار تحریک کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا اور ملک بھر سے ہزاروں خاکساروں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا۔ علامہ مشرقی کو ۱۹مارچ کو دہلی سے گرفتار کرکے دو برس تک ویلور قلعہ میں قید اور ایک برس مدراس میں نظر بند رکھ کر ہندوستان کے سیاسی منظر سے بزور ہٹا دیا گیا۔ ہندوستان کے سیاسی سٹیج پر اب کانگریس اور

مسلم لیگ کی دو سیاسی جماعتیں باہم برسرپیکار تھیں۔ انگریز دو کروڑ ہندوستانیوں کو فوج میں بھرتی کرکے دوسری جنگ عظیم جیت چکا تھا اور بڑے آرام سے ان دو جماعتوں کی آپس کی سرپھٹول کو دیکھ رہا تھا۔ ہندوستان کی آزادی کی جنگ کانگرس اور مسلم لیگ مل کر انگریز کے خلاف لڑنے کی بجائے آپس میں لڑنے لگیں۔ انگریز اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ دو سیاسی جماعتوں کی باہمی رقابت و آویزش دو قوموں کی جنگ میں بدل گئی اور ہندوستان کی آزادی کے حصول کے لئے ہندوستانیوں نے جو چند لاکھ انسان انگریز سے مقابلے میں کٹوانے تھے اس سے بیسیوں گنا زیادہ انسان دونوں قوموں نے آپس کے فسادات میں ہلاک کر دیئے۔ انگریز اپنی ایک جان گنوائے بغیر عزت اور آبرو سے گارڈ آف آنرز لے کر ہندوستان کو دو قوموں میں غیر منصفانہ طور پر تقسیم کرکے واپس چلا گیا۔۔۔

برٹش خفیہ ایجنسیوں نے اپنی رپورٹوں میں علامہ مشرقی کو ہندوستان کا خطرناک ترین انسان قرار دیتے ہوئے ہندوستان کی آزادی کے لئے ان کے" سیاسی فارمولا" اکثریت یا خون پر لکھا: "اکثریت یا خون" پمفلٹ کی اشاعت نے انگریزوں کے اندر خوف و سراسیمگی کی لہر دوڑا دی ہے، حکومتی حلقوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ اگر خاکسار کامیاب ہو گئے تو سارے ہندوستان میں انگریز مردوں، عورتوں اور بچوں کا قتل عام کیا جائے گا۔ یہ انقلاب غدر(انقلاب ۱۸۵۷ء) سے زیادہ دہشتناک ہو گا۔ کیونکہ یہ سارے ہندوستان میں مسلم انقلاب ہو گا"۔ مہاتما گاندھی اور علامہ مشرقی کا ایک دوسرے سے موازنہ کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ "گاندھی ہزاروں لوگوں کو جیل بھجوا کر ایک سال کے اندر سوراج (آزادی) حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے جب کہ علامہ مشرقی ہزاروں مسلمانوں کو خاکسار تحریک میں شامل کرنے میں کامیاب ہو کر انگریز کو جلد از جلد ہندوستان سے نکالنے کی امید لگائے ہوئے ہے"۔[۱]

علامہ مشرقی کے برپا کردہ انقلاب میں انگریز عورتوں اور بچوں کا یوں قتل عام تو نہ ہوتا جس خدشے کا بے جا طور پر اظہار کیا گیا تھا کیونکہ ان کی خاکسار تحریک بلا تفریق رنگ و نسل و مذہب و ملت خدا کی مخلوق کی خدمت کرکے مخدوم بننے کا نصب العین رکھتی تھی۔ لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کے انقلاب کے ذریعے سے حاصل کردہ آزادی کے ثمرات، فیوض و برکات سے ساری قوم بہرہ مند ہوتی اور آج کی طرح ملک کے اٹھانوے فیصد عوام نہ تو آزادی کی نعمتوں سے محروم ہوتے اور نہ ہی غلاموں کی غلامی میں دنیا کے ہر آرام و آسائش سے محروم اذیت ناک زندگی گزار رہے ہوتے۔ آج قوم جس سیاسی، معاشی اورمعاشرتی عذاب میں گرفتار ہے وہ سر سکندر حیات ہی کے قبیل کے جابروں کا پیدا کردہ

[۱] ہوم ڈیپارٹمنٹ آف انڈیا۔ فائل نمبر P.I (1) 74/2/40 پولیٹیکل سیکشن۔ بحوالہ "خاکسار موومنٹ اِن انڈیا" ص 62_ از شان محمد۔ مطبوعہ دہلی و میرٹھ۔ انڈیا 1973

ہے۔ پاکستان کا ہر شہری سوچ رہا ہے کہ آخر وطن عزیز کے سیاسی و اقتصادی مسائل کا حل کیا ہے؟ اور ہمیں سامراجی قوتوں سے نجات ملے گی تو کیسے؟

اہل دانش یہ محسوس کریں گے کہ زعیم مشرق حضرت علامہ کا سیاسی اور قومی حالات پر تجزیہ ان دنوں جتنا بصیرت افروز تھا' اتنا ہی آج کے ماحول میں بھی ہے۔ ہم نے ان کی تحریروں' تقریروں' خطبات و مقالات میں سے چند ایک کو جمع کرکے عوام کے سامنے رکھ دیا ہے۔ یہ مجموعہ یقیناً قوم کی حسِ مردہ میں جان ڈالنے کے لئے کافی و شافی ہے--- آج نئے پاکستان میں مذہبی منافرت' سیاسی مناقشت اور تفرقہ پردازی کی جو آگ بھڑکائی جا رہی ہے اور کراچی کے ایک کروڑ شہری علاقائی نفرتوں کی بھٹی میں جس طرح سسک سسک کر جانیں دے رہے ہیں وہ ساری قوم کے لئے ایک لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے' یہی نہیں بلکہ شہروں اور دیہات کی آبادی کا اسی فیصد ان پڑھ طبقہ بے یارومددگار زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ ملک میں بیکاری اور بیروزگاری کی وجہ سے موت کے سوداگروں اور منشیات کی مافیا نے نوجوانوں سے کتابیں چھین کر ان کے ہاتھوں میں کلاشنکوف اور ہیروئن کی پڑیا پکڑا دی ہے۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں پر بڑے بڑے زمیندار' جاگیردار' سرمایہ دار' صنعت کار' وڈیرے اور تمندار قبضہ جما کر ملکی دولت اور سرمایہ کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔

○ آج لوگ سوچتے ہیں کہ ہمارے دن کیسے پھریں گے؟
○ بھوک' ننگ' جہالت اور بیماریوں کا خاتمہ کیسے ممکن ہو گا؟
○ سب کے لئے یکساں نظام تعلیم کس طرح رائج ہو گا؟
○ سیاسی انتشار و افتراق اور مذہبی فرقہ بندی کب ختم ہو گی؟
○ عوامی خوشحالی اور حقیقی آزادی کا سورج کب طلوع ہو گا؟
○ نسلوں تک چلنے والی مقدمہ بازی سے کیونکر نجات ملے گی؟
○ مفت اور فوری انصاف کب اور کیسے حاصل ہو گا؟
○ جمہوریت ---- "غریب اکثریت کی حکومت" کے روپ میں کب سامنے آئے گی؟
○ انسانی حقوق کی پامالی کب ختم ہو گی اور انسان کب سکھ کا سانس لے سکے گا؟
○ مغربی قوتوں کو استحصال اور ہمارے ملکی معاملات میں مداخلت سے کون باز رکھے گا؟
○ طاغوتی طاقتوں کی سازشوں کو کس طرح ناکام بنایا جا سکے گا؟

ملک کے پچانوے فی صد غریب' مفلوک الحال اور کچلے ہوئے لوگوں کو درپیش ان مسائل کا حل سوچنا ہر طبقہ فکر کی ذمہ داری ہے۔ یہ سوالات دانشور طبقے کے لئے ایک چیلنج

ہیں اور یہ ہماری قومی ذمہ داری بھی ہے کہ ہم اپنے تمام پیچیدہ اور گھمبیر مسائل کو حل کرنے کے لئے پوری بصیرت اور مکمل دیانتداری سے کام لیں-- اسی احساس ذمہ داری کے پیش نظر ہم وطن عزیز کے معروف نابغہ روزگار باعمل دانشور علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کی انقلابی فکر اور تعلیمات سے عوام کو آگاہ کرکے انہیں دعوت فکر دے رہے ہیں کہ وہ آگے بڑھیں اور افکار مشرقی کو مشعل راہ بنائیں-- علامہ مشرقی کی تحریروں' تقریروں' خطبات و مقالات کے مطالعہ کی آج بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی ۱۹۳۰ء کے عشرے میں تھی' بلکہ آج جب اپنے دیس میں اپنا راج ہونے کے باوجود ملک کی غالب اکثریت آزادی کی بے بہا نعمتوں سے محروم اور حقیقی آزادی سے کوسوں دور ہے تو ہمیں اپنے مسائل خود حل کرنے کے لئے ان انقلابی افکار کی ضرورت کا احساس پہلے سے بھی کہیں زیادہ ہونا چاہئے۔

علامہ مشرقی کی جو تحریریں خطبات و مقالات کے نام سے اس کتاب میں یکجا کی گئی ہیں وہ ۱۹۳۰ء کے عشرہ میں ہفت روزہ الاصلاح اور مختلف کتابچوں کی صورت میں اہل وطن کے سامنے اس دور میں آتی رہی تھیں۔ علاوہ بریں علامہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں مقالات کی دو جلدیں بھی شائع کی تھیں' ان مطبوعہ دو جلدوں اور زیر نظر کتاب کے علاوہ کافی تعداد میں ان کے مقالات و خطبات ایسے بھی ہیں جن کی طباعت کی ابھی نوبت نہیں آسکی۔

زیر نظر کتاب میں علامہ مرحوم کی تحریوں کے علاوہ شیخ الفاضل ابو الکلام آزادؒ اور ڈاکٹر سید بادشاہ کاظمی کا ایک ایک مقالہ بھی شامل کیا گیا ہے کہ ان کا ہمارے موجودہ مسائل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ محترم ابوالکلام آزادؒ کے مقالے کا موضوع ہے "زکوٰۃ" جب کہ ڈاکٹر کاظمی کے مقالے کا عنوان "نسوانی انقلاب" ہے۔ یہ دونوں مقالے بھی "الاصلاح" میں شائع ہو چکے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معاشرے کے دبے پسے اور کچلے ہوئے غریب بے بس اور بے سہارا نوجوان اپنے اندر ایک نیا ولولہ' نیا عزم اور تازہ جوش محسوس کریں گے۔ اور اپنی زبوں حالی' پریشانی' غلامی اور مسکنت کی زندگی کو غلبہ' شوکت اور پرعظمت زندگی میں بدلنے کے لئے علامہ مشرقی کے جادہ انقلاب پر گامزن ہوں گے۔

بقول علامہ مشرقی:

"گوشت پوست کی اس دنیا میں غالب آنا صرف خون کا کھیل ہے۔ جو قوم جس

وقت تک یہ کھیل کھیلتی رہی غالب ہے۔ شکست اور زوال اس وقت آتے ہیں جب قومیں اس سبق کو بھول جاتی ہیں"۔ (تکملہ ج 1 _ 120)

"آج اس ایٹم بم کے زمانے میں کند تلواروں اور پیٹ پر پتھر باندھنے کے ہتھیاروں سے غلبہ حاصل کرنے کی امید رکھنا باؤلا پن ہے' لیکن لوہے کے ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ ایمان اور یقین' عزم اور ارادہ' اتحاد اور ولولے کے ہتھیار ہمیشہ سے بدر جہا زیادہ کار آمد رہے ہیں جن کے ذریعے سے کمزور لازما ابھرتا رہا ہے اور کچھ عجب نہیں کہ آج بھی مسلمانوں کا کوئی گروہ کسی جگہ پوری تیاری کے ساتھ ساتھ ان دل اور جگر کے ہتھیاروں سے ہی ابھرے اور دنیا کو پھر حیران کر دے"!! (تکملہ ج۲)

اکیسویں صدی کو غلبۂ اسلام کی صدی بنانے کے لئے علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کی قرآنی فکر و بصیرت اور اسلامی فلسفہ عمل کو اپنانا انتہائی مفید اور نفع رساں ہونے کے علاوہ آنے والی صدی کے لوگوں کی ضرورت بھی ہے۔ امید ہے کہ زیر نظر کتاب سے مسلمان نوجوان روشنی اور رہنمائی حاصل کریں گے اور یہ کتاب علامہ مشرقی کے افکار و اعمال سے روشناس کرانے میں ان کی ممدّ و معاون ثابت ہو گی۔

بارِ الٰہا!

ہم تیری بارگاہ اور تیری رحمتوں سے مایوس و نا امید نہیں تو ہی ہماری اجڑی ہوئی کھیتی کو سرسبزی و شادابی عطا فرما اور ہمیں توفیق دے کہ اغیار اور ان کے آلہ کاروں کی چیرہ دستیوں' مظالم اور زیادتیوں کا موثر جواب دے سکیں۔ آمین۔

غلام قدیر خواجہ

پشاور۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

۲۵ اگست ۱۹۹۵ء

محترم خواجہ عبدالحمید ناصر مولف "الصلوٰۃ اور اس کے تقاضے" کا میں مشکور و ممنون ہوں جن کے قیمتی و مفید مشوروں' تعاون' حوصلہ افزائی اور سعی و کاوش سے "خطبات و مقالات" مرتب و مکمل ہو کر طبع ہوئے۔

غلام قدیر خواجہ

خاکسار اعظم علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؒ

1888--1963ء

ایم۔ اے ریاضی (پنجاب) ایم۔ اے ریاضی (کنبرٹے)' بی ایس سی آنرز (کیمبرج)' بی ای' بی او ایل' فاؤنڈیشن سکالرز' بیچلر سکالر رینگلر چار عدد ٹرائی پوس آنرز فرسٹ کلاس (پنجاب و کیمبرج یونیورسٹی کے ریکارڈ توڑے جو تاحال قائم ہیں) ایف بی ایس (پیرس)' ایف پی ایچ آئی' آئی۔ ای۔ ایس۔ (مستعفی 1930ء)

بانی خاکسار تحریک (1930) بانی ہیومن مومنٹ (1953) ممبر انٹرنیشنل کانگرس آف اور نٹلسٹ (لیڈن) چیف ڈیلی گیٹ موتمر خلافت قاہرہ (1926) پریذیڈنٹ ورلڈ فیتھس کانفرس اندور (1937)

چو موج از بحر خود بالیدہ ام من
بخود مثل گہر پیچیدہ ام من
ازاں نمرود با من سرگراں است
بہ تعمیر حرم کوشیدہ ام من
اقبال

باب:۱

دعوتِ انقلاب

اتمام قول رب تو ہے، تعمیل ہو نہ ہو
میں سب سچائیوں کو سرراہ سجا گیا
المشرقی

طلوع

حیاتِ مشرقی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
اقبال

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

علامہ مشرقیؒ کی سوانحِ حیات

مطبوعہ جریدہ الاصلاح لاہور مجریہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء

(از محمد سرفراز خان ایم ایس سی' ایل ایل بی سالار مندوب لاہور)

خاکساری کی تحریک اور اخبار الاصلاح کا مقصد پبلک پر واضح نہیں ہو سکتا جب تک کہ بانی تحریک کے متعلق یہ نہ بتایا جائے کہ وہ کون ہے۔ اہل علم حلقے میں علامہ مشرقی کی شہرت اس قدر بین الاقوامی ہو چکی ہے کہ جرمنی فرانس امریکہ اور انگلستان کے بڑے بڑے پروفیسروں اور سوسائٹیوں نے ان کی کتاب تذکرہ کو اس صدی کی سب سے بڑی کتاب مان کر یونیورسٹیوں میں اس پر لیکچر دیئے ہیں۔ لیکن پنجاب کے شہروں میں اسلام کا یہ فرزند جلیل جب اپنی پیوند کی ہوئی خاکی قمیض اور خاکی پاجامے میں ایک پرانا سا بیگ ہاتھ میں لے کر در بدر میلوں تک پیدل چار سال سے پھرتا ہے' کبھی اس دکان پر' کبھی اس میلے تھڑے پر کبھی اس بازار میں کبھی اس گندی گلی میں ہر کس ناکس کو قوم کا وعظ سناتا ہے اور اپنے متعلق کچھ بیان نہیں کرتا لوگ سمجھتے ہیں کہ کوئی مولوی ہے جو بیلچہ فوج تیار کر رہا ہے اس میں کچھ فائدہ نظر آتا ہو گا' اس کا کچھ مطلب ہو گا' اس کو سرکار نے کہا ہو گا کہ تیار کرے" وغیرہ وغیرہ انجان لوگ اس کو مولوی جی کہہ کر پکارتے ہیں تانگے والے "بابا جی" کہہ کر اپنی طرف بلاتے ہیں ایک اچھا لکھا پڑھا شخص ایک دن چلتے چلتے ان کے ساتھ ہو لیا اور باتوں باتوں میں ان کو مجھ سے الگ کر لیا۔ جب سلام کر کے رخصت ہوا میں نے پوچھا یہ شخص کیا کہتا تھا علامہ مشرقی نے کہا علیحدہ ہو کر پوچھتا تھا کہ اس تحریک سے کچھ نفع ہونے لگا ہے یا نہیں؟ کیا گزارہ چل جاتا ہے؟ میں نے کہا اس کمبخت کو کچھ جواب دیا۔ "کہنے لگے نہیں کیا جواب دینا تھا میں نے کہہ دیا آگے چل کر بڑے نفع کی امید ہے"! جب لوگوں کی ناشناسی کی یہ حالت ہے تو الاصلاح کے پہلے پرچے میں موصوف کے سوانح کا شائع ہونا اشد ضروری ہے۔ لوگ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح کہا کرتے تھے۔ قرآن میں ہے وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق لولا

انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا ○ (۲۵ - ۷ سورۃ فرقان) ترجمہ : اور لوگ کہتے ہیں۔ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پڑا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیج دیا گیا کہ اس کے ساتھ ہو کر وہ بھی لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراتا۔

علامہ محترم کے سوانح کا معاملہ میرے پیش نظر دیر سے تھا۔ لیکن وہ بعض مقتدر اخبارات کے مطالبے کے باوجود ٹالتے رہے۔ سندھ کے ایک اخبار نے کچھ مدت ہوئی لکھا کہ میں اپنے اخبار میں جو سندھی زبان میں ہے آپ کے حالات زندگی شائع کرنا چاہتا ہوں۔ اس خط کو پڑھ کر انہوں نے کاغذات میرے حوالے کر دیئے کہ لکھ دو اور بھیج دو۔ اب یہ مضمون دراصل اس سندھی اخبار کے طفیل ہے جس کا نام طیرا ابابیل ہے۔ اور جو حیدر آباد سندھ سے حکیم نور محمد صاحب کی ادارت میں نکلتا ہے۔

ان سطور سے مقصد نہ ستائش ہے نہ علامہ محترم کے سوانح حیات کی ترتیب پیش نظر ہے اہل علم کے نزدیک اگرچہ ان کی شخصیت تعارف سے مستغنی ہے۔ لیکن مقصود عوام کو واقفیت دلانا ہے کہ لوگ اندازہ کر سکیں کہ عنایت اللہ خاں نہ صرف مولوی ہے اور نہ صرف "مغرب پرست" ان کی تربیت میں "خدا پرست" مشرق اور "مادہ پرست" مغرب دونوں کا ہاتھ رہا ہے۔ اس لئے فطرت کی بلندی نے ان کے وجود میں مشرق اور مغرب کی خوبیوں کو یکجا کر دیا ہے۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

اسلام کا یہ فرزند جلیل غلام آباد ہند میں بمقام امرتسر ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوا۔ والد بزرگ خان عطا محمد خان امرتسر کے ایک صاحب اثر رئیس اور مشہور اہل علم تھے جو ذوق' غالب' سید جمال الدین افغانی نواب لوہارو وغیرہا کی صحبتوں میں رہے تھے اور جن کی تصانیف کے دیباچے عبداللہ العمادی اور ابو الکلام آزاد نے لکھے تھے۔ اولاد کی تربیت کے معاملہ میں خان موصوف نہایت سخت اور محتاط تھے۔ ادھر والدہ ماجدہ نہایت ہوشمند اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ اور انہی کی متفقہ تربیت کا اثر تھا کہ علامہ محترم نے چھوٹی عمر ہی میں میدانِ شہرت سر کر لیا۔

ابتدائی تعلیم کامیابی سے ختم کر لینے کے بعد آپ نے امرتسر سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان نہایت امتیاز کے ساتھ پاس کر کے وظیفہ حاصل کیا۔ اور آئندہ سلسلہ تعلیم جاری رکھنے کے لئے آپ لاہور تشریف لے آئے۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ برس اور کچھ مہینے تھی۔ ۱۹۰۶ء

میں آپ نے فارمن کرسچن کالج لاہور سے نہایت کامیابی کے ساتھ بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ اور پھر وظیفہ حاصل کیا۔ اس وقت آپ کی قابلیت کا یہ حال تھا کہ آپ کے پروفیسر ایس این داس گپتا کہا کرتے تھے کہ میں نے پنجاب میں کوئی طالب علم ریاضی میں ان سے زیادہ ہوشیار نہیں دیکھا۔

اٹھارہ برس کی عمر میں ایم اے کی ڈگری

ابھی آپ کی عمر انیس سال بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ نے صرف آٹھ ماہ کی مدت میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری ریاضی کے مضمون میں حاصل کر لی۔ اس امتحان میں آپ نہ صرف تمام صوبہ میں اول رہے بلکہ یونیورسٹی کی تمام پچھلی تاریخ میں بھی پہلی دفعہ فسٹ کلاس یعنی (درجہ اول) لیا اور نمبروں میں ریکارڈ نمبر حاصل کئے۔ ٹریبون نے اس کامیابی پر لکھا کہ کیا کوئی شخص اب بھی کہے گا کہ مسلمان حساب نہیں جانتے۔

اس قابل رشک کامیابی نے آپ کی غیر معمولی ذہانت کی دھاک ہر چہار طرف بٹھا دی۔ اہل علم طبقہ نے آپ کے اعزاز میں دعوتیں دی۔ سرکاری افسروں نے آپ کو ملاقات کے لئے بلایا۔ صوبہ کے لاٹ صاحب نے چائے پر مدعو کیا۔ اخبارات نے آپ کے متعلق شاندار نوٹ لکھے۔ اور آپ کی کامیابی کو ہندوستانیوں کے لئے باعث صد افتخار قرار دیا۔

ان دنوں اعلی تعلیم یافتہ خال خال تھے۔ چنانچہ جونہی امتحانات کے نتائج شائع ہوئے آپ کی عدیم المثال کامیابی کی خبر آپ کے لئے اعلی سرکاری اور غیر سرکاری عہدے کی پیش کش لے آئی۔ لیکن کسب علم کی خواہش مانع ہوئی۔ طبیعت کی تشنگی کم نہ ہوئی تھی کہ ایم اے کے امتحان میں عظیم الشان کامیابی نے سمند شوق پر ایک اور تازیانہ لگایا چنانچہ آپ نے ان تمام پیشکشوں کو شکریہ کے ساتھ رد کر دیا۔ اور طلب العلم فریضہ اور ولو کان فی الصین کے ارشادات نبوی پر عمل کرتے ہوئے آپ کے والد محترم نے سرکاری وظیفے کا انتظار نہ کرتے ہوئے اپنے خرچ پر آپ کو انگلستان روانہ کر دیا۔

انگلستان میں حیرت انگیز اعزازات

ہندوستان میں آپ کی تعلیمی زندگی کی داستان بذات خود کامیابی کی داستان تھی۔ انگلستان نے ان شاندار روایات کو اور جلا دی علم کے اس بین الملی مرکز میں آپ نے ہندوستانی قابلیت کا لوہا بڑے بڑے عالموں سے منوایا۔ ۱۹۰۷ء سے لے کر ۱۹۱۲ء تک انگلستان

کے اخبارات آپ کی خدا داد قابلیت کے اعتراف سے پر رہے۔ ۱۹۰۷ء میں آپ کیمبرج یونیورسٹی کے کرائسٹ کالج میں داخل ہوئے۔ پہلے سال ہی آپ کی قابلیت نے اپنا سکہ جما لیا۔ وہ اس طرح کہ ریاضی کے ایک مقابلے کے امتحان میں جس میں سترہ کالج شامل تھے۔ آپ اول رہے۔ ستر پونڈ کا وظیفہ حاصل کیا۔ اور فاؤنڈیشن سکالر کا لقب ملا۔ اب تمام اساتذہ کی نظریں اس ہونہار ہندوستانی کی طرف لگ گئیں۔

۱۹۰۹ء میں آپ نے ریاضی کے ٹرائی پوس آنرز کا امتحان جو دنیا میں علم حساب کا سب سے بڑا امتحان تسلیم کیا گیا ہے۔ تین سال کی بجائے دو سال میں نہ صرف پاس کیا بلکہ درجہ اول میں رہے اور رینگلر یعنی پہلوان کا خطاب حاصل کیا۔ تمام ہندوستان میں اس وقت ماضی اور حال کے تمام رینگلروں کی تعداد شاید ایک درجن سے زیادہ نہیں اور اس میں مسلمان زیادہ سے زیادہ تین یا چار ہیں اس کامیابی پر یونیورسٹی کی طرف سے علامہ صاحب موصوف کو ایک اور وظیفہ پہلے سے زیادہ مقدار کا دیا گیا اور بیچلر سکالر کہلائے۔ ان کامیابیوں پر ہی اس بلند نظر انسان نے اکتفا نہ کی۔ بلکہ صرف دو سال کے بعد بیک وقت "ٹرائی پوس آنرز" کے دو اور امتحانات میں شریک ہو گئے۔ کسی ٹرائس پوس کے امتحان کی عام معیاد تین سال ہوتی ہے۔ چنانچہ دو برس کی قلیل مدت میں چھ سال کا کام کر کے درجہ اول کی کامیابی حاصل کرنا حیرت انگیز امر تھا۔ اس کار نمایاں پر ڈیلی مرر نے آپ کی کامیابی کی خبر ان الفاظ میں شائع کی۔

"امسال کیمبرج میں عنایت اللہ خان نے دو ٹرائی پوس میں بیک وقت کامیابی کا غیر معمولی امتیاز حاصل کیا جو اس سے پیشتر کبھی حاصل نہ ہوا تھا"۔ اس طرح آپ نے بی او ایل یعنی السنہ مشرقیہ (عربی۔ فارسی) کا ٹرائی پوس درجہ اول میں پاس کر لیا جو آج تک کسی ہندوستانی سے نہ ہو سکا اور ساتھ ہی علم طبیعیات میں بی ایس سی کی ڈگری آنرز کے ساتھ حاصل کی اور کالج سے اولیت کا انعام عطا ہوا۔

لندن کے اخبارات کی رائین

۱۹۱۲ء میں آپ میکینیکل سائنس ٹرائی پوس یعنی انجینیری کے سب سے بڑے امتحانوں میں شامل ہوئے اور صرف ایک سال میں بی ای آنرز کی ڈگری حاصل کی۔

الغرض پانچ سال کی مختصر مدت میں چار آنرز حاصل کر لینا کوئی آسان امر نہ تھا۔ انگلستان کے علمی حلقوں میں اس "بدعت" پر سنسنی پھیل گئی۔ اخبارات کے نمائندے آپ

کے گرد منڈلانے شروع ہو گئے۔ تاکہ آپ کے حالات زندگی اور مضامین اپنے اخبارات کے لئے حاصل کر سکیں۔ ان پانچ سالوں میں ایک حیرت انگیز امتیاز جو اس سائنسدان نے حاصل کیا یہ بھی تھا کہ انگلستان کے کئی مقتدر رسالوں مثلاً" ایمپائر ریویو' وسٹ منسٹر ریویو حتیٰ کہ دنیا کے سب سے بڑے اخبار "لندن ٹائمز" کے سیاسی نامہ نگار رہے.اور دنیا کے بڑے بڑے انسان آپ کو ان مضامین پر مبارک باد بھیجتے رہے۔

آپ کے ان اعزازت کو انگلستان کے اعلےٰ حلقے کس نظر سے دیکھتے رہے اس کا کچھ اندازہ حسب ذیل اقتباسات سے ہو سکتا ہے۔ جو اخبارات میں وقتاً" فوقتاً" شائع ہوتے رہے۔

روزنامہ "سٹار" لندن آپ کی کامیابی کے متعلق لکھتا ہے "اس وقت تک یہ بات ناممکن خیال کی جاتی تھی کہ پانچ سال کی قلیل مدت میں کوئی شخص چار اعزاز حاصل کر سکے۔ لیکن یہ سہرا ہندوستان کے سر ہے کہ عنایت اللہ خان نے اس ناممکن کو ممکن کر دکھایا"۔

روزنامہ ڈیلی کرانیکل اپنی اشاعت میں رقمطراز ہے۔ " کمینیکل سائنس ٹرائی پوس کا نتیجہ جو کیمرج میں کل شائع ہوا عنایت اللہ خان کی کامیابی کو پیش نظر رکھ کر نہایت قابل لحاظ ہے۔ دنیا کی تمام اقوام میں عنایت اللہ خاں پہلا شخص ہے جس نے چار مختلف اعزازحاصل کئے۔"

روزنامہ ویسٹ منسٹر گزٹ لکھتا ہے "ہونہار ہندوستانی سکالر عنایت اللہ خاں نے آج ایک اور اعزاز حاصل کر لیا ہے بلا شبہ وہ ان چوٹی کے ہندوستانیوں میں سے ہیں جنہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں شہرت دوام حاصل کی۔"

"کیمرج ڈی چوز" جامع کیمرج کے نتائج شائع کرتا ہوا لکھتا ہے!

" آج صبح کامیاب طلبا کی ایک فہرست جو شائع ہوئی اس میں عنایت اللہ خاں آف کرائسٹ کالج کا شاندار کارنامہ خاص دلچسپی کا مرکز ہے۔ عنایت اللہ خان ان تمام ہندوستانیوں سے جنہوں نے کیمبرج میں تعلیم حاصل کی بازی لے گیا ہے اور اقوام عالم کے افراد میں سے پہلا شخص ہے جس نے چار مختلف علوم میں انتہائی شاندار اعزاز حاصل کئے"۔ روزنامہ ڈیلی گراف اور روزنامہ لندن ٹائمز نے بھی شاندار رائیں لکھیں۔ جن سے اعتراف حقیقت ہوتا تھا۔

انگلستان سے واپسی پر اعزازات

۱۹۱۲ء کے اخیر میں ایک بڑی ریاست کے مہاراجہ نے آپ کو خاص طور پر مدعو کرکے

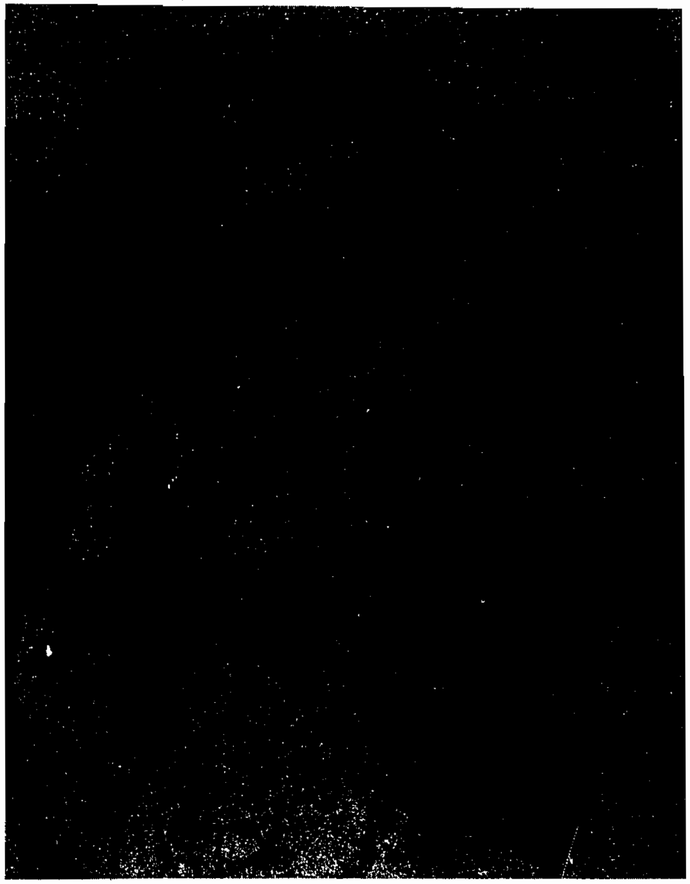

علاّمہ المشرقی

خواہش ظاہر کہ آپ ریاست کی وزارت کو ایک ہزار روپیہ ماہوار کی ابتدائی تنخواہ پر قبول کریں۔ لیکن آپ نے شخصی ملازمت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد تمام یورپ کی سیاحت کرکے آپ عازم وطن ہوئے۔ سوار ہونے سے پہلے آپ کو ۱۷۰۰ ماہوار کا ایک اور عہدہ پیش کیا گیا اور بمبئی پہنچنے کے چند روز بعد سر جارج روس کیپل گورنر سرحد کی طرف سے اسلامیہ کالج پشاور کی وائس پرنسپل کی دعوت موصول ہوئی۔ خدمت اسلام کا بے پناہ جذبہ آپ کو سرحد لے پہنچا جہاں ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء تک وائس پرنسپل اور بعد ازاں ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۷ء تک پرنسپل کے فرائض انجام دیتے رہے اس دوران میں جس بے جگری کے ساتھ آپ نے اسلام کے وقار کو بلند رکھا اور جن جان گسل مصائب کا مقابلہ کرکے اسلام کی امیدوں کو سچائی اور صہبائے اسلام کا متوالا بنانے کی انتھک کوشش کی اس کا حال کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جو حکومت سرحد کی تعلیمی پالیسی سے واقف ہیں۔

حکومت ہند کی نائب وزارت پر تقرری

۱۹۱۷ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے آپ کو اچانک ایک ہزار روپیہ ماہوار پر شملہ میں سر جارج انڈرس کی جگہ پر بلا لیا۔ اور ۱۹۱۹ء تک آپ وہاں حکومت ہند کے انڈر سیکرٹری کے عہدے پر رہے۔ یہ تین سال کی مدت آپ کے لئے نہایت سبق آموز بلکہ عبرت انگیز ثابت ہوئی حکومت وقت کی مشین کی بے پناہ حرکت، ملت فروش قوم پرستوں کی ریشہ دوانیاں، حکومت کے منظور نظر ٹوڈیوں کی قوم فروشیاں، ظلمت اور سیاہ کاری، نور اور سچائی کا فقدان ایسی چیزیں نہ تھی جو اس حساس شخصیت کو متاثر کئے بغیر رہ سکتیں۔ قوم کی ذلت کی داستان پر دل پہلے ہی خون روتا تھا۔ ان واقعات نے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ آپ نے اس عرصہ میں ہر قومی اور سیاسی تحریک کی تہ تک پہنچنے کی عادت ڈالی، اب نگاہیں ظاہر کے خوش نظر پردوں کو چاک کرکے حالات کی حقیقت تک پہنچنے میں مشغول تھیں۔ دماغ ہر فرصت کے لحہ میں غور و فکر کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ آنکھیں گرد و نواح کی تلخ حقیقتوں کا جائزہ لے رہی تھیں اور دل مصائب کے حوصلہ شکن سفر پر رہنمائی کرنے لگا تھا۔ اب نائب وزارت یعنی عہدہ سیکرٹری کی معیاد ختم ہونے والی تھی اور سر ایڈورڈ میکلیگن نے جو بعد کو پنجاب کا گورنر ہوا علاّمہ موصوف کے اس سہ سالہ کام کے متعلق وزیر ہند کو لکھا کہ "عنایت اللہ خان نے حکومت ہند میں انتہائی درجہ کی ذہانت ظاہر کی ہے اور عہدہ وزارت کے کام کو ہماری کامل تسلی کے ساتھ کیا ہے"۔

چنانچہ ۱۹۲۰ء میں آپ کو ایک ہزار روپیہ ماہوار پر انڈین ایجوکیشنل سروس آئی ای ایس کا مستقل عہدہ دے کر پشاور بھیج دیا گیا۔ یہ وہ تنخواہ تھی جو اس سروس کے ابتدا میں آج تک کسی ہندوستانی کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ اس اثنا میں وہ مختلف عہدوں یعنی پرنسپل ٹریننگ کالج پشاور، پرنسپل گورنمنٹ ہائی سکول، انسپکٹر آف سکولز رجسٹرار وغیرہ پر کام کرتے رہے۔ اور اسی دوران میں آپ نے صوبہ سرحد کے سرکاری مدارس میں قرآنی تعلیم کے اجرا کی تجویز کو حکومت کی شدید کراہت اور مخالفت کے باوجود جاری کیا اور اس کو مجبور کر دیا کہ وہ یہ تجویز صوبہ کے تمام ہائی سکولوں میں جاری کر دے۔

بتیس (۳۲) برس کی عمر میں سر کا خطاب اور انکار

لیکن ۱۹۲۰ء میں جب سر ہملٹن گرانٹ صوبہ سرحد کے گورنر تھے اور کابل کی طرف مسلمانوں کی ہجرت زوروں پر تھی۔ ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا جو علامہ محترم کی بے نظیر اسلامی ہمدردی، بلندی اخلاق اور انتہائی اعلیٰ تربیت کی روشن ترین مثال ہے۔ ہجرت کے ایام میں انگریز نہایت خوفزدہ تھے اور اس کے تھم جانے کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حکومت نے اس مایہ ناز فرزند ہند کو جو ایک سال پہلے سے گرانٹ صاحب کے ساتھ حکومت ہند میں کام کر چکے تھے، پولیٹیکل سیکرٹری کا عہدہ پیش کر کے کہا کہ اس وقت حکومت کی خدمت کا نادر موقعہ ہے اور تم سے زیادہ قابل شخص موجود نہیں نائٹ ہڈ یعنی سر کا خطاب، سرِدست پندرہ سو روپیہ تنخواہ اور آئندہ چار ہزار روپیہ ماہوار پر کابل کی سفارت تمہارے سامنے ہے۔ علامہ موصوف اگرچہ ہجرت کے انجام سے نہایت پریشان تھے۔ اور لوگوں کو کہتے جاتے تھے کہ یہ بیل منڈ ہے نہ چڑھے گی۔ کیونکہ نامنظم ہے۔ لیکن اسلامی غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ ایک لفظ سر یا دنیا کی متاع قلیل کی خاطر مسلمانوں کو جو خدا کی راہ میں اپنا گھربار لٹا چکے تھے جانے سے روکیں۔ چار دن کی مہلت کے بعد حکومت کو لکھ بھیجا کہ مجھے یہ اعزازت منظور نہیں اور ساتھ ہی لکھا کہ مجبوراً" مجھے اس عہدے کو قبول کرنا ہے تو میرا استعفا حاضر ہے۔ کیا ہندوستان کی سرزمین میں ایک شخص موجود ہے جو اس بے مثال ایثار کے ہزارویں حصے کا دعوے کر سکے؟

اس انکار کے بعد حکومت کی نظریں عنایت اللہ خان کی طرف سے بدل گئیں۔ جو جو در پردہ انتقام ان سے لئے گئے، جس طرح آپ کی ادنےٰ ادنےٰ بات میں حق تلفی کی گئی اور دو ہزار روپیہ کی تنخواہ پر ان کو ہیڈ ماسٹر کے ادنے عہدے پر لا کر رکھ دیا گیا۔ حکومت کے

کارندوں کی انتہائی خست اور کمینہ پن کی روشن دلیل ہے۔ علامہ محترم اس انکار کے بعد ۱۹۲۰ء سے ہی ایک عظیم الشان مستقل قومی کام کی طرف لگ گئے۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

"تذکرہ" کی تصنیف

دراصل ۱۹۱۷ء سے ہی ملازمت کی مصروفیتیں آپ کو اصلاح قوم کے بلند مقصد سے ایک لحظ کے لئے بھی غافل نہ کر سکیں۔ یہ عرصہ آپ کے لئے انتہائی ذہنی مشقت کا زمانہ تھا۔ حالات کی پریشانیوں اور خیالات کی طوائف الملوکی نے قوم کے صراط مستقیم سے بے راہ ہونے کی ہزاروں نئی روشیں اور پگ ڈنڈیاں وضع کر ڈالی تھیں۔ تفریق و اشتات نے سیدھی راہ پنہاں کر رکھی تھی۔ ان حالات میں ٹھنڈے دل سے غور کر کے اور ہنگامہ خیز تحریکوں کی ترغیب سے دامن بچاتے ہوئے صحیح نتائج مرتب کرنا آسان امر نہ تھا۔ لیکن آخر خدا کی دی ہوئی غیر معمولی قابلیت نے راہ ڈھونڈھ لی اور چار سال کی جان توڑ کوشش کے بعد ۱۹۲۴ء میں آپ نے ہجرت خلافت اور کانگرس کی ایجی ٹیشنوں کا انجام دیکھ کر شہرہ آفاق کتاب تذکرہ کے ذریعہ سے دنیائے اسلام کو موت و حیات کا آخری پیام دے دیا۔ قرآن کریم سے بے عملی اور غلط فہمی کے ان صدہا غلافوں کو جو ماضی اور حال کا بے عمل مسلمان صدیوں سے الفاظ کے خوشنما اور سحر آگین تانے بانے سے تیار کر کے بکمال احتیاط اس ربانی پیام عمل پر چڑھا رہا تھا۔ بیک جنبش قلم اتار پھینکا اور دنیا کے سامنے کار ساز عالم کا آخری پیغام حقیقی اپنی اصلی نورانیت میں پیش کر کے بتا دیا کہ اگر جہان سعی و عمل میں پیش پیش رہنا چاہتے ہو۔ اگر عزت سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہو، اگر مسلمان بننا چاہتے ہو، تو اس نظام بے مثال کی طرف رجوع کرو جو بارگاہ رب العزت نے نبی ای کے ذریعے سے تمہیں عطا کیا تھا۔

تذکرہ کی عالمگیر شہرت

اس تصنیف نے دنیائے اسلام میں فی الحقیقت ایک تہلکہ مچا دیا - مصنف کی بے پناہ سحر کلامی اور بے مثال صاف بیانی اور کتاب کے واضح اور مدلل بیان نے عالموں کی آنکھیں کھول دیں' پچیس ہزار خطوط ملک کے ہر طبقہ سے اعتراف اور تسلیم کے ہر طرف سے پہنچے' عوام نے کہا آنکھوں میں اجالا ہو گیا- خواص نے کہا زندگی پیدا کردی ہے' گدی نشین پیروں اور اماموں نے پشاور جا جا کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھے- لیڈروں نے اپنی تقریروں کا رنگ بدل دیا جس نے پڑھا قرآن کے آگے سر جھکا دیا- ایک مشہور مسلمان پروفیسر نے لکھا میں قرآن کو ناقابل توجہ اور بیکن کی کتاب نووم آرگینم کو دنیا کی سب سے بڑی کتاب مانتا تھا- اب قرآن کو سب سے بڑی آسمانی کتاب اور تذکرہ کو سب سے بڑی زمینی کتاب مانتا ہوں- ایک مشہور ادیب نے علامہ کے ہاتھ چومے- تذکرہ کی جلدیں چشم زدن میں مصر عراق' عرب' ترکی' ایران مراکش غرضیکہ تمام دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں جا پہنچیں- حضرت امام شیخ سنوسی سابق امیر طرابلس نے باقی جلدوں کی تکمیل کا مطالبہ نہایت مضبوطی سے کیا اور کہا کہ تمہارا فرض ہے کہ قرآن کو جیسا کہ تم سمجھے ہو ہر مسلمان تک پہنچا دو-

مصنف کی دقیق نظری اور مسلم قابلیت کی داد صرف عالم اسلام ہی نے نہ دی بلکہ علمائے یورپ نے بھی کتاب کا کھلے ہاتھوں استقبال کیا اور اسی سال یعنی ۱۹۲۴ء میں رائل سوسائٹی کی طرف سے آپ کو فیلو شپ پیش کی گئی- رائل سوسائٹی آف آرٹس کے مشہور جرنل نے اس کتاب کو "مانو مینٹل ورک" (یادگار عالم شاہکار) کہا-

امریکہ کے پروفیسر ٹاری نے ییل یونیورسٹی میں کئی ماہ تک تذکرہ پر لیکچر دیئے- اور ۱۹۲۵ء میں اس عظیم الشان تصنیف کو سر آفتاب احمد خان نے معیت پروفیسر ماسینون آف فرانس اور مشہور جغرافیہ دان ڈاکٹر سون ہڈن نے نوبل پرائز کے لئے پیش کیا- نوبل پرائز کمیٹی نے فورا علامہ موصوف کو لکھا کہ تذکرہ کا یورپی زبان میں ترجمہ ہونا ضروری ہے کیونکہ اردو تسلیم شدہ زبان نہیں- تذکرہ کے مطالب کو سمجھنے کے لئے جن کی بے حد تعریف کی گئی نوبل پرائز کمیٹی بے حد مضطرب ہے- علامہ موصوف نے جواب دیا کہ اگر وہ زبان جس کو دنیا کے نو کروڑ انسان بولتے ہیں- آپ کی کمیٹی کی تسلیم شدہ زبان نہیں ہے- تو میں اس کتاب کو کسی یورپی زبان میں ترجمہ کرنا گوارہ نہیں کرتا- پروفیسر نکلسن آف کیمبرج نے تذکرہ کے عربی افتتاحیہ کے انگریزی ترجمہ کا ایک نمونہ لکھ کر بھیجا- لیکن علامہ موصوف نے لکھا کہ میرا یہ مطلب نہ تھا جو آپ کے ترجمے سے ظاہر ہے-

مصر کی موتمر میں دعوت

الغرض تذکرہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا- کہ جب ۱۹۲۶ء میں بمقام قاہرہ (مصر) موتمر خلافت کا انعقاد ہوا- تو شیخ الاسلام نے صاحب تذکرہ کو دنیائے اسلام کے اہم ترین مسائل کے متعلق رائے دینے کے دعوت دی- اس نام نہاد موتمر اسلامی کا درپردہ جو مطلب تھا رسوائے عالم ہو چکا ہے اور اخبار بین حضرات واقف ہیں کہ کوئی معشوق تھا اس "پردہ زنگاری" میں الحاصل مصر میں اس موقعہ پر جو باطل شکن اور معرکۃ الآرا تقریر آپ نے کی وہ "تقریر مصر" کے نام سے مصر اور ہندوستان میں کئی بار شائع ہو چکی ہے اور اس امر کا بین ثبوت ہے- کہ مقرر سچائی کے مقابل ہر بنیاوی ترغیب اور دباؤ سے بے نیاز ہو چکا تھا-

دوسرے اعزازات

تذکرہ کی اشاعت نے علامہ مشرقی کو بین الاقوامی شہرت کا مالک بنا دیا تھا لیکن ابھی اور اعزازت چشم براہ تھے-

۱۹۲۹ء میں فرانس کی ایشیاٹک سوسائٹی نے آپ کو اپنا فیلو منتخب کر لیا- اور اسی سال جیوگرافیکل سوسائٹی پیرس کی طرف سے بھی آپ کو فیلو شپ پیش کر دی گئی-

۱۹۳۱ء میں آپ کو بین الاقوامی مجلس مستشرقین انٹرنیشنل کانگریس آف اورینٹلسٹس کا ممبر بنا کر دعوت دی گئی کہ تذکرہ کے متعلق عام اجلاس میں تقریر کریں- یہ وہ بین الاقوامی مجلس ہے جس کے ممبر دنیا میں سے بیک وقت ایک سو سے زیادہ نہیں ہو سکتے-

اشارات کی تصنیف

۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۱ء تک کے سات سال کا عرصہ مصنف نے یونہی رائیگاں نہ جانے دیا ۱۹۲۴ء میں جو پیغام دنیائے اسلام کو تذکرہ کی صورت میں دے دیا گیا تھا اس کے اثر کا جائزہ لینے کے لئے نگاہ دور رس ایک منٹ کے لئے بھی غافل نہ ہوئی تھی- سات سال کے عرصہ میں جب اسلام کا یہ مایہ ناز فرزند اپنے پیغام کی اشاعت سے مطمئن ہو گیا تو ۱۹۳۱ء میں اشارات کے نام سے قوم کی اصلاح کے لئے عملی پروگرام شروع کر دیا- اور ۱۹۳۲ء میں خود میدان عمل میں مجاہدانہ اتر آیا- اور خاکسار تحریک کے نام سے موت کی نیند سونے والے بے عمل مسلمان کو للکار کر کہا کہ خبردار ہلاکت ابدی نزدیک ہے- اگر چندے اور یہی کیفیت

رہی تو دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے۔ ابھی وقت ہے یاد رکھو بعد میں پچھتاؤ گے۔

خاکساری کی تحریک

اور اب ۱۹۳۱ء سے لے کر آج تک یہ اللہ کا بندہ اسی مہم میں مصروف ہے۔ دو ہزار ماہوار کی ملازمت پر لات مار کر خاکساری کا اول خود نمونہ بنا ہے۔ لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ بازاروں میں گلیوں میں کوچوں میں پھرتا ہے۔ ذلیل اور رسوا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ہنستے ہیں۔ کچھ دیوانہ اور مجنوں کہتے ہیں۔ رشتہ دار اور وہ متعلقین جو ساری عمر اس کی کمائی پر پلتے رہے سانپ اور بچھو بن کے ڈس رہے ہیں۔ جاہ و جلال کو چھوڑ دیا ہے۔ اسباب اور گھر کو چھوڑ دیا ہے۔ موٹر اور سواری کو چھوڑ دیا ہے۔ لباس اور عزت کو چھوڑ دیا ہے۔ نیند اور آرام کو چھوڑ دیا ہے۔ ہزاروں ہیں جو اس کی آواز سن رہے ہیں۔ ہزاروں ہیں جو اس کے حال کو دیکھ کر خون رو رہے ہیں۔ لیکن آ! اے ہلاکت کی طرف جانے والے مسلمان آ! اور اس عظیم الشان ہوش کی غار حرا سے نکلی ہوئی آواز کو پھر سن! یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اسی رسول کریم کی آواز ہے جس نے دنیا میں تجھے سربلند کر دیا تھا۔ جس کا ایک دھکا تیرہ سو برس تک تجھے بادشاہ کر گیا تھا۔ تجھے دنیا میں غالب اور اعلون کر گیا تھا۔ تجھ کو دنیوی اور اخروی فلاح دے گیا تھا۔ اب جب کہ نہ تیرے پاس دنیا رہی نہ دین۔ آ اور علامہ مشرقی کی آواز سن کہ کیا کہتا ہے!!

علامہ مشرقی کا پیغام

اے مسلمان! آ اس کی آواز سن۔ اس کے آسان اور بے ضرر حکم پر کان دھر۔ وہ تجھ سے اگر کچھ مانگتا ہے۔ تو یہ مانگتا ہے کہ تو شام کے وقت نماز مغرب کے بعد جب کہ تو فارغ ہے اپنے محلے کے زیادہ نہیں تو دس آدمیوں کو جمع کر، ان کا سردار اور پیشوا بن۔ ان کو ایک قطار میں پھر کھڑا کر۔ ان کو نبی والا بیلچہ پکڑا کہ اونچ نیچ برابر ہو جائے۔ بڑے کی بڑائی نہ رہے۔ چھوٹے کا حوصلہ بڑھے۔ ان کو زور سے ہشیار کہہ کہ ہشیار ہو جائیں۔ ان کو تیز خرام کہہ کہ سب کے سب ایک انداز سے چلنے لگیں۔ ان کو جیش باش کہہ کہ ایک آواز سے کھڑے ہو جائیں۔ پھر کیا ہو گا! تجھ میں امیری اور سرداری کی شان پیدا ہو جائے گی اور تیری فوج میں اطاعت اور فرمانبرداری کی شان۔ یہی نماز اور امام کی اصل شان تھی۔ جو مٹ

چکی ہے۔ آ اس نماز اور امامت کو پھر قائم کر! حدیث شریف میں ہے من مات لم یجد امامه فقد مات میتة الجاہلیتہ یعنی جو مر گیا اور اس نے اپنے امام کو نہیں پہچانا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اے مسلمان! دیکھ اور غور سے سن۔ جب تو نے ایک ایک محلے میں کم از کم دس آدمیوں کو اپنے حکم کا مطیع کر لیا۔ اور ان کو اپنے حکم کے سننے کے قابل بنا لیا اور سب محلے کے سردار ایک لڑی میں پرو دیئے گئے۔ تو تیری آواز ہو گی، تیری طاقت ہو گی، تیری جماعت ہو گی، تیری بادشاہت ہو گی، تیرا غلبہ ہو گا۔ تو توپ سے لڑ جانے کے قابل ہو گا، تو آسمان کو ٹکر مار کر توڑ دے گا۔ تو اگر اس وقت کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور سب سے ہٹا ہو رہا ہے تو اس لئے کہ تو ریت کے ذروں کی طرح ایک دوسرے سے جدا ہے۔ پتھر اور سنگ خارا بن تا کہ سب کو پاش پاش کر دے۔ ہنگامی تحریکوں اور شیطانی جذبوں سے جو تو چند لمحوں کے لئے جمع ہو جاتا ہے کچھ نہیں بن سکتا۔ آ ہمیشہ کی روحانی تحریک میں شامل ہو حدیث شریف میں ہے۔ علیکم بالجماعته والسمع والطاعته

یعنی اے مسلمان! تجھ پر لازم ہے کہ جماعت قائم کرے اور لوگوں میں سننے اور قبول کرنے کی قابلیت پیدا کرے۔

اے مسلمان! دیکھ اور سن۔ جب تیری جماعت پیدا ہو گئی۔ دس آدمی سننے اور قبول کرنے والے پیدا ہو گئے، دس آدمی ایک قطار میں کھڑے ہو گئے، دس آدمی ہشیار اور چست ہو گئے، دس آدمیوں نے روزانہ بیلچے باہر نکال کر تیری سرداری میں چلنا قبول کیا، تو آسمان اور زمین کے دشمن تجھ سے خوف کھائیں گے۔

اے مسلمان! اس جماعت بندی اور بیلچے سے سپاہیانہ قواعد کے بعد تو خدمت خلق کر! ہندو اور مسلمان کی، سکھ اور انگریز کی، انسان اور حیوان کی بے مزد خدمت کر کہ تجھ میں روحانیت اور للہیت پیدا ہو، تو خدا سے پھر ملے، یاد رکھ جب تک خدا سے نہیں ملے گا۔ خدا تیری مدد نہ کرے گا۔

اے مسلمان! اس خدمت کے بعد خدا کی نماز پڑھ۔ ان دس آدمیوں کی جماعت کو بیلچوں سمیت مسجد میں لے جا، نمازیوں کے ساتھ تو بھی نمازی بن جا، اس کے فرضی امام کو دعوت دے کہ بیلچہ بردار بن جا۔ نمازیوں کو دعوت دے کہ ایک قطار میں پھر کھڑے ہو جائیں۔ وہ مسجد میں جا کر بھی اپنی اپنی نمازیں پڑھتے ہیں۔ خدا کی نماز ہرگز نہیں پڑھتے۔

خاکساری کی تحریک مختصر الفاظ میں یہ ہے--- کیا کوئی شخص اس تحریک کی حقیقت کو

سمجھ کر اس سے باہر رہ سکتا ہے؟

۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء محمد سرفراز خان' بی۔ اے' ایم۔ ایس سی' ایل ایل۔ بی

○

پہچان کیا سکے گی مجھے' پست ہے نظر
قرنوں کے بعد بھی کوئی سمجھا تو پا گیا
المشرقی

راہے کہ بہ منزل نرساند کفر ست
طاعت کہ حکومت نہ دہاند کفر ست
ہر عسر کہ یسر ش نہ ہویدا ست خطاست
اسلام کہ غالب نہ کناند کفر ست
المشرقی

۳۱ جولائی ۱۹۳۶ء کے امرتسر کیمپ میں

خطاب

جس میں

بتلایا گیا ہے کہ نظام کا تعلق شخصیت سے اکثر نہیں، یہ ضروری بلکہ صحیح نہیں کہ کسی جماعت کا نظام کسی خاص شخصیت کے باعث چلے اور جب وہ شخص موجود نہ ہو کام بگڑ جائے۔ زندہ قوموں میں نظام روحانیت اور تقوےٰ کا نام ہے۔

اے مسلم بے خدا و اے پیر پرست
دین راچہ دادہ شکستے بہ شکست
زینان کہ زہم دگر صف آراستہ اند
شیرازہ امت چہ خواہی بربست
المشرقی

جماعت کو منظّم کرنے کے لیے سردار کا ہونا ضروری ہے

امرتسر کے خاکسار سپاہیو! تمہیں اب کی دفعہ اپنے دو سرداروں کی مجبوری غیر حاضری سے عملاً یہ سبق ملا ہو گا کہ جماعت کو طاقت ور اور منظّم رکھنے کے لئے سردار کا ہونا کس قدر ضروری ہے' پچھلے چند ہفتوں سے تمہارے سالار اکبر کو اپنے ایک عزیز کی بیماری کے سلسلے میں باہر جانا پڑا۔ ادھر قائم مقام سالار اکبر بھی بیمار پڑ گئے۔ خاکساروں میں کھلبلی مچ گئی کہ اب کیا کریں اور کدھر جائیں' مناسب امیر نہیں' امیر کے نہ ہونے کے باعث چند دنوں کے اندر تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر گئے۔ امرتسر سے کئی فریادیں مجھے پہنچیں کہ نظام بگڑ رہا ہے۔ سالار اکبر کو بلاؤ ان کے بغیر کام نہ چلے گا۔ میں تمہیں سبق دینا چاہتا تھا کہ نظام کا تعلق شخصیت سے اکثر نہیں۔ یہ ضروری نہیں بلکہ صحیح نہیں کہ کسی جماعت کا نظام کسی خاص شخصیت کے باعث چلے اور جب وہ شخص موجود نہ ہو کام بگڑ جائے۔

زندہ قوموں میں نظام اس روحانیت اور تقوے کا نام ہے جس کے باعث افراد اپنے قلوب کی اندرونی آواز پر قاعدے اور سنت اللہ کے مطابق خودبخود چلتے رہے ہیں' افراد کے اندر قانون کی نافرمانی کا ہول اور قاعدوں کی پابندی کا احترام خود بخود پیدا ہو جاتا ہے' دلوں میں ذمہ داری کا حس' ذہنوں میں پابندی' اصول کا احترام' سینوں میں اپنے اپنے بنائے ہوئے ضابطوں کی عزت' جگروں میں قانون سے برگشتگی کا خوف' الغرض قومی حیا اور وجدان اس قدر جاری و ساری ہو جاتے ہیں کہ تمام قوم کی قوم سردار کی شخصیت سے عملاً" بے نیاز ہو جاتی ہے۔ سردار صرف حکم دینے کی مشین بن جاتا ہے۔ سردار برا ہو یا اچھا' سردار موجود ہو یا نہ ہو' سردار قتل ہو جائے یا مرجائے مگر قوم پر اس کے ہونے یا نہ ہونے کا لازما" کچھ اثر نہیں ہوتا۔ زندہ قوم کے دل زندہ ہوتے ہیں' ان کے جی جیتے اور جاگتے ہیں۔ ان کے سینے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان سے اگر کوئی شے عمل کراتی ہے تو وہ **ضمیر کی آواز**' قانون فطرت کا **صحیح تعقل**' یا دوسرے الفاظ میں **خدا کا خوف** اور **شرح صدر** ہوا کرتا ہے۔

ان پر کوئی سردار ہر وقت لاٹھی لے کر کھڑا نہیں رہتا کہ کام کریں۔ کوئی کوتوال درہ لے کر بازاروں میں نہیں پھرتا کہ گناہوں سے خبردار رہیں۔ ان کے دلوں میں صرف تقویٰ اور روحانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ صرف اس امر کا احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ فلاں شے فرض ہے' اس لئے فرض کو بہر نوع بجا لانا ہے۔ فلاں قاعدہ مسلم ہے اس لئے اس قاعدے پر ضرور چلنا ہے' فلاں بات درست ہے اس لئے اس درست بات کو بہرحال درست رکھنا

ضروری ہے۔ جب تک یہ تقویٰ اور روحانیت برقرار رہتی ہے قوم کے کسی عمل میں کوئی نقص حادثات کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتا۔ جب دلوں سے خوف خدا اور روحانیت اٹھ گئی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور وہ قوم جہنم کے گڑھے پر آکھڑی ہوتی ہے۔

زندہ قوموں کے افراد اپنے اعمال میں خدا سے لگاؤ پیدا کر لیتے ہیں

خاکسار سپاہیو! زندہ قوموں کے افراد اپنے اعمال میں صرف خدا سے براہ راست لگاؤ پیدا کر لیتے ہیں اور اس لئے اپنے سردار کی شخصیت سے (جو لامحالہ ماسوائے خدا ہے) بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ نہیں بلکہ زندہ قوموں کے افراد کے عمل اس قدر خالصتہ" لوجہ اللہ اور عظیم الشان ہوا کرتے ہیں کہ کوئی سردار یا کوتوال صرف لاٹھی کے زور پر ان سے یہ عمل حتما" نہیں کرا سکتا۔ مثال کے طور پر ہر زندہ قوم کا فرد لین دین میں کھرا' وقت کا پابند' وعدے کا سچا' بات کا پورا' حساب کا پکا' رحمدل' خادم خلق' امیر کا مطیع وغیرہ ضرور ہوتا ہے۔ لین دین میں کھرا پن اور وعدے میں وفا ہرگز نہیں ہو سکتی جب تک کہ عامل کے دل میں خدا اور قانون کا سچا خوف نہ ہو۔ انگریز کے سر پر ہر وقت ایڈورڈ ہشتم کی تلوار نہیں لٹکتی رہتی۔ وہ آج وعدہ اس لئے وفا نہیں کرتا کہ اس کا دنیاوی سردار وعدہ خلافوں کو خطرناک سزائیں دیتا رہتا ہے۔ اس کے یہ عمل اس لئے ہیں کہ اس کے دل نے خدا کا یہ قانون نفع مند سمجھ کر مان لیا ہے۔ سینے اس کو قبول کرنے کے لئے کھل چکے ہیں۔ اس لئے اب انگریز کا خدا سے براہ راست تعلق ہے۔ خدا کا سچا تقویٰ اور ڈر اور خدا کی سچی روحانیت اس کے دل میں ہے۔

مسلمان آج لین دین کا کھرا اس لئے نہیں ہے کہ اس کے دل سے وہ ڈر اٹھ چکا ہے' اس کے سینے کے اندر اس سچائی کو قبول کرنے کی گنجائش نہیں رہی' اس کا تعلق خدا سے نہیں رہا۔ وہ خدا کو صرف قولوں اور لفظوں کے مکر میں تسلیم کرتا ہے۔ عملاً" اور فعلاً" خدا کا منکر ہے۔ یاد رکھو قوم کی زندگی کو تقویٰ اور روحانیت سے وہ اٹل تعلق ہے کہ ان کی موجودگی کے بغیر کوئی قوم سردار کے موجود ہونے سے زندہ نہیں رہ سکتیں۔

زندہ قوم کے تمام عمل ضمیر کی آواز سے ہوتے ہیں!

خاکسار سپاہیو' زندہ قوم کے افراد پوچھتے نہیں کہ ان کا سردار کون ہے۔ کس شخصیت کا مالک ہے۔ اس وقت موجود ہے یا نہیں۔ اچھا ہے یا برا ہے۔ بے عیب ہے یا عیب رکھتا

ہے۔ ان کے تمام عمل ان کی ضمیر کی آواز سے ہوتے ہیں اور خود بخود ہوتے جاتے ہیں۔ امیر کا موجود ہونا یا نہ ہونا' امیر کا برا یا بھلا ہونا' امیر کا زور آور یا کمزور ہونا' ان کے نظام میں کوئی خلل لازماً نہیں ڈالتا۔ امرتسر میں تمہارا سردار چند ہفتوں سے امرتسر میں موجود نہ تھا' ایک زندہ جماعت کے عضو ہونے کی حیثیت میں تمہارا کام یہ نہ تھا کہ تمام کام بند کر دیتے اور اس کی واپسی کا انتظار کرتے۔ تمہارے شایان شان نہ تھا کہ فریاد کرتے کہ اسی سالار اکبر کو بلاؤ' سالار اکبر کے بغیر کام نہ چل سکے گا۔ تمہارا فرض تھا کہ سچے تقوی اور سچی روحانیت سے ان قاعدوں پر حرف بحرف خود بخود چلتے رہتے جو تمہیں دیئے گئے تھے' خواہ تمہارا قائم مقام سالار اکبر اس سے بھی زیادہ بیمار ہوتا جتنا کہ وہ ہے۔ ہر سالار جمعہ کی شام کو اپنے اندر اٹل آواز محسوس کرتا کہ سالاروں کے اجلاس میں حاضر ہونا ہے' ہر خاکسار روزانہ شام کو اپنے سینے میں انمٹ خلش محسوس کرتا کہ سپاہیانہ قواعد کے لئے حاضر ہونا ہے۔ کیمپ کی تیاری کرنی ہے۔ جماعتوں کو پر رونق بنانا ہے۔ نہ یہ کہ چونکہ صاحب نشان عبدالرحمن کی لاٹھی تم پر سے ہٹ گئی اور قائم مقام سالار اکبر رشید خاں بیماری کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہے اور تمہیں درے مار کر سیدھا نہیں کر سکتا' اس لئے بہتر ہے کہ مسلمانوں کے مہدی علیہ اسلام کے انتظار کی طرح عبدالرحمن ہی کا انتظار کیا جائے' وہی آکر ہمیں درست کر سکتا ہے' کوئی دوسرا شخص اس قابل نہیں کہ نظام قائم رکھ سکے۔

قرآن حکیم کا قرن اول کے مسلمانوں سے خطاب!

خاکسار سپاہیو! یاد رکھو کہ قرآن حکیم نے بعینہٖ اسی قسم کا خطاب قرونِ اُولٰی کے مسلمانوں سے دنیا کے سب سے بڑے رہنما کے متعلق کیا تھا جو اس وقت میں بار دگر تم سے کر رہا ہوں قرونِ اُولٰی کے عرب کا تکیہ بھی شروع میں رسول خدا صلعم کے وجود پر اسی قطع کا تھا جس قطع کا آج تم اپنے سالار اکبر پر کر رہے ہو۔ اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ" اے عقلمندو! محمد صلعم تو صرف ایک پیغام لانے والا ہے' اس سے پہلے بھی اسی قطع کے کئی پیغام لانے والے آئے اور چلے گئے تو کیا بالفرض یہ پیغمبر مرجائے یا قتل ہو جائے تم اس پروگرام (یعنی دین اسلام) کو چھوڑ چھاڑ کر الٹے پاؤں اپنی پہلی حالت پر پھر آجاؤ گے۔ اگر ایسا کرو گے تو یاد رکھو کہ تم خدا کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ بگاڑو گے تو کچھ اپنا ہی بگاڑو گے۔" وغیرہ وغیرہ۔

یہی وجہ تھی کہ جب رسول خدا صلعم کے وصال کے بعد لوگوں کو شک ہوا کہ سرور

کائنات مرے نہیں اور بدنظمی کا اندیشہ لاحق ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے لوگو! جو محمد صلعم کے پیچھے لگے تھے تو جان لو کہ محمد صلعم وفات پا گئے اور اگر تم نے خدا کی غلامی قبول کی تھی تو خدا حی و قیوم ہے اس کو فنا ہرگز نہیں۔ یہ اس لئے کہ مسلمان کا نظام صرف خدا کا تقویٰ اور اس سے براہ راست تعلق پر ہے۔ خدا سے کم تر کسی شے پر نہیں۔ جب تک مسلمان کے دل میں سب سرداروں اور کوتوالوں' سب شخصیتوں اور وجودوں کو نظرانداز کر کے خدا کا نظام' خدا کا تقویٰ اور خدا کی سچی روحانیت قائم نہیں ہو گی مسلمان بلکہ کسی زندہ قوم کا نظام قائم نہیں ہو سکتا۔

اطاعت امیر اور شخصیت!

خاکسار سپاہیو! حدیث شریف میں بھی اسی وجہ سے ہے کہ اگر تم پر ایک حبشی غلام امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کی اطاعت کرو۔ امیر کا زور آور ہونا یا کمزور ہونا' برا یا بھلا ہونا' خوبصورت یا بدصورت ہونا' امیر یا غریب ہونا' قومی زندگی پیدا کرنے کے لئے ضروری نہیں۔ زندگی اور نظام تمہارے قلب کی آواز سے پیدا ہوں گے' تمہارے اس احساس فرض سے قائم ہوں گے جو خاکسار تحریک تم میں پیدا کرنے کی سعی کر رہی ہے۔

خاکسار سپاہیو! اس تحریک میں تمام شخصیتوں حتی کہ عنایت اللہ کی شخصیت فنا کر دو۔ خاکسار تحریک عنایت اللہ کی بنائی ہوئی تحریک نہیں' دین اسلام کو پھر زندہ کرنے کی تحریک ہے۔ جس دن عنایت اللہ یا عبدالرحمن مر گئے کیا دین اسلام یا تحریک کو چھوڑ بیٹھو گے؟ قوت اور جماعت جس جگہ اس دنیا میں پیدا ہوئے یا کرایہ کے مزدوروں سے پیدا ہوئی ہے اور جب تک مزدوری ملتی رہی ہے' جماعت برقرار رہی ہے۔ لیکن لازوال قومی نظام اور دائم قومی استحکام جہاں پیدا ہوا ہے کرایہ اور انسانی شخصیتوں کے اثر سے پیدا نہیں ہوا۔ وہ صرف قانون خدا اور مقام خدا کے ڈر سے پیدا ہوا ہے۔ قومیں کبھی بلند نہیں ہوتیں جب تک کہ ان کے اخلاق بلند نہ ہوں اور یاد رکھو کہ اخلاق کا بلند کرنا خدا کے قانون کے صحیح ڈر کے بغیر محال ہے!

دنیا کا کوئی معمولی کام بھی آرزوؤں کے ساتھ نہیں چلا

اس موقعہ پر ایک اور دقت جو وقتاً فوقتاً ہمارے سرداروں کے دلوں میں الجھنیں ڈالتی رہتی ہے۔ مناسب ہے کہ اس کی تشریح بھی کر دوں۔ ہمارے سردار اس تحریک میں خوفزدہ

ہو کر محسوس کر رہے ہیں کہ جب تک وہ پہلے دن سے ہمیشہ تک کے لئے اپنے فرائض میں چوکنے نہ رہیں گے، تحریک کو نہ چلا سکیں گے۔ جب تک روزانہ عمل کے لئے روزانہ حکم، روزانہ بیداری، روزانہ توحید، روزانہ تجویز و تدبیر نہ ہو گی، یہ مشین خودبخود نہ چل سکے گی۔ ہمارا سردار جوش وار عمل کے بعد کچھ تھکتا ہے تو آرام لینے کی ٹھانتا ہے، اُدھر آرام لینے کی سوجھتی ہے، اُدھر نظام فوراً ڈھیلا ہو جاتا ہے وہ آرزوئیں کرتا ہے کہ نظام خودبخود چلتا جائے اور اس کو آرام کرسی نصیب ہو۔ یاد رکھو کہ آج تک دنیا کا ادنے سے ادنےٰ کارخانہ، چھوٹے سے چھوٹا محکمہ، معمولی سے معمولی کام ان آرزوؤں کے ساتھ کبھی نہیں چلا۔ سردار کی سرداری کے بغیر کوئی ادنیٰ سی مشین آج تک رواں نہیں ہو سکی۔ ادنیٰ سا کام اس کے وجود کے بغیر نہیں ہوا۔ انگریز آج ہندوستان کی سلطنت کا مالک ہے۔ سب محکموں پر اس کا پورا اختیار ہے، یہ محکمے سب کے سب اس کے تحت کم و بیش دو سو برس سے چل رہے ہیں۔ لیکن سب کچھ اس کی دو سو برس کی ہشیاری اور مستعدی کے باعث چل رہے ہیں۔ اگر آج کسی محکمہ کا انگریز افسر چند لمحوں کے لئے اس محکمہ کی قیادت سے غافل ہو جائے تمام محکمہ کا نظام ڈھیلا ہو جائے، اسی وقت سب کرایہ کے کلرک اپنا کام چھوڑ بیٹھیں۔ سب سے بڑی بددیانتی کے لئے تیار ہو جائیں کوئی شخص ٹھیک دس بجے دفتر میں نہ پہنچے، سب طرف سکھا شاہی مچ جائے۔ اتحاد عمل ہرگز نہ رہے۔ فرض کا احساس فوراً مفقود ہو جائے۔ یہ فی الحقیقت اس سردار کی ہوشمندی اور بیداری ہے جو محکمے کے کام کو خوبی سے چلا رہی ہے۔ انگریز افسر اپنے فرض سے غافل اس لئے نہیں ہوتا کہ غفلت کے نتائج جانتا ہے۔ جانتا ہے کہ اگرچہ محکمہ دو سو برس سے چل رہا ہے اور کارکنوں کو کام کرنے کی عادت پڑ چکی ہے لیکن یہ سب کچھ اسی وقت تک ہے کہ وہ آپ ہوشیار ہے۔ اس کی سرداری اسی وقت تک ہے کہ وہ آپ اپنے فرض کا احساس کر رہا ہے، جس دن اس نے اپنے فرائض کا احساس چھوڑ دیا، اس کے ماتحت اپنے فرائض بدرجہ اُولےٰ اور بوجہ احسن چھوڑ دیں گے، وہ کام میں اس لئے لگے ہیں کہ ان کا سردار کام کر رہا ہے۔ ان میں حس عمل اس لئے باقی ہے کہ ان کا سردار حساس ہے۔ قرآن حکیم نے اسی پیہم عمل کو پیدا کرنے اور سردار قوم کو ہوشیار رکھنے کے لئے خدا کے بیکار ہونے کے نظریے کو قطعاً باطل کر دیا ہے۔ خدائے عزوجل کے متعلق صاف الفاظ میں کل یوم ھو فی شان۔ لاتاخذہ سنتہ ولانوم اور ما مسنا من لغوب کہہ دیا۔ صاف کہہ دیا کہ دنیا کے اس عظیم الشان کارخانے کا مالک بھی ہر آن اور ہر گھڑی کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے۔ کسی نہ کسی اہم تجویز و تدبیر میں لگا ہے

علی الاعلان کہہ دیا کہ وہ تھکتا نہیں، اس کو کبھی نیند نہیں آتی۔ کبھی تکان نہیں ہوتی۔ یاد رکھو! سردار کی سرداری اسی میں نہیں تو قوم کی سرداری کچھ نہیں۔ خاکسار سپاہی کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے کھڑا ہوا ہے اس لئے خدا سے اپنا عہد باندھے اور خود بخود تقویٰ، روحانیت اور ضمیر کی آواز پر کام کرتا جائے۔ خاکسار سالار کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ قوم کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا ہے اس لئے قوم سے اپنے عہد باندھے اور صحیح معنوں میں سرداری کرے۔

خاکسار تحریک میں نہ سپاہی کو چین ہے نہ سردار کو۔ اسی نہ چین ہونے اور ہر دم بے آرام ہونے کا نام حرکت ہے!

جو قومیں اس لازوال حرکت میں لگی ہیں ان کی دنیا سدھر گئی ہے۔ سکون اور جمود موت کا دوسرا نام ہے۔ اسی وقت منزل مقصود نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ اسی وقت خدا کا انتقام اس قوم پر متحقق ہو جاتا ہے۔

سمجھ لو!

کہ جہاں ٹھہرے گرے اور جب تک چلتے جاؤ گے خدا تمہارے ساتھ ساتھ چلتا جائے گا۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم وصد سالہ راہم دور شد

۳ جولائی ۱۹۳۶ء

عنایت اللہ خان المشرقی

اتخذ والاحبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ(قرآن حکیم)
انہوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر مولویوں اور پیروں کو خدا بنا لیا ہے۔

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

۱۰ اگست ۱۹۳۶ء کے گجرات کیمپ میں خطاب

جس میں

واضح کیا گیا کہ مولویوں نے قرآن حکیم کے معانی میں کیا حیرت انگیز معنوی تحریف کی اور یہ لوگ قرآن کے صحیح معانی کیوں چھپاتے ہیں۔

ز من بر صوفی و ملا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند مارا
ولے تاویل شان درحیرت انداخت
خدا و جبریل و مصطفےٰ را

اقبال

کاہچور نفس کا پیدا کردہ اطمینان

مسلمانو! گجرات کے اس عظیم الشان کیمپ میں جو ہماری پچھلی چار سال کی تاریخ میں خاکسار سپاہیوں کا ایک بے مثال اجتماع ہے اور جس کی کامیابی کا سہرا تمہارے شہر کے نیک نیت سالار اکبر محترم میاں محمد شریف کے سر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں بے چین کردوں۔ تمہارے اطمینان کہ الحمد للہ تم مسلمان ہو' الحمد للہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئے ہو' خدائے واحد کے نام لیوا ہو' جنت کے حق دار ہو' اللہ کے لاڈلے ہو' تم پر دوزخ کی آگ حرام ہے' وغیرہ وغیرہ ہاں تمہارے اطمینان کو مشکوک کرکے تمہیں سچا اور کھرا اسلام بتاؤں۔ تم یہاں سے اٹھو تو پریشان ہو کر اٹھو۔ گھر واپس جاؤ تو لڑکھڑا لڑکھڑا کر چلو۔

تم پچھلے تین سو برس سے ذلیل اور رسوا ہوتے گئے ہو' اس لئے کہ تم تسلیوں میں مبتلا ہو' آرام کے کونے بنا بنا کر مزے سے بیٹھے ہو' تمہارے دماغ نے' تمہارے کند ضمیر کی آواز نے' تمہارے نفس نے' تمہارے مذہبی اور دینی پیشواؤں نے کئی قرنوں سے کسی ایسے خطرناک فکر اور سمجھوتے میں پرورش کی ہے کہ اب آنکھیں ہو ہوا کر اس پتلی حالت پر راضی ہو۔ الحمد للہ اس لئے کہتے ہو کہ آرام کی کوئی راہ پیدا ہو۔ خدا کا شکر کرتے ہو کہ کچھ کام نہ کرنا پڑے شکر ادا کرکر کے خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہو کہ تماری بے محل خوشامد اسے بھلی لگے اور تم سے کسی عمل کا امیدوار نہ ہو' تم خدا کو سمجھاؤ کہ اگرچہ وہ سب کچھ چھین کر لے گیا ہے اور غیروں کو دیتا جاتا ہے مگر چھن جانے کا غم تو الگ رہا' ہم تو سرے سے کچھ مانگتے ہی نہیں! جو باقی ہے وہ بھی لے لے پھر بھی راضی ہیں۔ اگر غور سے دیکھو تو یہ اطمینان اور تسلیاں تمہارے کاہچور نفس کی پیدا کی ہوئی ہیں' تمہارے دماغوں کا کھلا قصور ہے ورنہ کوئی ہوشمند شخص اس گھاٹے کے بعد جس میں تم ہو شکرگزار ہونا تو درکنار ایک لمحے کے لیے چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔

مسلمانو! تمہارے قرونِ اُولےٰ کے باپ دادوں کے متعلق قرآن میں لکھا تھا کہ خدا ان سے راضی ہو گیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ راضی ہونے کا دستور بھی یہی ہے کہ دونوں طرف رضامندی ہو' راضی ناموں میں جو تم دنیاوی عدالتوں میں کرتے پھرتے ہو طرفین راضی ہوا کرتے ہیں۔ دونوں طرف سے پسندیدگی ہوا کرتی ہے۔ آج خدا تم سے سب کچھ چھین چھین کر ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے۔ تمہیں بار بار کئی قرنوں سے تنبیہ کر رہا ہے کہ میں مسلمانوں کے رویے سے خوش نہیں ہوں مگر تم ہو

کہ خدا کے اس چھیننے پر راضی ہو' نہیں بلکہ خود راضی ہو کر نفس کو دھوکا دینا چاہتے ہو کہ اس طرح خدا بھی خوش ہو جائے گا' اپنے نفس کے لئے الحمد للہ کہہ کر آرام تلاش کر رہے ہو کہ سہل چھٹکارا ہو جائے اور کچھ نہ کرنا پڑے۔ یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ خدا شدت سے ناراض ہو اور دردناک سزائیں دے رہا ہو' سلطنتوں کے تختے الٹ چکا ہو' گھر سے بے گھر کر رہا ہو' بھوک اور ننگ وے رہا ہو' تجارت' دولت' عزت سب کچھ تباہ کر چکا ہو' ہر مسلمان خوف میں گھرا ہو' بھوک سے عاجز آچکا ہو اور تم چھیننے والے سے یہ امید رکھو کہ وہ لفظوں کی خوشامد سے سزا دینے سے باز آئے۔ اگر غور سے دیکھو تو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا صاف مطلب یہ تھا کہ خدا قرونِ اُولےٰ کے مسلمانوں کے کام سے راضی ہو گیا اور قرونِ اُولےٰ کے مسلمان خدا کے انعام سے راضی ہو گئے۔ ایک طرف کام تھا' دوسری طرف انعام' جب تک کام ہوتا رہا انعام ملتا رہا راضی دونوں طرف تھے' خدا کام لیتا تھا' مسلمان انعام لیتے تھے' میرے چھوٹے سے دماغ میں نہیں آتا' کہ تمہاری یک طرفہ رضامندی آج مسخرہ پن اور فریب نہیں تو اور کیا ہے؟

خدا کی آزمائشیں اور مسلمانوں کا عمل!

مسلمانو! غور سے سنو خدا نے قران میں کہا تھا کہ اے مسلمانو! وقت آئے گا جب تم پر تمہارے اپنے کرتوتوں کے باعث غلامی کی بھوک' دشمن کے خوف' دولت میں گھاٹے' تجارت میں نقصان' کمیٔ تعداد' قحط الرجال' الغرض اجتماعی ذلت اور مسکنت کا امتحان نازل ہو گا۔ ایسے آڑے وقت میں ہم آزمائیں گے کہ تم کیا کرتے ہو' دیکھیں گے کہ تم کیا علاج تجویز کرتے ہو' ولنبونکم بشئی من الخوف و الجوع و نقص من الاموال والانفس و الثمرات قرآن نے دوسری جگہ صاف کہہ دیا تھا کہ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا جب کوئی مصیبت آتی ہے بندوں کے اپنے ہی کئے سے آتی ہے۔ ما اصابکم من مصیبته فمن انفسکم الغرض قرآن عظیم نے مسلمانوں کو تنبیہ کر دی تھی کہ ذلت اور مسکنت کا وقت آنے والا ہے اور اس وقت تمہارا امتحان ہو گا۔ اسی آیت کے عین ساتھ ہی اس امتحان میں پاس ہونے کا علاج وبشر الصبرین الذین اذا اصابتهم مصیبته قالوا انا لله و انا الیه راجعون کے الفاظ میں لکھ دیا تھا۔ اعلان کر دیا تھا کہ اس مستقل مزاج قوم کو خوشخبری دے دو جو مصیبت کے آنے کے وقت پکار اٹھتی ہے کہ ہم تو دراصل خدا کے ہی ہیں اور اسی خدا کے احکام کی طرف پھر رجوع

کر کے خدا کو راضی کر لیں گے۔ ان آیتوں کا مقصد یہ تھا کہ مصیبت اس وقت آئے گی جب قانون خدا سے ہٹو گے مصیبت اس وقت دور ہو گی جب قانون خدا کی طرف لوٹ آؤ گے' جب پھر خدا کا کہنا ماننے لگو گے' جب پھر اس کے احکام پر عمل شروع کر دو گے' جب پھر روٹھے ہوئے اور ناراض خدا کو اپنے عمل سے منا لو گے۔ آج تمہاری مکاری اور تن آسانی نے اس عظیم الشان آیت کے معنوں کو توڑ مروڑ کر یہ معنی پیدا کر لئے ہیں کہ اے مسلمانو! خدا تمہارا دوست تو ہر حالت میں رہے گا کیونکہ تم ہی اس کے نام لیوا ہو لیکن کبھی کبھی تم میں سے کسی کو ذاتی طور پر بھوک اور خوف یا مالی نقصان یا رشتہ داروں کی موت کی خفیف آزمائش میں ڈال کر معشوقوں کی طرح تھوڑا سا دکھ دیا کرے گا۔ تم اس معشوقانہ آزمائش کو دیکھ کر صبر اور تحمل سے چپ چاپ بیٹھے رہا کرو' دوست کے دکھ دینے پر الحمد للہ پڑھتے رہا کرو۔ اور ساتھ ساتھ انا لله و انا الیه راجعون کا منتر دھرا دیا کرو۔ خدا اس تعویذ کے پڑھ لینے کے بعد تمہیں خود بخود کشائش کرے گا۔

میں تمہیں صرف اس ایک آیت کی زندہ مثال دے کر بتلانا چاہتا ہوں کہ تم اور تمہارے مولویوں نے قرآن حکیم کے معنوں کو کس بددیانتی اور دیدہ دلیرہ سے بدل دیا ہے' عمل سے بھاگنے کے لئے کیا حیرت انگیز معنوی تحریف کلام خدا میں پیدا کر دی ہے۔ آج ہر شخص کسی مسلمان کی انفرادی موت یا ذاتی نقصان پر انا لله و انا الیه راجعون کے الفاظ کس تسلی سے دہراتا ہے' کس تسلی سے ان کا دہرانا مذہبی فرض سمجھتا ہے۔ کس اطمینان سے سمجھتا ہے کہ انا لله و انا الیه راجعون کا پڑھ دینا ثواب ہے' کیا غیروں کو بجھاتا ہے کہ مذہب اسلام چھو منتروں کا مجموعہ ہے؟ چند کلمے پڑھ لئے' خدا کو راضی فرض کر لیا' خدا لاکھ مصیبت ڈالے گھروں کے گھر برباد کر دے' سلطنتوں کے تختے الٹ دے مگر اس کو صرف اس کی (معاذ اللہ) معشوقانہ ادا سمجھ کر چپ چاپ بیٹھ رہے۔ الحمد للہ کے لفظ بار بار دہرا دے' گویا معشوق جوتے مارے اور تم اس کی ادا کو بے وجہ ناز اور تقاضائے حسن سمجھ کر خوش بخوش جوتیاں کھاتے رہو۔ سمجھو کہ جوتیاں مخول میں مار رہا ہے ورنہ ویسے تو دل سے راضی ہے' انصاف کرو قرآن کے فرضی معنوں سے جو تم نے اپنی کاہچوری کے باعث اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں تمہاری کسی مشکل کا حل ہو سکتا ہے۔ انصاف کرو کہ ادھر کروڑوں ستاروں اور آسمان و زمین کے مالک خدا پر افترا باندھ کر اس کو اپنا معشوق بنائے رہو' اس کو اتنا محتاج اور چھچھورا سمجھو کہ تم سے صرف تمہارے نام لینے پر خوش ہو جائے' اور ادھر اس سے یہ توقع کرتے ہو کہ وہ تمہاری مشکلوں کو گھر بیٹھے آسان کرتا رہے۔ مسلمانو! غور کرو کہ

اس دجل و فریب کو ادنے سے ادنے آقا بھی کیونکر منظور کر سکتا ہے!

توحید کیا ہے اور مشرک کون ہیں؟

گجرات قرآن دانوں کا گھر ہے۔ پنجاب کے زندہ دلوں کا مسکن ہے' اس شہر کو اسلام فہمی کا مرکز سمجھا جاتا ہے اس لئے قرآن میں **معنوی تحریف کی ایک اور حیرت انگیز مثال بیان کرتا ہوں۔**

مسلمانو! تم جانتے ہو کہ دنیا میں تمہاری سب سے جلد اونچا چڑھ جانے کی وجہ تمہاری توحید تھی۔ وہ شے جس نے تمہیں جلد جلد دنیا کی تمام نعمتوں کا مالک کر دیا تھا۔ **تمہارا خدا کو خدا ماننا تھا**۔ تم نے اگر چھتیس ہزار قلعے اور شہر بارہ برس میں سر کر لئے تھے۔ **تو اس خدا کے زور پر کئے تھے**۔ اس حیرت انگیز حرکت اور عمل کا راز قرآن کے صرف دو جملوں اعبد و الله اور لا تشرک بی شئیا میں تھا جن کا ترجمہ آج تمہارے مولوی اور دین کے پیشوا یوں کرتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو۔ عبادت کرو کے معنی یوں سمجھائے گئے کہ پانچ نمازوں اور روزہ حج کے علاوہ کونوں میں بیٹھ بیٹھ کر تسبیحیں چلایا کرو' چلے ہوں' ماتھوں پر رگڑ رگڑ کر محراب پیدا کرو' داڑھی کی خاص وضع قطع ہو' ٹخنوں سے اوپر پاجامہ ہو' مولوی کو کفن کی چادر ضرور ملے' عید کے روز سویاں ضرور ہوں۔ شب برات کا حلوہ ضرور ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ شرک نہ کرو کی تشریح یوں کر دی ہے کہ ہندوؤں کی دیویوں کے آگے ماتھا ٹیکنا شرک ہے۔ اس لئے الحمد للہ مسلمان شرک نہیں کرتے' قبروں کی پرستش یا پیروں کو سجدہ کرنا یا اپنی عورتوں کو پیروں کی خدمت کے لئے بھیجنا خیر یہ معمولی باتیں ہیں' شرک خفی ہو سکتا ہے' اصل شے شرک جلی سے بچتے رہنا ہے' خدا ان باتوں سے ناراض نہیں ہوتا' کیونکہ خدا اپنے نام لیواؤں سے کیونکر ناخوش ہو جائے۔ مولوی کہتا ہے کہ یہ کرو گے تو خدا فضل کرے گا تمام سلطنتیں انگریزوں سے چھین کر ہم عبادت گزاروں کو دے گا' انہیں تو بادشاہت اس لئے دی ہے کہ دنیا کے مردار کے پیچھے لگے ہیں۔ مجھے سردار عبدالعزیز خان گورنر ہرات نے بارہ برس گزرے کہا کہ امان اللہ خان نے اپنے عہدِ سلطنت میں مسجدوں کے لئے گھڑیاں تجویز کیں کہ نماز وقت پر ہوا کرے۔ ملا بگڑ بیٹھے' ایک ہرات کے ملا نے فتویٰ دیا کہ گھڑیوں کی بدعت رائج کرنے والا امان اللہ خان اور گھڑیوں کو تقسیم کرنے والا جنرل نادر خان دونوں کافر ہیں۔ نادر خان اس فتوے سے طیش میں آگیا اور حکم دیا کہ ملا کو توپ کے آگے اڑا دیا جائے۔ سردار عبدالعزیز خان کہنے لگے کہ اگر ہم سردار اس

وقت حاضر ہو کر جرنیل نادر خاں کا غصہ ٹھنڈا نہ کرتے اور ٹیلی فون کے ذریعے سے اس حکم کو منسوخ نہ کراتے تو غریب ملا کے توپ سے اڑائے جانے میں دو منٹ کی کسر رہ گئی تھی' غریب صرف ٹیلی فون کی برکت سے بچ گیا۔ مولوی کہتا ہے کہ جب مسلمان یوں عبادت گزار ہو گئے تو بفضل خدا سے انگریز بھاگ جائیں گے اور ان کے ساتھ گھڑی اور ٹیلی فون بھی ختم کر دی جائے گی۔۔ مسلمان آج عبادت اور شرک کی اس مولویانہ تشریح سے بڑا باغی ہے۔۔ وہ سوچتا ہے کہ اس عبادت سے اور اس شرک کے نہ کرنے سے بھلا قلعے کیونکر فتح ہوں گے۔ انگریز کیونکر بمبئی کی راہ سے بھاگیں گے' ٹیلی فون اور گھڑی کو تو وہ آپ آنکھوں سے کام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے' گھڑی کو اگرچہ مسلمانوں نے ایجاد کیا تھا لیکن گھڑی کو انگریزی ایجاد سمجھ کر اس کا معتقد ہے لیکن مولوی کی عبادت کی تشریح پر اس کا اعتقاد کچھ نہیں جمتا۔ وہ خود مولوی کو دیکھتا ہے کہ عبادت گذار ہو کر روٹی کے لئے مارا مارا پھرتا ہے' مشرک نہ ہو کر بھی اس کی بگڑی نہیں بنتی وہ ان آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ مشرک انگریز ہندوستان پر سلطنت کر رہے ہیں لیکن مسلمان ہے کہ ایک مسجد شہید گنج کو بھی واگذار نہیں کر سکتا۔ وہ صاف دیکھتا ہے کہ مشرک ہندو کے محلات آسمان سے باتیں کر رہے ہیں لیکن مسلمان کو سفید زمین پر پناہ نصیب نہیں۔ اس تمام تخیل کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمان چلے اور تسبیحیں تو خیر خدا کی پانچ نمازوں اور روزہ حج سے بھی باغی ہو رہا ہے۔ اسلام کی سچائی کا دل سے منکر ہے' قرآن اس کی سمجھ سے باہر ہو چکا ہے' ایمان کی معمولی خاصیتوں کو بھی خیر باد کہہ رہا ہے۔ یہ سب اس لئے کہ **عبادت کے نتیجوں اور شرک کے نقصانوں کو موٹر اور ٹیلی فون کی طرح آنکھوں کے سامنے صاف نہیں دیکھتا۔**

مسلمانو! اعبد والله کے الفاظ کا منشا یہ تھا کہ **اے لوگو اللہ کے غلام بن جاؤ**' اللہ نے جو حکم دیئے ہیں چوبیں گھنٹے ان کو مانو' چوبیں گھنٹے اس کی فرمانبرداری میں لگے رہو' جو اخلاق کی تصویر قرآن نے پیش کی ہے چوبیں گھنٹے اس پر کاربند رہو' جس طرح ایک عبد یعنی غلام اپنی مرضی کو آقا کے حکموں کے بالمقابل بالکل فنا کر دیتا ہے' اپنے آرام یا نفس کی خواہشوں کی اس کے حکم کے سامنے پرواہ نہیں کرتا' اسی طرح تم اللہ کی غلامی اختیار کرو۔ اس کی بندگی اور قید سے ایک لحہ باہر نہ ہو۔ قران میں حکم ہے کہ میدان جنگ سے پیٹھ نہ پھیرو' اس لئے اس کی عبادت اور غلامی یہ ہے کہ کٹ مرو مگر میدان سے نہ بھاگو' قرآن حکیم میں حکم ہے کہ فرقہ بندی نہ کرو' اصلی عبادت یہ ہے کہ سب کے سب ساٹھ کروڑ مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ایک صف بن کر رہیں' قرآن کہتا ہے کہ نماز پڑھو'

روزے رکھو' حج کرو' زکوۃ دو' مال یتیم نہ کھاؤ' اپنوں پر رحم کرو' وعدہ وفا کرو' سچے بنو' غیبت نہ کرو وغیرہ وغیرہ بیسیوں احکام ہیں' اصلی عبادت یہ ہے کہ ان حکموں پر چوبیس گھنٹے غلاموں اور بندوں کی طرح عمل کیا جائے نہ یہ کہ صرف نماز اور تسبیح کو عبادت سمجھا جائے اور باقی سب احکام کی پرکاہ کے برابر پرواہ نہ ہو۔ صاف دیکھ لو کہ اس عبادت سے کس قدر جلد تمام دنیا کی بادشاہت مل سکتی ہے۔ کس قدر جلد یرسل السما علیکم مدرار ویزدکم' قوۃ الی قوتکم کی پیشگوئی پوری ہو سکتی ہے۔

عبادت کے قرآنی معنی اللہ کا غلام بننا ہے

الغرض عبادت کے قرآنی معنی غلام بننا ہے' مسلمان جب تک اللہ کے غلام بنے رہے' دنیا کی سب نعمتیں ان کو ارزانی ہوئیں۔ جب اس مشکل غلامی کو چھوڑ کر آسان پانچ منٹ کی نماز کو عبادت بنا لیا' خدا بگڑ گیا' اسلامی قوت کا شیرازہ اسی اخلاق پر بندھا تھا جو قرآن میں درج تھا' جب مسلمان اس اخلاق کے عامل نہ رہے شیرازہ بکھر گیا' ادھر انگریزوں اور ہندوؤں نے خدا کی عملی غلامی اختیار کر لی خدا انگریز اور ہندو کا طرفدار ہو گیا' انگریز ہندو مسلمان سب خدا کی مخلوق ہیں سب پر اس کا فیض عام جاری ہے وہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھتا ہے' وہ رب العالمین ہے پس یاد رکھو جو اس کا بندہ بن گیا خدا اس کا ہو گیا۔ لا تشرک بی شئیا کے الفاظ میں بھی وہی راز تھا اور ویسی ہی بدیانتی ان الفاظ کے ساتھ کی گئی۔ خدائے عالم آرا نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ اے مسلمانو! میرے ساتھ کسی شے کو (غور کرو شے کا لفظ ہے صرف بتوں اور پتھروں کے الفاظ نہیں) شریک نہ کرو۔ اس کا مطلب صاف تھا کہ میرے سوا کسی شے کے حکم کو نہ مانو' ماں باپ' بیوی اولاد' فرزند' جاہ دولت' باغیچوں' مکانوں الغرض کسی ماسوا کے کسی حکم کو میرے حکم کے ساتھ شریک نہ کرو۔ یہ اشیاء وہ سچے بت ہیں جو انسان کے ساتھ چوبیس گھنٹے لگے رہتے ہیں اور خدا کے تکلیف دہ حکموں سے ورغلاتے رہتے ہیں' یہ اشیاء سب میری ہی عطا کردہ ہیں اس لئے میرا حکم غالب ہونا چاہئے۔ لا یشرک فی حکمہ احد کے الفاظ میں بھی یہی غیرت تھی اور مطلب یہ تھا کہ خدا اس قدر غیور اور توانا ہے کہ اپنے حکم کے ساتھ کسی دوسرے کے حکم کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتا۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے الفاظ میں بھی یہی حکمت تھی اور منشا یہ تھا کہ میں نے دنیا کے جن وانس کو پیدا ہی نہیں کیا مگر اس فطرت پر کہ وہ میرے غلام بنے رہیں' یعنی جب تک میرا حکم مانتے رہیں گے' دنیا

میں سربلند رہیں گے جب ماسوا کا حکم مانا برباد ہو جائیں گے۔ یہ اس لئے کہ ماں' باپ' بیوی بچے' زر' زن' زمین کا حکم ماننے سے تمام قومی قوتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے بت کی پرستش میں لگا رہتا ہے' قوم' ملک اور جماعت کی بہتری کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ سب لوگ الگ الگ ہو جاتے ہیں اور قومی عصبیت کا نشان تک نہیں رہتا۔

مولوی نے آج اس لاتشرک بی شئیا کے مشکل ترین حکم کو پتھر کے بتوں کا آسان شرک (یعنی لا تشرک بی صنماً" و حجراً") بنا کر پوری ساٹھ کروڑ امت کو شرک کے گناہ سے قطعاً مبرا کر دیا ہے۔ اب کسی مسلمان کو وہم تک نہیں گزرتا کہ وہ خدا کو کسی زمینی خدا کے ساتھ شریک ہر دم اور ہر لحظ کر رہا ہے' اس کو معلوم نہیں رہا کہ وہ چوبیس گھنٹے ماسوا کا حکم مان کر اور صرف پانچ منٹ زمین پر سجدہ کرکے دراصل خدا کے اس بڑے سے بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔ جس کے متعلق خدا نے قرآن میں کہا ہے کہ سب گناہوں کو بخش دوں گا مگر شرک کو قطعاً نہیں بخشوں گا۔ آج یہی وجہ ہے کہ مسلمان کو کم از کم اس دنیا میں بخشا نہیں جاتا لیکن دوسری قومیں بخشی جا رہی ہیں۔ دوسروں پر خدا کی نعمتوں کا لگاتار مینہ برس رہا ہے۔ دوسروں کو خدا سلطنتیں بخش رہا ہے۔ لیکن مسلمانوں سے سلطنتیں چھین رہا ہے۔ اگر مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں خدا کی بخشش کا یہ حال ہے تو دیکھ لو کہ آگے چل کر کیا حشر ہو گا!

اس تمام توضیح سے گجرات کے مسلمانو! میرا یہ مطلب ہے کہ ہمارے پیشوایان دین نے کئی قرنوں سے قرآن حکیم پر وہ خطرناک پردے ڈال دیئے ہیں اور ان پردوں پر اس ضد سے اڑے ہیں کہ اب قرآن کی اس تشریح میں جو ان کے پاس ہے۔ مسلمانوں کی صاف ہلاکت ہے۔ مولوی اس لئے اڑا ہے کہ اگر وہ قران کو کھول کر صاف بتلائے تو اس میں اس کی اپنی دکانداری کی قبر ہے۔ وہ اگر مسلمانوں کو ماسوا سے ہٹائے تو اپنے دن رات کے تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش کیونکر کر سکتا ہے۔ مجھے ایک بہت بڑے مولوی اور ایک مذہبی فرقے کے مشہور لیڈر نے نہایت شوخ چشمی سے ابھی تھوڑی مدت ہوئی کہا کہ تم قرآن اور اسلام کو بے حد ننگا کر کے دکھاتے ہو' اس قدر صحیح اسلام بتانے میں تمہاری جان کو خطرہ ہے' انگریز اس کو برداشت نہ کر سکیں گے' تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم اپنے مضامین کو شائع کرنے سے پہلے میرے پاس بھیج دیا کرو تاکہ میں اس کو اشاعت کے قابل بنا سکوں۔

مسلمانو! اگر اس پگڑ باندھے ہوئے مولوی کا نام تمہیں بتا دیتا تو تم حیران ہو جاتے اور میری کہانی کو کبھی یقین نہ کرتے۔ اسی طرح کچھ مدت ہوئی نواب بہادر یار جنگ نے حیدر

آباد دکن میں مجھے ایک خط مسلمانوں کے ایک بہت بڑے کتب فروش رہنما کا دیا یہ خط نواب بہادر یار جنگ کی اس دعوت کے جواب میں تھا کہ خاکسار تحریک میں شامل ہو جاؤ۔

محترم رہنما نے نہایت دیدہ دلیری اور بے حیائی سے نواب موصوف کو لکھا کہ "تمہارا مہدوی فرقہ میں ہی جو چار سال سے کام کر رہا ہے رہنا درست ہے۔ تمہیں خاکسار تحریک میں شامل ہو کر کیا فائدہ ہو گا۔ مجھے ابھی علیحدہ ہی کام کرنے دیجئے"۔ ایک اور ہندوستان کے بڑے پگڑ دار مولوی سے جو ہر دم اتحاد اتحاد کا ڈھونگ رچاتا ہے۔ جب تحریک میں شامل ہو کر کام کرنے کے لئے کہا گیا تو کئی ہفتوں تک دعوت دینے والوں کو نرے دھوکے میں رکھا' جب بیلچہ اور وردی پہننے کا وقت آیا' تو مکر گیا' اب صاف مخالف ہے بلکہ خاکساروں کو ورغلا کر اپنے فرقے میں شامل کر رہا ہے' ان بیانات کو شاید معاندانہ اور مخالفانہ سمجھا جائے یا مولوی سے کسی ذاتی مخالفت کی تمہید یقین کی جائے' میں مولویوں اور علمائے دین کا دشمن نہیں ہوں' مجھے ان سے کوئی ذاتی کاوش نہیں ہے' میں صرف ان کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل اور کم نظری کا دشمن ہوں اور مسلمانوں کی ذہنیت کو جلد از جلد بدلنا چاہتا ہوں۔

مسلمانو! اگر قرآن کو صفحہ زمین پر آج پھر عملاً دیکھنا چاہتے ہو تو قرآن کی صحیح مگر دھندلی سی تصویر "خاکسار تحریک" ہے۔ یہ تصویر سچے اسلام کے سچے اور مخلص کارکنوں مثلاً تمہارے شہر کے سالار اکبر محترم محمد شریف کی شبانہ روز سعی سے روز بروز بہتر اور تیز تر ہو رہی ہے۔ ہم خاکسار کے متعلق قرون اولےٰ کے ادنیٰ ترین مسلمان کے برابر ہونے کا دعوےٰ نہیں کرتے۔ لیکن ہمارا دعوےٰ ہے کہ خاکسار سپاہی آج اس وقت' ہاں اس روحانیت اور مذہب کے زمانے میں اپنے خلوص' اپنی خدمت خلق' اپنی محبت' اپنی نافرقہ بندی' اپنی سپاہیانہ قابلیت' اپنی انسانی ہمدردی' اپنی اطاعت امیر' اپنے نظم و نسق' اپنی انتظامی قابلیت' اپنی لیڈرانہ استعداد اپنے خدا سے لگاؤ' اپنی سچی بت شکنی' اپنی اصلی توحید کے باعث اور مسلمانوں سے ہزار درجے بہتر مسلمان بن رہا ہے۔ اس میں آرام جان کا بت نہیں' اس کو دھوپ میں کھڑا کر دو' کھڑا ہے' زمین پر بٹھا دو' بیٹھا ہے' اس کے سامنے سب مسلمان عملاً برابر ہیں' اس کی کسی مسلمان سے عداوت نہیں۔ وہ اپنے اپنے عقیدوں پر مضبوطی سے جما ہے لیکن بایں ہمہ اس کو کسی دوسرے فرقے کے مسلمان سے عناد نہیں' وہ دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی خاطر جان پر کھیل جاتا ہے۔ تمام ہندوستان میں پشاور سے راس کماری اور لاہور سے رنگون تک ایک ہوا ہے۔ خاکساروں کی یکساں روحانیت ہے۔ ابھی ابھی پشاور کے سلیم بہادر اور بشیر احمد صدیقی نے لاہور کے فیروز بہادر اور صدیق بہادر نے' موہڑہ دینس کے ایک اولیا

صفت خاکسار محمد خاں نے کوہاٹ کے خاکسار جمعہ خان اور ان کے علاوہ بیسیوں خاکساروں نے وہ زہرہ گداز خدمتیں کی ہیں کہ ہم ان پر فخر کر سکتے ہیں۔ یہ سب **مسلمان قرآن کے زندہ اشتہار ہیں**۔ قرآن پر زندہ یقین رکھتے ہیں' قرآن کے نفع مند ہونے کے قائل ہیں' ٹیلی فون' موٹر وائرلیس اور انجن سے زیادہ اس کے ہونے کے قائل ہیں۔ **ہم یقین رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی نجات عمل میں ہے' قرآن کو چومنے میں نہیں**۔ قرآن حکیم پر عمل کی تصویر جو تم آج اس کیمپ میں دیکھ رہے ہو اور جو صرف ایک نیک نیت سردار کے عمل کا نتیجہ ہے روز بروز زیادہ موثر ہوتی جائے گی روز بروز منزل مقصود نزدیک تر ہوتی جائے گی' روز بروز خدا متوجہ ہوتا جائے گا' بشرطیکہ تم سب کے سب اس تحریک میں شامل ہوتے جاؤ' تمام شخصیتوں کو فنا کر دو' نہ دیکھو کہ تمہارا اس وقت سردار کون ہے' کس جاہ کا مالک ہے' عنایت اللہ کی شخصیت کو فنا کردو' محمد شریف کی شخصیت کو نہ دیکھو' صرف یہ دیکھو کہ مسلمانوں کی ایک قطار بن رہی ہے' دائم اور قائم قطار بن رہی ہے' نتیجہ خیز قطار بن رہی ہے' منزل تک پہنچانیوالی قطار بن رہی ہے' ہنگامی مجلسوں اور بلند بانگ انجمنوں کی طرف جو تالاب کے کھمبوں "مشروم" (کلاہ باراں جو برسات میں جھٹ پٹ گر پڑتی ہیں) کی طرح الیکشن اور شہید گنج کے مسئلوں پر اٹھ رہی ہیں' آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو۔ ان بانیان قوم کا بارود ختم ہو چکا ہے' ان کے اندر ہمارے ادنیٰ سے ادنے سپاہی کی رہنمائی کی قابلیت نہیں' ان میں ہمارے چھوٹے سے چھوٹے خاکسار جتنی طاقت تحمل و برداشت نہیں۔یہ سب مٹ جائیں گے اور خاکسار تحریک رہے گی۔ کیونکہ بے غرض اور بغیر چندہ کے چل رہی ہے' خدا کے سچے اور مخلص بندوں کا اجتماع ہے۔ نہ کونسل میں جگہ لینے کی غرض ہے' نہ مسجد شہید گنج کو آڑ بنا کر فائدہ حاصل کرنے کا مدعا۔ تمہیں خواہ تم بڑی عمر کے ہو یا چھوٹی عمر کے' امیر ہو یا غریب' عالم ہو یا جاہل' اس تحریک میں شامل ہونے کا حجاب نہ ہونا چاہئے۔ یاد رکھو کہ قرونِ اُولیٰ میں محمد بن قاسم جو ہندوستان میں آکر سندھ فتح کر گیا' سترہ برس کا نوجوان تھا۔ اس کے نیچے کم و بیش بیس ہزار فوج تھی۔ اس بیس ہزار فوج میں کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ سب کے سب سترہ برس سے چھوٹے تھے' کیا سب کے سب محمد بن قاسم سے کم تجربہ کار تھے۔ نہیں مساوات اور عشق دونوں میں آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ کوئی نہیں دیکھتا کہ کون سردار ہے' کس عمر کا ہے' کس قابلیت اور وجاہت کا مالک ہے۔ فاروق اعظم جب اپنے غلام کو اونٹنی پر سوار کرکے یروشلم میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے مساوات کے نشے میں سرشار تھے' وہ نہ دیکھ سکتے تھے کہ غلام سوار ہے اور امیرالمومنین پیادہ

پا' ان کو اس عشق میں کچھ سوجھتا نہ تھا۔ اس لئے مسلمانو! سب کے سب شامل ہو جاؤ' مسلمانوں کی ایک قطار پھر بناد دو' نہ دیکھو کہ یہ تحریک گناہ گار او روسیاہ عنایت اللہ کی ہے یا نیک بخت اور کارکن محمد شریف کی۔ صرف دیکھو کہ **خدا کی تحریک** ہے۔ مسجد شہید گنج کے دکھڑوں سے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے آزاد کرانے کی تحریک ہے' مسجد شہید گنج کا زخم یاد رکھو ہم خاکساروں کو بھی اسی طرح لگا ہے ہم اسے کبھی نہ بھولیں گے۔ ہم نے اس مسجد کے سلسلے میں عظیم الشان قربانیاں کی ہیں۔ ہمارے چار خاکسار گولی کھا کر شہید ہوئے۔ ہم نے ڈھائی سو اسیران جیل کو عدالت میں جا کر رہا کرایا۔ تین سو زخمیوں کی مرہم پٹی کی' بیسیوں مردوں کو دفن کیا' لاہور میں مارشل لا کے زمانے میں علانیہ مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے' امیر ملت بنانے کا تخیل مسلمانوں میں پیدا کیا۔ پیروں کی پیری کی حقیقت کو واضح کیا۔ الغرض جو کچھ کیا خدا کے لئے کیا' کسی پر احسان دھر کر نہیں کیا۔ اب بھی اس مسجد کے بارے میں جو ہو سکے گا کریں گے۔ جب کوئی موقعہ مفید نظر آئے گا' میدان میں کود پڑیں گے لیکن سعی لاحاصل کرنا اور ناحق سر کٹوانا ہمارے پروگرام میں داخل نہیں' مسجد کو آڑ بنا کر اپنے لئے کچھ پیدا کرنا ہمارا شیوہ نہیں۔ یاد رکھو جس قدر خاکسار تحریک میں داخل ہو گے' جس قدر دس لاکھ باوردی اور بابیلچہ سپاہی پیدا کرو گے' اسی قدر جلد تمہاری بگڑی بن جائے گی۔

عنایت اللہ خان المشرقی

اتخذو احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله (قرآن حکیم)

انہوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر مولویوں اور پیروں کو خدا بنا لیا ہے۔

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء کے لاہور کیمپ میں خطاب

جس میں

واضح کیا گیا کہ پچھلے ایک سو سال میں مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی پیشواؤں نے جو مذہب اسلام بتایا غلط ہے۔

تو مست بزعم ایں دو رکعت بہ کنشت
مفہوم عبادت ست و تمہید بہشت
کوبندہ کہ یافت حق خدمت بہ سلام
طاعت نہ گزید و کار یک کرد و نہ کشت
المشرقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاہور کیمپ میں علامہ مشرقی کا خطاب

مسلمانو! لاہور کا یہ عظیم الشان کیمپ جو خاکسار تحریک کا ایک عمر رسیدہ اور کمزور مگر بے حد مخلص اور فعال سالار مندوب حکیم میراں بخش کے سعی و عمل کا ایک شاندار مظاہرہ ہے۔ جو اپنی نوعیت میں تحریک میں ایک بے مثال کیمپ ہے۔ اس نیک منش سردار نے اخلاص اور استقلال کے کوہ پاش ہتھیاروں سے خس و خاشاک اور راکھ کے ایک بڑے ڈھیر میں سے یہ عمارت کھڑی کی ہے، بے حسی اور جمود، رنج و حسد، نامردی اور نامرادی، شیطنیت اور بدکاری، فسق و فجور، کے ایک ناپیدا کنار ماحول میں سعی و عمل، بیداری اور زندگی، جوش و عقل کا وہ ہوشربا سماں باندھا ہے کہ آنکھ اس کو دیکھ کر مست ہے۔

مسلمانو! تم لاہور کو پنجاب کا بلکہ ایک طرح سے ہندوستان کا مرکز سمجھ کر خوش ہو، خوش ہو کہ مغربی کلچر اور مشرقی ادب یعنی تہذیب اور تمدن کی اکثر شعائیں یہیں سے پھیل رہی ہیں خوش ہو کہ جو نئی شے اٹھتی ہے لاہور اور لاہور کے پنجاب سے اٹھتی ہے۔ مطمئن ہو کہ خاکسار تحریک کا مرکز بھی یہی بڑا شہر ہے، تحریک کے خوشنما پودے کو پانی یہیں سے دیا جا رہا ہے جس خاکسار سپاہی کو دیکھو، اس کی نظر لاہور کی طرف ہے مگر کیا تم نے اس مصنوعی مستی اور خوشی میں کبھی اس بات کی طرف نظر کی ہے کہ یہ شہر تمہارے پنجاب کی صدہا سالوں کی اسلامی اور قومی اجتماعی اور عصبی روایات کا مقبرہ بن چکا ہے۔ تمام ذہنی اور اخلاقی موتیں سب کی سب اسی مرکز سے نکل رہی ہیں۔ ہمت اور عمل کی سب پستیاں اسی نقطہ پر آکر ختم ہوتی ہیں سب ظلمتوں اور اندھیروں کا سرچشمہ یہی سیاہ نقطہ ہے۔ کیا یہ درست نہیں کہ مسلمانوں کی پچھلی ڈیڑھ سو برس کی دینی اور مذہبی موت کا سامان اسی دارالخلافہ سے پیدا ہوا۔ یہ حقیقت نہیں کہ دشمن طاقتوں کی تمام ترنگاہیں اسی شہر کے باشندوں کی قوتوں کو بکھیرنے میں مصروف ہیں؟ فرقہ بندی، ذاتیات، کمینہ پن، بدیانتی، جھوٹ، یا خوشامد، قوم پرستی، اسلام کشی، الغرض سرزمین ہند میں مکارم اخلاق کا بڑا لحد ستان لاہور ہے۔ حکومت کی حکمت نے یہاں قومی غیرت اور وجدان کے حس کو اس قدر بیخ و بنیاد سے فنا کر دیا ہے کہ اب اسے پنجاب بلکہ ہندوستان پر حکومت کرنے کی فکر باقی نہیں رہی۔ مجھے خاکسار تحریک کا مرکز لاہور اس لئے بنانا پڑا۔ کہ بدگمان اور ہوش مند حکومت کی نگاہیں اور

شہروں کے علاقوں سے کم لاہور پر ہیں حکومت مطمئن ہے کہ لاہور کا دم غنیمت ہے جب تک لاہور سلامت ہے ہندوستان میں کچھ ہونا محال ہے ۱۹۲۸ء میں کانگریس نے بدشگونی سے آزادی، کا علم لاہور میں لہرایا اور یہی لاہور کی بے حسی کانگریس اور کانگریس کے رہنما کی موت کا باعث ہوئی!

لیکن خاکسار تحریک کا انداز عمل اور ہے۔ خاکسار تحریک ہندوستان کے طول و عرض میں اس لئے نہیں پھیلتی کہ لاہور اس کا مرکز ہے۔ وہ اس لئے پھیل رہی ہے کہ خاکسار تحریک کو فی الحقیقت کسی جغرافیائی مرکز کی ضرورت نہیں، تحریک کا مرکز خدا اور قرآن ہے۔ اس لئے خدا پر نظر رکھنے کے لئے کسی لاہور کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں یہاں عمداً اس لئے بیٹھا ہوں کہ ہر حقیقت کو فتح مند کرنے کے لئے مکے کے کفر کی ضرورت ہے۔ اور مکہ والا کفر لاہور میں ضرورت سے زیادہ ہے۔ یہاں ہر شخص مادرپدر آزاد ہے۔ کسی کے ناک میں ادنیٰ سی نکیل نہیں! سب شتر بے مہار کی طرح منہ اٹھائے جدھر چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور ہر شخص خوبی اس میں دیکھتا ہے کہ وہ کسی نوع کا سردار بنے خود پابند نہ ہو اور باقی سب اس کے تابع فرمان ہوں۔ لیڈری صحافت، ادب، شاعری، بدکاری نا اتفاقی نفاق مال، قوم کا کھانا، حرامخوری، الغرض تمام زمانہ جاہلیت کی برائیوں کا سردار یہ شہر ہے۔ اور یہیں سے یہ برائیاں بہ حصہ رسدی اور شہروں میں تقسیم ہوتی ہیں۔ خاکسار تحریک کی خوبی اس میں ہے کہ اسی کفر گڑھ سے رشد و ہدایت کی آواز اٹھے اور سب ہندوستان پر چھا جائے۔

ایسے برے ماحول میں جیسا کہ یہ شہر ہے لازم ہے کہ تحریک کے سردار بھی برے پیدا ہوئے ہوں، اس خصوصیت کا تلخ تجربہ پچھلے چار سال سے ہوا ہے۔ ایک دیانت دار تجربہ کار معاملہ فہم اسلام دوست مذہب شناس، باعلم سردار اب تک پیدا نہیں ہوا۔ جو لاہور کو خوبی سے سنبھال سکے۔ حکیم میراں بخش سالار مندوب لاہور نے پچھلے چار سال میں پہلی دفعہ تحریک کو ساٹھ برس کی عمر میں اپنے ناتواں مگر مستقل مزاج اور بردبار کندھوں پر اٹھا کر ثابت کر دیا کہ اس کفرستانِ ہند میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خصلتوں کے انسان موجود ہیں۔

چار سال سے یہ مخلص حکیم اس دھن میں لگا ہے' اپنی کمزور مگر پردرد آواز برابر اٹھا رہا ہے' کوئی سنے یا نہ سنے یہ کہہ رہا ہے' اس آواز کا اثر اب ظاہر ہوا ہے' حکیم کی آواز سب پہلے نوجوان صورت سرداروں کی آواز سے زیادہ موثر ثابت ہو رہی ہے۔ علم میرے نزدیک کتابوں کے پڑھنے اور امتحانوں میں شامل ہونے سے پیدا نہیں ہوتا۔ علم وہ یقین و ایمان کا مرتبہ ہے جو آنکھوں کے براہ راست دیکھنے کانوں کے براہ راست سننے اور قلب سلیم کی بلاواسطہ فہم و فراست سے پیدا ہوا ہو'گوش وا اور دیدہ بینا والا شخص ہی صحیح معنوں میں عالم ہے۔ باقی ازروئے قرآن اپنی پیٹھ پر کتابیں لادنے والے گدھے ہیں۔ علم کی یہ قرآنی تعریف آج خاکسار تحریک کے عملی میدان میں اس قدر صحیح اور تیر بہدف ثابت ہو رہی ہے کہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ نوجوان اور خوبصورت گدھے اس تحریک میں آئے اور دم دبا کر بھاگے کسی ایک شخص کو اپنے علم کے اندھیرے سے متاثر نہ کر سکے لاہور میں کم از کم دس بی اے ایم اے یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ کوٹ پتلون پہننے والے ہیٹ پوش آدمیوں نے تحریک کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ اپنے ناکارہ پن کا اثر میرے سیدھے سادھے اور نتائج کا حساب لینے والے دماغ پر ڈالنے کی سعی بڑی چرب زبانی اور لفاظی سے کرتے رہے' لاہور سے باہر بھی دور دور یہی حال رہا' سعی و عمل کا میدان اگر مارا تو انہی مغربی تہذیب سے کم متاثر لوگوں نے جو بعض اوقات لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے۔ مگر صحیح معنوں میں عالم تھے صحیح معنوں میں ہوش اور شعور کے مالک تھے۔ میرے نزدیک مولوی کو عربی کی صرف و نحو زیادہ پڑھا دو تو وہ بے علم ہو جاتا ہے۔ اسی وقت اس کے سینے سے قرآنی علم کا نور یکسر مفقود ہو جاتا ہے۔ بے عملی اور بے حسی' تکبر اور حسد' بدیانتی اور دین فروشی نکتہ چینی اور ہمہ دانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی نقطہ نظر سے دنیا کا رہبر اعظم علیہ الصلوۃ و السلام امی تھا اور اس کے امی ہونے کا فخر خود خدا اور امت کو ہے' ہر لیڈر کے لئے کسی نہ کسی معنوں میں امی ہونا ضروری ہے وہی لیڈر کامیاب اور بااثر ہے جو اپنے کتابی اور سطحی علم کو بے ضرورت استعمال نہیں کرتا۔ اپنے کتابی علم کی ڈینگ نہیں مارتا۔ حس مشترک (یعنی کامنسنس) سے بڑا کام لیتا ہے' اگر بہت پڑھا ہوا ہے۔ ان پڑھ اور انجان بن کر حقیقت کی تہہ تک پہنچتا ہے۔ معاملات کو سیدھی سادھی نظر سے دیکھتا ہے' بال کی کھال نہیں اتارتا یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں خاکسار تحریک جہاں جہاں کامیابی سے چل رہی ہے انہی امی اور ہوشمند ذی علم اور صاحب فراست لوگوں کے اثر سے چل رہی ہے۔ حدیث شریف میں مخالف اسلام کو کہا ہے کہ مومن کی فراست سے بچتے رہو۔ مسلمان کی فراست کسی زمانے میں یہ تھی کہ وہ کسی کالج یا

یونیورسٹی میں پڑھے بغیر دنیا پر حکومت کرنے کا اہل تھا۔ آنکھ کان اور ذہن سے ہی معاملات کو اس قدر جانتا تھا کہ اس کو کتابی علم کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے علم و عمل میں انبیاء کے علم و عمل کا سا اثر تھا' یہی وجہ تھی کہ حدیث میں امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے تشبیہ دی ہے' نبیوں نے اپنی امتوں کی قسمتیں بدل دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں لکھا ہے کہ علم کی طلب کے لئے اگر چین تک جانا پڑے تو جاؤ۔ یہ کیوں نہ لکھا کہ چین سے کتابیں منگوا لو۔ مقصود یہ تھا کہ علم کان' آنکھ اور ذہن کے براہ راست استعمال سے حاصل ہوتا ہے' مسلمان دنیا کا سفر کرتا رہے گا تو سب کچھ آنکھ سے دیکھے گا کان سے سنے گا' چین تک پہنچ کر خود بخود اس کی نظر وسیع ہو جائے گی۔ قران میں خدا نے سیروسیاحت کرنے والوں کا درجہ جنت لکھا ہے۔ حدیث میں امی نبیؐ کے عالم امتیوں کو انبیائے بنی اسرائیل کا مثیل کہا ہے۔ بعض مسلمانوں کا اجتہاد ہے کہ رسول خدا صلعم کو علم کا معراج اسی مسجد حرام اور مسجد اقصے تک کی سیروسیاحت کے ضمن میں حاصل ہوا تھا۔ اسی تجارتی کاروبار کے سلسلے میں ان کو خدا کی آئتیں دکھلا دی گئی تھیں۔ لنریه من ایتنا کا سماں اسی وقت باندھ دیا تھا۔ علمه شدید القوی کی تصویر اسی مشاہدے نے پیدا کر دی تھی۔ اگر آج علم یہی بی اے اور ایم اے پاس کرنا ہوتا تو خاکسار تحریک کے کامیاب سردار سب بی اے اور ایم اے۔ ہوتے ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑی جماعت انہی لوگوں نے پیدا کی جن کی نظر وسیع ہے۔ جنہیں مشکلات کا پورا اندازہ ہے' مشکلات پر قابو پانے کا صحیح فہم ہے'جن میں تحریک کی غرض و غایت سمجھنے کی سوچ ہے' جن میں دین اسلام کا سچا اور بے لوث درد ہے جو پبلک کی نبض خوب جانتے ہیں' جو مستقل مزاجی سے لگے ہیں' جن کو علم ہے اوروں نے بویا اور ہم نے کھایا' ہم بوئیں گے اور دوسرے کھائینگے۔ جن میں دنیا کے معاملات کو دیکھ کر صبر و تحمل پیدا ہو گیا ہے' بات بات پر بک بک کر اپنا کتابی علم ظاہر کرنے والے'سست رفتار اور باوقار کارخانہ قدرت سے قدم قدم پر الجھنے والے بے وقوفوں' کام نہ کرنے والے اور نتائج کی انتظار میں بے چین ہو جانے والے سفلوں اور کتابی گدھوں کو کیا خبر کہ قوم کی لیڈری کیا ہے۔ اگر کتاب کے کاغذی میدانوں پر نظر کے کاغذی گھوڑے دوڑا کر کوئی قوم بن سکتی ہے تو انگریز بڑا بیوقوف تھا کہ لاکھوں روپیہ کالج اور ہزاروں روپیہ ماہوار تنخواہ کے پروفیسر اس قوم کو عالم اور بنی اسرائیل کے انبیا بنانے کے لئے تیار کرتا' بڑا بیوقوف تھا جو اپنے ہاتھوں اپنی سلطنت کی آپ خود کشی کرتا۔ خاکسار تحریک اپنے سرداروں' کا امتحان لے کر پھر کئی قرنوں کے بعد ثابت کر رہی ہے کہ جاہلیت اور

جہالت دراصل کیا شے ہے اور علم کس حقیقتِ کبریٰ کا نام ہے۔

لاہور کی مشکلات کی حقیقت کھول دینے کے بعد اے مسلمانو! اس مرکزی شہر کے کیمپ میں میں تمہیں ایک اور تلخ حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ پانچ لفظوں کے اندر اندر تمہیں واضح کر دوں کہ خاکسار تحریک کیا ہے۔ تم ان پانچ لفظوں کو یاد کرکے روئے عالم پر پھیلا دو۔ ان پانچ لفظوں کو زندہ باد اور مردہ باد کی طرح اپنا تکیہ کلام بنا لو۔ اور اگر اس کے بعد کوئی تمہیں چلتے چلتے پوچھ لے کہ بھائی یہ خاکسار کیا کر رہے ہیں۔ تو تم ان کو یہ جواب دے سکو۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خاکسار ہندوستان میں صرف اس لئے اٹھے ہیں کہ **مولوی کا اسلام غلط ہے!** خاکسار نے خوش قسمتی سے کئی برسوں کے بعد قرآن خود کھولا ہے دینی اور دنیاوی پیشواؤں کے رنگ ڈھنگ مدت تک دیکھ کر کئی مجبوریوں کے بعد قرآن کو خود پڑھنے کا تہیہ کیا ہے اور اسی قرآن کو براہ راست پڑھنے کا نتیجہ خاکسار سپاہی کا وجود ہے۔ خاکسار نے اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہے کہ خدا کی مسلمانوں پر بھیجی ہوئی آخری کتاب میں آج کل کے مولوی کے بتائے ہوئے اسلام کا ایک حرف موجود نہیں' نہ اس میں ایک مسجد کی صف کا دوسری مسجد کی صف سے مقابلہ کرنے والی نماز لکھی ہے۔ ہاں اس مسجد کو جہنم کے گڑھے میں پہنچانیوالی مسجد لکھا ہے جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈال رہی ہے۔ اس مسجد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آگ لگا دینے کا سنا ہے۔ نہ قرآن میں لکھا ہے کہ لوگو! سنی اور وہابی' شیعہ اور حنفی' اہلحدیث اور اہل قرآن بن کر ایک دوسرے کو کاٹ کھاؤ۔ نہ لکھا ہے کہ مولویوں کے گرد جمع ہو کر ان کی دکانداری اور روزی کو فروغ دو' نہ لکھا ہے کہ زکوۃ الگ الگ مولویوں اور فقیروں پر تقسیم کر دو' نہ لکھا ہے کہ رمضان میں غزوہ بدر میں شامل ہونا تو الگ تمام دن روزے کے منہ میں ہونے کا ماتم کرو' نہ لکھا ہے کہ حج اس وقت کرو جب تمام عمر نو سو چوہے کھا کر خوب سفید ریش اور سیاہ دل بن جاؤ' نہ لکھا ہے کہ روزی کمانے کے لئے قرآن بتلانے کی قیمت لیا کرو' نہ لکھا ہے کہ مولوی گھر گھر رات کے باسی ٹکڑے جمع کرتا پھرے' نہ لکھا ہے کہ فتویٰ لکھ کر امت کے مسلمانوں کو کافر بنائے' نہ لکھا ہے کہ قربانی کے دنبوں کو خوب موٹا کرو اور میدان جنگ کے گھوڑوں کو ہلاک کر دو' نہ لکھا ہے کہ قربانی کے دنبوں پر چڑھ کر پل صراط سے (جس کی ادبی ترکیب بھی غلط ہے) گذرنا ہے' نہ لکھا ہے کہ پگڑیاں یوں پہننی ہیں' تہمد یوں باندھنی ہے' مونچھیں یوں کٹوانی ہیں' داڑھی یوں رکھنی ہے۔ اگر مولوی کہتا ہے کہ مونچھیں اور داڑھی حدیث شریف میں ہیں تو بھی یہ باتیں حدیث شریف کا ہزارواں بلکہ لاکھواں حصہ ہیں۔

مسلمان اگر مسلمان ہے تو اس کے نزدیک سب سے پہلے قرآن ہے' حدیث بعد میں آتی ہے' جب تک ہم پہلے قرآن پر عمل نہ کریں گے' حدیث پر کیونکر عامل ہو سکیں گے۔ حدیث قرآن کی تشریح ہے' قرآن کا تتمہ ہے اگر فی الحقیقت قرآن کا تتمہ کوئی شے ہو سکتی ہے۔ پر قرآن کے متعلق قرآن میں لکھا ہے کہ وہ آسان ہے۔ حدیث کے متعلق حدیث اور صحیح حدیث میں رسول صلعم کا قول درج ہے کہ میری طرف سے سوائے قرآن کے کچھ مت لکھو کیونکہ پہلی امتیں لکھنے ہی سے گمراہ ہوئیں۔ اس حدیث شریف کا منشا کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن اس قدر کم از کم ثابت ہے کہ قرآن آسان ہے اور حدیث شریف پیچیدہ ہے۔ الغرض ہم آسان اور براہ راست آسمان سے بھیجی ہوئی کتابوں کو کیوں چھوڑ دیں۔ کیوں نہ پہلا سبق اسی سے لیں کیوں دس جماعتیں پاس کرنے سے پہلے بی اے اور ایم اے بننے کی لاحاصل کوشش کریں۔ جسے قرآن نہیں آتا وہ حدیث کیا سمجھے گا جو فرقہ بندی کے جہنم اور روزانہ سر پھٹول کی برائیوں کو نہیں سمجھا وہ تمام مسلمانوں کی ایک قطع ڈاڑھی' ایک وضع کی پوشاک ایک رنگ اور ایک روغن کی عظیم الشان حکمت کیا سمجھے گا۔ جسے دل صاف' چہرہ فراخ' کپڑے پاک' گمان نیک رحماء بینھم ہونے کا شیوہ نہیں آتا وہ حدیث شریف کے مطابق استنجا کے وقت ڈھیلوں کو صحیح طور پر آر پار کرکے کیا کرے گا جسے اسلام کی ابجد نہیں آتی وہ رسول خدا کے منہ سے نکلے ہوئے عظیم الشان اور دقیق المطالب آخری مسئلے اور آخری وصیتیں کیا سمجھ سکے گا' جو درختوں کو نہیں دیکھ سکتا' وہ جنگل کو کیا دیکھے گا' حدیث کو قرآن سے پہلے رکھنے کی مثال گاڑی کو گھوڑے کے آگے جوتنے کا بیہودہ عمل ہے' نہ گاڑی چلے گی نہ گھوڑا حرکت کر سکے گا!

الغرض آج کل کے مولوی کا اسلام تحقیقاً" غلط ہے' سرتاپا غلط ہے سرتاسر غلط ہے' مولوی کی غریبی اس کی غریبی کی وجہ سے کم علمی اور اس کی کم علمی کی وجہ سے کم نگاہی اس کو قرآن اور حدیث جیسی عالم انگیز اور ہوشربا کتابوں کے مفہوم کو سمجھنے نہیں دیتی۔ وہ اگر دنیا میں چل پھر کر دیکھتا' اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر دین فطرت کو سمجھنے کے لئے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کا مطالعہ کرتا' خدا کی زمین پہ چل کر آنکھیں کھلی اور کان کھڑے رکھتا' دیکھتا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے' کون کون قومیں خدا سے انعام حاصل کر رہی ہیں' کون کون اس کے عذاب میں کراہ رہی ہیں' کس کا قرآن پر صحیح عمل ہے' کس کا قانون خدا سے صحیح انحراف ہے' کن باتوں میں قرآن ذکر للعلمین ہے' کیوں اس کو ہر انسانی امت کا دستور العمل کہا ہے۔ کیوں کہا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کوئی دین خدا کو منظور نہیں' کیوں کہا گیا ہے کہ بس اللہ

کے نزدیک دین صرف ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے' کیوں کہا گیا ہے کہ یاد رکھو جب شکست کھائینگے کافر ہی کھائینگے اسلام پر چلنے والے کبھی پیٹھ نہیں دکھا سکتے' وہی مظفر اور وہی منصور ہیں' وہی آعلون ہیں' یہ اللہ کا اٹل قانون ہے جو محمدؐ کی ولادت' اور دین اسلام کے جنم سے پہلے کا ہے اور اس اٹل قانون میں آئندہ بھی کوئی تبدیلی ہرگز نہ ہو گی' ہاں اگر مولوی دنیا میں چل پھر کر اسلام کو' قرآن کو' احادیث کو' تاریخ کو سمجھنے کی کوشش کرتا تو آج وہ مسلمانوں کے سامنے اس سے بدرجہا بہتر دستور العمل پیش کرتا۔ مولوی قرآن بلکہ حدیث سے اس لئے بے گانہ ہے کہ قرآن کے قانون کی عظیم الشان عمارت اور حدیث کے دقیق اور باریک مسئلے اس کی چھوٹی نظروں میں سما نہیں سکتے۔ وہ قرآن کے صرف ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو دیکھ کر اسی پر لٹو ہو جاتا ہے۔ جہاں ایک لمبی سی آیت آجاتی ہے اور اس کے مفہوم کو اول سے آخر تک نباہ نہیں سکتا وہاں اس آیت کو اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے " الذین جعلوا القرآن عضین "اور "فتقطعوا امرھم بینھم زبرا" کا مصداق بنتا ہے۔ نو اندھوں کی حکایت مشہور حکایت ہے۔ اندھے جب تمام ہاتھی کو سر سے پاؤں تک نہ دیکھ سکے۔ اس کے حصوں کو ہاتھ سے ٹٹولنے لگے' جس کا ہاتھ جسم پر پڑا اس نے کہا ضرور دیوار ہے' جس نے ٹانگوں پر ہاتھ مارا کہا ضرور ستون ہے جس کے ہاتھ میں کان آگئے کہا ضرور پنکھا ہے۔ ایک اندھا بھی اس کو ہاتھی نہ کہہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اس بے دماغی کے ماحول میں آج مولوی کی دی ہوئی تعلیم سب غلط ہے۔ اس کا بھک منگا امام ہونا غلط ہے' اس کا حجرہ کے اندر مقید ہونا غلط ہے اور اس کا ہتھیار کے بغیر ہونا غلط ہے' اس کا اسلام کی عسکری زندگی بھول جانا غلط ہے' اس کا جہاد بالسیف سے بھاگنا غلط ہے' اس کا غلبے اور حکومت کے نصب العین سے منہ موڑنا غلط ہے' اس کا قرآن کا محض درس دینے کی خاطر درس دینا غلط ہے' اس کا کفار سے موالات رکھنے کی تعلیم دینا غلط ہے' اس کا غیر مسلم کے ہاں عزت کی تلاش کرنا غلط ہے' اس کی فرقہ بندی قطعاً غلط ہے' اس کی آپس میں سر پھٹول صریحاً" غلط ہے' اس کی نماز کی فرقہ بندانہ تعلیم غلط ہے' اس کا روزے کو صرف مقدس سمجھ کر رکھنا اور اس کا منتہا نہ سمجھنا غلط ہے۔ الغرض اس کی نماز اس کا روزہ اس کا حج' اس کی زکوٰۃ سب اصولاً" اور معناً" غلط ہیں۔ وہ ان سب اینٹوں کو جوڑ کر اسلام کی عمارت تعمیر نہیں کر سکتا' اس کا ذہن اس قدر رسا' اسقدر صاحب تدبیر اسقدر نتیجہ خیز نہیں رہا کہ وہ اسلام کے ان پانچ رکنوں کے اوپر غلبہ اور حکومت کے عظیم الشان گنبد کی تعمیر کر سکے یاد نہیں رہا کہ رکنوں اور ستونوں کی تعمیر چھت ڈالنے اور عمارت کھڑی کرنے

کے لئے ہوا کرتی ہے۔ نرے رکنوں کا کھڑا کرنا کچھ شے نہیں' صرف رکنوں کا کھڑا رہ جانا عمارت کی بربادی کی نشانیاں ہیں' نہ وہ رکن جن پر چھت کا بوجھ نہ پڑے کسی معنوں میں رکن کہے جا سکتے ہیں۔ حدیث نے اسلام کے پانچ رکن گنا کر اشارہ کر دیا تھا کہ مسلمان کے دنیا میں غلبہ اور حکومت کی بنیاد ان پانچ ستونوں پر ہے۔ مولوی کو چاہئے تھا کہ اس انتہائی طور پر مشکل حدیث کو سمجھتا' لیکن بھوک اور ننگ میں روٹی کے سوا سوجھتا ہی کیا ہے' مولوی نے نماز روزہ' حج' زکوٰۃ کلمہ شہادت سب کو اپنی روٹی کا سامان بنا لیا ہے۔ جس جس طریقے سے نماز کے ذریعے سے' اس کی روٹیاں برقرار رہ سکتیں تھیں' اسی طریقے کی نمانمنا لی' رمضان میں جو ممکن سامان کھانے پینے کا مل سکتا تھا دین کی آڑ میں پیدا کر لیا زکوۃ کی بیخ اکھاڑ کر اس کو اپنی نفسانی خواہشات کے ماتحت کر لیا۔ حج کی صورت اس قدر مسخ کر دی کہ اس سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہو سکے۔ اور فرقہ بندی کی راہ میں حائل نہ ہو' کلمہ شہادت کو ایک رسمی عقیدے کی صورت دے دی کہ لوگ مولوی اور پیر کے گرد جمع رہیں اور خدا کی عملاً گواہی دینے کی مشکلات پیدا نہ ہوں۔ اب یہ دین اسلام کے پانچ ستون کسی بوسیدہ عمارت کے کھنڈروں کی طرح نرے ستون ہی ستون رہ گئے' ان پر عمارت کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا!!

اسی حساب سے کہ مولوی اور پیر' پیشہ ور امام اور مسجدی ملا کا اسلام غلط ہے' آج کل کے پیشہ ور لیڈر کا اسلام بھی غلط ہے' پیشہ ور لیڈر آج بعینہٖ اور ہو بہو اپنے دینی پیشوا اور مولوی کی پیروی کر رہا ہے۔ مولوی نے اگر دین کی آڑ میں روٹیوں کا انتظام کر رکھا ہے تو وہ قوم کی آڑ لے کر چندہ طلب کر رہا ہے۔ مولوی اگر دینی اور مذہبی فرقہ بندی پیدا کرکے اپنے گرد روٹی دینے والوں کا ہجوم پیدا کرتا رہا ہے تو پیشہ ور لیڈر سیاسی فرقہ بندی برقرار رکھ کر چندہ دینے والوں کا ہجوم پیدا کر رہا ہے' مولوی نے اگر دین اسلام کے منتہا اور سلطنت اور حکومت کے نصب العین کو دلوں سے محو کر دیا ہے تو پیشہ ور لیڈر بھی ہندوستان کی آزادی کے خواب کو پرکاہ سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔ اسکو ہندوستان کی آزادی ایک تمسخر اور تخیل سے زیادہ نظر نہیں آتی لیکن وہ قوم قوم کہہ کر آزادی کا راگ الاپنا اپنے پیٹ کے لئے نہایت مفید سمجھتا ہے' بہتر درجہ کے پیشہ ور لیڈر بھی اس ہولناک بددیانتی سے خالی نہیں۔ کسی کو کونسل کی امیدواری ہے۔ کوئی گورنری کے عہدے یا اقل قلیل وزارت کے سرور میں پیٹ پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ کسی کے پیش نظر حکومت کے ارکان سے تقرب اور پھر کچھ ہاتھ رنگنا ہے' کوئی قوم قوم کی ادبی آواز کو سرکار کے ہاں سے خطاب حاصل کرنے کا

ذریعہ سمجھ رہا ہے' سب لیڈر مولویوں اور پیروں کی طرح آپس میں دست و گریبان ہیں لیکن سب اس دعوے پر متفق ہیں کہ دین اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ اب کچھ مدت سے ایک نئے رنگ کا پیشوا آدھا تیتر اور آدھا بٹیر کی صورت میں جلوہ آزا ہے۔ ایک طرف سے دیکھو تو دین کا پیشوا نظر آتا ہے۔ قرآن حکیم کی آیتیں بڑے شدّ و مد سے پڑھتا ہے۔ دوسری طرف سے دیکھو تو اس کو ہندوستان کی آزادی کی دھن لگی ہے وہ اسی دھن کو پورا کرنے کے لئے کونسل کی ممبری مانگتا ہے! جب پہلے پہل دنیا میں موٹریں چلیں' حیوانات مثلاً گائے' بیل' گھوڑے' ان کو دیکھ کر بے تحاشا بھاگتے تھے کتے بے دھڑک بھونکتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ کوئی نئی قسم کا حیوان ہے جس کا منہ گینڈے کا اور گول چکر لگانیوالی ٹانگیں ہیں' ان کو خوف تھا کہ یہ حیوان کہیں مضر ثابت نہ ہو۔ مسلمانوں کی قوم اس قدر ناعاقبت اندیش ہے کہ ان دوغلے لیڈروں سے اتنا بھی نہیں ڈری جتنا کہ گائے اور گھوڑے موٹروں کی آمد سے مدت تک بھاگتے رہے!

الغرض خاکسار تحریک کا منتہا اس امر کا پھر کئی قرنوں کے بعد اعلان کرنا ہے کہ مولوی پیر ملا مجدد' میرزا' چندہ خور لیڈر' پیشہ ور رہنما سب کا **پچھلے سو سال کا اسلام غلط ہے۔** اسلام وہی ہے جو سرور کائنات علیہ التحیہ والسلام آسمان سے قرن اول میں لائے اور جو بین الدفتین قرآن میں حرف بحرف موجود ہے۔ اس اسلام میں ہر فرد کو جانی اور مالی تکلیف ہر شخص کو اپنی اغراض کا فنا کرنا اور قوم کی اغراض کو بنانا' ہر مسلمان کی بیوی' بچے' مال و جان' زر زمین' جاہ و حشم کے بتوں سے علیحدگی' ترک وطن' ترک اولاد الغرض ہر وقت تکلیف ہی تکلیف ہے' اپنے آپ کو اور اپنے نفس کو دکھ دے کر قوم کو بنانا ہے' سب سے توڑ کر خدائے واحد سے پھر رشتہ جوڑنا ہے۔ اس تحریک کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو داخل ہو گا اس میں فرقہ بندی نہ رہے گی۔ کیونکہ جب غرضیں اور ذاتی فائدے نہ رہے تو کسی کو کیا غرض کہ اپنے مسلمان بھائی سے الجھے' جس کو رسول خدا کے رفع یدین والی ادا پسند ہے وہ رفع یدین کرے گا' جس کو آمین زور سے نہ کہنا بھلا لگے گا وہ زور سے نہ کہے گا۔ مولوی اور پیر کہتا ہے کہ جب مسلمان میں یہ اخوت اور ایثار' یہ خدمت خلق کرکرکے روحانیت' یہ آپس کا مکمل اور بے غرض اتحاد' یہ رسول خدا سے سچی محبت اور اس کے حکم پر سچا عمل' یہ خدا کی راہ میں جان و مال دینا' یہ جنگی اور سپاہیانہ قابلیت' یہ قلعوں کو فتح کرنے کا زور' اور ایک آواز پر سب کا تیار ہو جانا پیدا ہو گیا' جب لاکھوں مسلمان مختلف فرقوں کے معتقد ایک صف میں چست اور تیار نظر آئے تو ہمیں روٹیاں کون دے گا ہمارا چودھرپن کون مانے گا؟

ہمیں فتواؤں کے لئے کون پوچھے گا؟ ابھی تو ہم آپ رب بنے بیٹھے ہیں مرد اور عورتیں سب ہمارے پاؤں کو چومتے ہیں۔ ہمارے آگے سجدہ کرنا اور ہمیں مولانا (یعنی ہمارا رب) کہنا روا کر رکھا ہے۔ کہیں سجدہ تحریمی ہے' کہیں تصور شیخ ہے' عورتوں میں سے حسب ضرورت جو چاہیں استعمال میں لا سکتے ہیں' زمینیں اور جائیدادیں ہماری ہیں۔ الغرض زن زر اور زمین اللہ کے فضل سے سب کچھ ہے لیکن جب اللہ سے مسلمانوں نے لو لگائی اور ماسوا کو چھوڑ دیا' جب بیٹے سے باپ کی محبت ہی نہ ہوئی اور تعویذ کی ضرورت باقی نہ رہی' جب کفر کے فتوے نہ رہے تو ہماری کیا درگت بنے گی۔ ہم "کس نمے پرسد کہ بھیا کون ہو" کے مصداق بن جائینگے۔ یہ عنایت اللہ مشرقی عجب آسمانی آفت اور عجیب زمینی مصیبت ہے۔ کئی سو برس کی تکلیف کے بعد ہم نے آہستہ آہستہ کئی قرنوں میں تکلیف وہ اسلام پر خاموشی اور حکمت عملی سے پردے ڈالے تھے۔ بڑے گول مول طریقوں اور حیلوں سے دین کو کئی صدیوں میں چھپایا تھا' بڑی مشکل کے بعد مدرسوں اور مسجدوں میں قرآن کی جگہ حدیث اور صرف نحو رکھ کر آسانی کی صورتیں پیدا کی تھیں۔ اب اس کافر ملحد' زندیق نے پھر قرآن کھولا ہے۔ قرآن کے کھولنے سے تو ہماری قلعی صاف کھل جائے گی۔ سب مکروفریب کے بخیے ادھڑ جائیں گے۔ بس صرف ایک خالق اور مخلوق رہ جائیں گے۔ پھر ہم کہاں ہوں گے۔ مخلوق کی قطار میں کھڑا ہونا ہماری شان کے خلاف ہے۔ قرآن سے ہٹا کر ہم لوگوں کو صرف نحو اور مسئلہ مسائل کی کتابوں تک لائے تھے۔ ابھی پانچوں انگلیاں گھی میں ہو رہی تھیں کہ اس کافر نے خاکسار تحریک پیش کردی!

مسلمانو! مولوی اور پیر اور ملا کے رونے کیوجہ یہ ہے۔ مجھے کافر اور ملحد کہنے میں یہ راز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب کی ملی بھگت ہے پشاور سے راس کماری تک سب اللہ کے چوروں کی آپس میں دوستی ہے۔ ادھر ہندوستان کے بڑے بڑے مولویوں کی دشمنان اسلام سے سازباز ہے۔ ہر مسجد کا امام نہ سہی اکثر مسجدوں کے اماموں کے متعلق مشہور ہے۔ کہ خفیہ رپورٹر ہیں مولویوں کی انجمنیں حکام وقت کے ایما سے قائم ہیں۔ دین اسلام کا پیشوا اس قدر اخلاقاً" گر گیا ہے کہ چند ٹکلیوں کی خاطر قرآن کی تفسیر انگریز سے پوچھتا ہے۔ انگریز ان کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ کوئی بہادر اور بلند نظر قوم غدار قوم کو عمدہ نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ پہلوان صرف پہلوان ہی کو عزت سے دیکھ سکتا ہے۔ میرا کسی مولوی سے کوئی ذاتی حساب نہیں۔ میں سب کی فرداً" اور شخصاً" عزت کرتا ہوں مسلمان کے خلاف ہونا ہمارے اصول میں داخل نہیں۔ میری جنگ مولوی کے مذہبی تخیل سے ہے مولوی کی

ذات سے ہرگز نہیں۔ میں لکھ چکا ہوں کہ اگر یہ مولوی نہ ہوتے تو دین اسلام کی یہ ظاہری صورت بھی کبھی کی مٹ گئی ہوتی۔ لیکن مولوی اور ملا کو ہم خاکسار دین اسلام کے پہلے رنگ میں لانا چاہتے ہیں۔

مولوی کا جمود اور غلط عمل ہماری قومی بنیادیں اکھیڑ رہا ہے ہم قریب ہیں کہ اس کے ظلم کے بوجھ سے بس جائیں اس لئے ہم مولوی کی غلامی کا جوا اتار کر پھینک رہے ہیں۔ مولوی کے پاس تحریک کی مخالفت کرنے کے لئے کوئی اوزار باقی نہیں رہا سوائے اس کے کہ وہ جا بجا کہتا پھرے کہ میرے عقاید خراب ہیں۔ اس لئے لوگو مشرقی کے پیچھے نہ لگو۔ میں نے اپنی تمام تصانیف میں کسی عقیدے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں کہا۔ نہ کہوں گا لیکن میں اعلان کر چکا ہوں اور پھر کرتا ہوں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ خدا ایک اور لاشریک ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اسلام کی بنیاد پنج ارکان کلمہ شہادت، صوم، صلوٰۃ، حج زکوۃ پر ہے۔ روز آخرت پر میرا ایمان ہے۔ پہلی کتابوں اور فرشتوں پر میرا ایمان ہے۔ باقی جس عقیدے پر تمام مولوی متفق ہو جائیں وہ میرا عقیدہ ہے۔ ان صاف اعلانوں کے بعد جو شخص میرا عقیدہ صحیح ہونے میں شک کرے، اس کے اسلام پر آپ شک ہو سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مولوی کا یہ آخری اوچھا ہتھیار بھی بیکار ہو کر رہے گا۔ اس کی میرے خلاف نشر و تبلیغ دو دو پیسوں کے چیتھڑوں اور رسالوں سے ہو رہی ہے۔ ان چیتھڑوں کے بالمقابل تذکرہ اشارات قول فیصل اور الاصلاح کی عظیم الشان تصانیف ہیں، جو چار دانگ عالم میں پہنچ چکی ہیں۔ گویا ان کا مقابلہ کرنا چاند پر تھوکنا ہے۔ اس وقت اگر کوئی صورت مصالحت کی ہے تو یہ کہ سب مولوی ملا پیر اور فقیر قرآن حکیم کو پھر کھول لیں۔ ہمیں جو اس میں لکھا ہے حرف بحرف منظور ہے۔ لیکن اگر قرآن کو پھر کھولنا منظور نہیں تو اب قوم کی یہ حالت ہے کہ قوم اپنی راہ آپ لے کر رہے گی۔ مولوی کی سلامتی اس میں ہے کہ ہوا کے ساتھ موافق ہو کر چلے۔ اب علم و عقل کا زمانہ ہے وہ زمانہ گزر گیا جب خلیل خان فاختہ اڑایا کرتے تھے۔

اس تمام ناگوار مگر ضروری تشریح کے بعد اے مسلمانو تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ خاکسار تحریک کا ہونا کیوں ضروری ہے۔ ہم مسلمان مدت تک سمجھتے رہے کہ مولوی ہمیں ٹھیک دین بتاتا ہے صرف ہمارے اس دین کو ماننے میں کسر ہے۔ اس غفلت میں کئی قرن گزر گئے۔ لیکن حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ سلطنت کے جانے کے بعد ہماری نا اتفاقی و گناہ کاری کیوجہ سے ہماری زمینیں ہمارے گھر ہماری تجارتیں ہماری دولت، ہماری دنیاوی وجاہتیں سب

چھن گئیں۔ ایک مدت تک ہم عجب مخمصے میں پڑے رہے۔ مولوی اور مرشد پر ہمارا اندھا دھند اعتقاد تھا ہم جو وہ کہتا کرتے۔ سر پھٹول کی طرف ہمیں لے جاتا ہم سر پھٹول کرتے، بحثوں اور مناظروں سے خون کی ندیاں بہا دیں۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کا خون کرتے رہے۔ ایک ایک عقیدے اور قرآن و حدیث کے ایک ایک لفظ پر بال کی کھال ہم نکالتے رہے۔ اب یہ حالت تھی کہ زمین پر کھڑا ہونا ہمارے لئے محال ہو گیا، سب طرف آہیں اور کراہیں، سب طرف غربت و افلاس، باپ بیٹے سے الگ، ایک کا ایک دشمن، ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو تیار، اس حالت میں تجارت کہاں رہ سکتی تھی، گھر کہاں کھڑے رہ سکتے تھے، روٹی پسینے بہانے کے باوجود کہاں مل سکتی تھی۔ زور آور اور متحدہ قومیں سب کچھ چھین کر لے گئیں۔ لے دے کر صنعت و حرفت یا دن بھر کی مزدوری رہ گئی تھی دوسری قوموں نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان کمزور ہیں وہ بھی چند برسوں کے اندر چھین لی۔ اب مسلمان محض فاقہ مست ہے، روٹی کی خاطر (خاکم بدہن) اپنی عفت اور عصمت بیچ رہا ہے۔ اس لاچار حالت میں ہم نے قرآن کھولا اور اب معلوم ہوا کہ مولوی کا بنایا ہوا تمام اسلام سرتاپا غلط ہے!

خاکسار تحریک میں خاکسار کو کہا گیا ہے کہ اے مسلمانو! ایک ہو جاؤ۔ ایک دوسرے سے سچا اور اصلی اتحاد کر لو۔ تم سب ایک خدا اور ایک رسول کے نام لیوا ہو اس لئے بھائی بھائی بن جاؤ۔ فرقہ بندیاں چھوڑ دو۔ عقیدوں کی وجہ سے آپس میں لڑ مر کر اپنی قوتوں کو کمزور نہ کرو۔ بندھی ہوئی ہوا نہ بگاڑو۔ اپنے اپنے عقیدوں پر مضبوطی سے قائم رہو۔ عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرو۔ جب دشمن قوم تم پر حملہ کرتی ہے وہ حنفیوں کو نہیں کہتی۔ کہ اے حنفیو الگ ہو جاؤ۔ ہم وہابیوں پر حملہ کرنے آئے ہیں۔ وہ سب مسلمانوں کو مسلمان اور محمدؐ کے نام لیوا سمجھ کر حملہ کرتی ہے۔ وہ اگر دشمن ہے تو تمام مسلمان قوم کی دشمن ہے۔ اس لئے تم بھی اس کے حملوں کو روکنے کی خاطر صرف مسلمان بن جاؤ، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی عملی مدد کرے تاکہ اس کے مال اور اس کی تجارت میں ترقی ہو خاکسار جہاں تک ممکن ہو صرف خاکسار سے سودا لے تاکہ بھائی چارہ پیدا ہو اور تجارت بڑھانے کی خاطر مسلمان ایک لڑی میں پروئے جائیں۔ سب مخلوق خدا کی بے مزد خدمت کرو تاکہ تم میں روحانیت پیدا ہو۔ سب غیر قوموں سے رواداری رکھو تاکہ وسیع اخلاق کے مالک بنو اور تم تخلقوا باخلاق اللہ کی حدیث شریف کے عامل بنو۔ سپاہیانہ زندگی اختیار کرو۔ تاکہ تم قرآنی تعلیم کے مطابق سچے مسلمان بن جاؤ۔ خدا کی راہ میں جان و مال دینے کے لئے ہر وقت تیار رہو تاکہ وہی قرون اولیٰ والا ایثار تم میں پیدا ہو۔ مال و اولاد، جاہ و حشم، زن و

فرزند' نفس اور آرام جان کے سب بتوں کو توڑ دو۔ تاکہ تم میں سچی توحید اور خدا کی صحیح عبادت پیدا ہو۔ ماسوا کے محکوم نہ بنو' نفس پر قابو پاؤ تاکہ شرک کے گناہ عظیم سے نجات پاؤ' اپنے مقرر کردہ امیر کی بے چون و چرا اطاعت کرو تاکہ ایک لڑی میں پروئے جاؤ۔ تمہاری آواز ایک ہو' ایک آواز پر سب کے سب جمع ہو جائیں۔ الغرض تمہاری قوت ہو۔ تمہارا اتحاد ہو۔ تمہارا غلبہ ہو۔ تم پھر صالح ہو کر وارث زمین بن جاؤ۔ یہ وہ سچی اور اصلی قرآنی تعلیم ہے جس کے باعث قرونِ اُولےٰ میں مسلمان تمام دنیا کے مالک بن گئے۔ مسلمانو! انصاف سے کہو کہ اس تعلیم میں کونسی شے ہے جس پر دنیا کے کسی مولوی کو اعتراض ہو سکتا ہے' اس تعلیم سے کس طرح کسی مسلمان کے عقیدے خراب ہو سکتے ہیں؟ تخیل کی بری سے بری پرواز کیا کسی شخص سے یہ کہلانے کی جرات کر سکتی ہے۔ کہ یہ تعلیم غلط ہے۔ یہ تعلیم قرآنی نہیں۔ یہ وہی تعلیم نہیں جس پر عمل کرکے مسلمان کو دنیا میں سرخروی اور آخرت میں نجات کا وعدہ تھا۔ مسلمانو! خاکسار تحریک میں کوئی چندہ نہیں۔ کسی مسلمان کے عقیدے سے بحث نہیں۔ نہ ہم نے کسی خاکسار کو کسی عقیدے کے اچھے یا برے ہونے کے متعلق کچھ کہا ہے۔ نہ کہیں گے۔ ہم صرف سپاہیوں کی ایک لمبی اور زبردست قطار پیدا کر رہے ہیں۔ جس میں چھوٹے بڑے' امیر غریب' عالم جاہل' سب میں برابری ہے۔ ہم مسلمان قوم کو خدمت خلق کے ذریعہ سے روحانی قوم اور سپاہیانہ زندگی کے ذریعے سے جنگی قوم بنا رہے ہیں۔ کیا روحانی اور جنگی بننا گناہ ہے؟ کیا قرونِ اُولےٰ کے مسلمان روحانی اور جنگی دونوں نہ تھے۔ کیا رسول خدا صلعم کی ساری عمر روحانیت اور جنگ دونوں میں نہ کٹی۔ کیا صحابہ کرام کا بعینہٖ یہی طرزِ عمل نہ تھا۔ کیا ان کے بعد تابعین مسلمانوں نے کئی صدیوں تک اسی روحانیت اور جنگی قابلیت کے زور پر دنیا فتح نہ کی۔ کیا چست بننا گناہ ہے۔ کیا امیر اور غریب میں برابری پیدا کرنا گناہ ہے۔ کیا قوم سے چندہ نہ لینا اور اپنی جان کا آپ خرچ اٹھانا گناہ ہے۔ کیا جب اور ہتھیار میسر نہیں اور تلوار خریدنے کی طاقت نہیں تو بیلچہ کا خدمت خلق کا اوزار اپنے پاس رکھنا گناہ ہے۔ کیا یہ برا ہے کہ مسلمان سپاہی بن جائیں۔ کیا برا ہے کہ سب کے سب منظم ہوں۔ کیا برا ہے کہ اس کے بعد مسجد شہید گنج کا ناگوار واقعہ پھر نہ ہو سکے۔ کیا برا ہے کہ اسلام کی حفاظت کے لئے ہر وقت ایک جتھا جان دینے کے لئے تیار ہو۔ کیا برا ہے کہ ہم خدمت خلق کرکے سب قوموں کے دل موہ لیں۔ کیا برا ہے کہ ہندو کی مصیبت کو دور کرنے کے لئے ہم اپنی جان پر مصیبت اس لئے لیں کہ ہندو بھی ہمارے ہی خدا کی مخلوق ہے اور وہ اس کو ہم سے بہتر روزی دے رہا ہے۔ مسلمانو! خاکسار

برے نہیں' مولوی ہماری تحریک کی مخالفت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خود برے ہیں۔ لیکن خاکسار سپاہیو! میں ایک ضروری بات تم پر روز روشن کی طرح واضح کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ میری اس تمام تقریر کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اگر پیشہ ور مولوی یا پیر یا ملا یا لیڈر برے ہیں اور ہمارے اس نیک کام میں روڑا اٹکا کر ثابت کر رہے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور حق بات کی مخالفت ازل سے چلی آئی ہے۔ اس لئے تم بھی ان سے برے بن جاؤ۔ تم ان سے برا سلوک کرو۔ تم ان کے مخالف بن جاؤ اور مسلمان قوم کے اندر ایک اور ٹکراؤ پیدا ہو۔ یاد رکھو خاکسار کا پہلا اصول یہ ہے کہ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہو۔ تم ان تمام مسلمانوں کی دل سے عزت کرو۔ جہاں جہاں یہ لوگ موجود ہوں۔ ان کو خلوص دل سے سلامیاں دو۔ اس نیت سے سلامیاں دو کہ تمہارا بلند اخلاق تمہارا رفیع حوصلہ' تمہاری صاف دلی' تمہاری اسلام دوستی' تمہاری سچی مسلمانی' ان کے دلوں پر گہرا اثر کرے۔ اس نیت سے سلامیاں نہ دو کہ یہ سمجھیں کہ ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں۔ دلوں سے سب کدورتیں اور کینے نکال دو۔ اس ارادے سے ان کی عزت کرو کہ تحریک میں داخل کرنا ہے یاد رکھو! ہزار ہا مولویوں اور پیروں ملاؤں اور پیشواؤں کے دِل ہماری اس تحریک سے متاثر ہو چکے ہیں وہ دل سے چاہتے ہیں کہ اس تحریک میں علانیہ شامل ہو جائیں صرف ان کی غلط خودداری انہیں منع کر رہی ہے۔ اب معاملہ بالکل نزدیک ہے' فتح عنقریب ہے' یہ سب کے سب لوگ تحریک میں داخل ہو کر رہیں گے۔ صد ہا داخل ہو چکے ہیں اور مولویت کا لباس اتار کر خدا کے سچے سپاہی بن گئے ہیں۔ صدہا کنارے پر کھڑے دیکھ رہے ہیں' ادھر آنا چاہتے ہیں مگر حوصلہ نہیں پڑتا۔ یہ سب منظر صرف اس لئے پیدا ہوا ہے کہ خاکساروں کو ہمیشہ مولویوں پیروں اور لیڈروں سے انتہائی سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان لوگوں نے منبر پر کھڑے ہو کر مجھ پر نہایت فحش الزامات لگائے۔ مجھے نہایت نازیبا گالیاں نکالیں مجھے انتہائی طور پر رسوا کرنے کی کوشش کی اور کر رہے ہیں۔ مگر جس کو خدا ذلیل نہ کرنا چاہیے اس کو انسان کب ذلیل کر سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے عمدہ سلوک کرنے میں نمونہ بن جاؤ' ان کی بے پناہ خدمت کرو' ان کی اپنے دل کی گہرائیوں سے عزّت کرو۔ ان کے بتلائے ہوئے دین کو غلط سمجھو لیکن اس خیال سے کہ یہ غلط تعلیم دینا صرف انہی کا گناہ نہیں۔ کئی پشتوں سے دین اسلام کے خوشنما چہرے پر پردے پڑے چلے آ رہے ہیں اور یہ مجبور ہیں۔ ان سے عمدہ سلوک کرو گے تو یاد رکھو فتح کی منزل بالکل قریب ہے آخری بات جو میں اس کیمپ میں واضح کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خاکسار تحریک نرا اور ٹھیٹھ خالص اور بیداغ مذہب اسلام ہے۔

اس کے سوا کوئی مذہب مذہب اسلام نہیں۔ اگر اس تحریک کو مذہب اسلام سمجھ کر اختیار کرو تو فتح یقینی ہے۔ کھیل سمجھ کر یا عنایت اللہ کی بنائی تحریک سمجھ کر اختیار کرو گے تو فتح کی منزل دور ہو جائے گی۔ اگر شک ہے تو شامل ہونے سے پہلے قرآن کھول کر دیکھ لو کہ مذہب اسلام کیا ہے اور کیا عمل چاہتا ہے۔

عنایت اللہ خان المشرقی
۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

اتخذو احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ (قرآن حکیم)
(انہوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر مولویوں اور پیروں کو خدا بنا لیا ہے)

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

۲۹ نومبر ۱۹۳۶ء کے سیالکوٹ کیمپ میں خطاب

جس میں

واضح کیا گیا ہے کہ عمل کی تعریف ازروئے قرآن حکیم کیا ہے اور پچھلے سو سال میں مولوی نے جو تعریف عمل کی کی قطعاً" اور سرتاپا غلط ہے۔

چوں سعی نہ کردۂ قضا راچہ گناہ
عزمے نہ کنی بانگ درا را چہ گناہ
حالا چہ شود چو رخت بربست اجل
قرآن چو ندیدۂ خدا را چہ گناہ
المشرقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیالکوٹ کیمپ میں علامہ مشرقی کا خطاب

سیالکوٹ کے خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! تمہارا دستکار شہر پنجاب کی سرزمین میں ممتاز شہر ہے اور تمہارے ضلع کے باشندے کام کرنے والے مشہور ہیں۔ میں تمہیں اس شاندار کیمپ پر جو تمہارے مخلص، خاموش اور بیدار مغز سردار محترم فیروز الدین سالار اعلے کی کامیاب کوشش کا نتیجہ ہے عمل کے صحیح معنے بتانا چاہتا ہوں، تمہارے دلوں میں ڈالنا چاہتا ہوں کہ ازروئے قرآن و اسلام صحیح عمل کیا ہے، غلط عمل کسے کہتے ہیں، وہ کیا شے ہے جس کو کرنے سے خدا کی جناب سے اچھا عوض ملتا ہے۔ کیا شے ہے جس کو کرنے کے باوجود خدا کے ہاں سے کچھ نہیں ملتا۔ تم نے قرآن حکیم میں پڑھا ہو گا کہ "خدا عمل کرنیوالوں کو عمدہ مزدوری دیتا ہے"۔ نعمہ اجر العلمین کے الفاظ ضرور سنے ہوں گے اسی قرآن میں لکھا سنا ہو گا کہ "انسان کو صرف وہی کچھ ملتا ہے جس کے واسطے وہ بھاگ دوڑ اور کوشش کرے" ایک دوسری جگہ لکھا دیکھا ہو گا کہ "جو کوئی بھی ایک ذرہ کے برابر عمدہ عمل کرے گا اسی عمدہ عمل کا انجام دیکھ لے گا، اور جو کوئی بھی ایک ذرہ کے برابر برا عمل کرے گا، اس برے عمل کا انجام دیکھ لے گا"۔ قرآن حکیم میں جا بجا واللہ بصیر بما تعلون اور لننظر کیف تعلمون کے الفاظ ہیں جن سے مراد ہے کہ خدا نہایت غور سے دیکھ رہا ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ فرماتا ہے "تمہیں زمین کا بادشاہ بنایا کہ ہم دیکھیں تم کیا عمل کرتے ہو" قرآن حکیم کے قریبا ہر ورق پر امنوا و عملوالصلحت کے الفاظ لکھے ہیں اور اس کے معنی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنا یقین پختہ کر لیا اور مناسب عمل کیا۔ الغرض میں تمہیں اس کیمپ میں کئی قرنوں کے بعد پھر بتلانا چاہتا ہوں کہ ازروئے اسلام عمل کیا شے ہے، کس قطع کے عمل سے خدا کے ہاں سے جزا ملتی ہے اور کس طرح کا عمل ہے جس کا لازمی نتیجہ خدا کی سزا ہے۔

مسجد کا مولوی اور ملا جو بے چارہ اپنے تنگ و تاریک حجرے میں روٹی کے غم میں پھنسا ہے اور جس کے داؤ اور جال میں تم مسلمان کم از کم ایک سو سال سے پھنسے بیٹھے ہو، قرآن کی عظیم الشان کتاب کو جو کوہ طور بلکہ کوہ ہمالیہ سے بڑی اور بھاری کتاب ہے، کچھ نہیں سمجھتا، گھر گھر اور در در کے ٹکڑوں کی فکر میں اسے کچھ نہیں سوجھتا کہ وہ کیا عمل تھا

جس نے مسلمانوں کو تیئیس برس کے اندر اندر تمام عرب کا بادشاہ بنا دیا تھا، کچھ نہیں سوجھتا کہ قرونِ اُولےٰ کے مسلمانوں نے کیونکر سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے، کیونکر ایک صدی کے اندر اندر مسلمان چار ہزار میل چل کر جھٹ سپین اور فرانس تک جا پہنچے۔ کیا عمل تھا کہ طارق نے تین ہزار میل گھر سے دور سمندر سے پہاڑ پر چڑھ کر کشتیاں جلا دیں، کیا عمل تھا کہ ایک طرف مکہ سے پندرہ سو میل مشرق پہنچ کر مسلمانوں نے کند تلواروں سے ہاتھیوں کی ٹانگیں کاٹیں اور قطار توڑ کر سندھ کو ملتان تک سر کر لیا۔ ملا بیچارہ قسمت کا مارا روٹی کے فکر میں صرف اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کو دیکھ سکتا ہے اس کی نظر کی دوڑ صرف اپنے حجرے کے صحن تک ہے، وہ پہاڑوں سے بڑے اور سمندروں سے زیادہ عظیم الشان قرآن کو کیا دیکھ سکے، وہ اپنے باسی ٹکڑوں کی پریشانی اور اندھیرے میں اس عظیم الشان اور حیرت انگیز رسول کی عظمت کو کیا جان سکے جس کی بابت زمین و آسمان کے بنانیوالے خدا نے کہا تھا کہ میں اور میرے فرشتے اس کی عظمت کو دیکھ کر اس پر ہر دم تحسین و آفرین کے نعرے اور درود بھیج رہے ہیں۔ اس فقید المجد انسان کو کیا جانے جس کی بزرگی کا اندازہ لگا کر کسی ہوش والے انسان نے "بعد از خدا بزرگ توی قصہ مختصر" کے الفاظ لکھ دیئے تھے۔ اتنے بڑے رسول کا اندازہ ایک بھوکا اور پریشان، کم نگاہ اور کم فہم ملا کیا لگا سکتا ہے۔ مولوی قران میں "ا قیموا لصلوۃ" کے الفاظ دیکھتا ہے۔ اس کی بلا جانے کہ اس "قیام صلوۃ" کے الفاظ میں امت کی بہتری کا کیا پہاڑ چھپا ہے۔ وہ اپنی روزی کی خاطر صرف اپنی مسجد کو بھری ہوئی اور باقی سب مسجدوں کو خالی دیکھنا چاہتا ہے اس لئے کہتا پھرتا ہے کہ "عقیدے درست رکھ کر نماز پڑھو"۔ جو اس کے پیچھے نہیں پڑھتا، اس کو جھٹ کافر بنا دیتا ہے، جو اس کے قابو میں نہیں آتا ناری اور جہنمی بن جاتا ہے! اتنے بڑے رسول کو جس کے ادنےٰ امتیوں نے کسرے اور فرعون کی سلطنتوں کو پامال کر دیا تھا سیالکوٹ یا لاہور کی گلی کا ملا کیا سمجھے۔ اس کی نظر رسول کریم کے دل و دماغ اور جگر تک کیا پہنچے، اس ہوش اور ادراک کے ناپیدا کنار سمندر تک کہاں پہنچے۔ جس کے سیلاب نے امتوں کی سوکھی ہوئی کھیتیاں آنکھ کی جھپک میں نہال کر دی تھیں۔ ملا اور مولوی کی نظر صرف اس نبی کی داڑھی اور مونچھوں، مسواک اور تہد، یا عمر میں ایک دفعہ کھائے ہوئے حلوے تک پہنچتی ہے۔ ملّا کے نزدیک بس یہی چیزیں درست رکھنا اسلام کے عمل ہیں۔ امت کے ایک ایک آدمی سے پوچھو سب لوگ یہی قرآن کا عمل بتائیں گے، یہی قرآن کا بتلایا ہوا دین کہیں گے، رسول خدا صلعم نے اپنی تمام عمر تسبیح ہاتھ میں نہیں لی تھی لیکن اس کا آج کل کا امتی اس تسبیح کو دین اسلام کا عمل کہے گا۔

رسول خدا صلعم نے اس مسجد کو آگ لگا دی۔ تھی جس میں سے نفاق اور فرقہ بندی کی بو آنے لگی تھی، لیکن مولوی کے نزدیک ایک گلی کے اندر پانچ جمعے علیحدہ علیحدہ پڑھانا عمل ہے، بڑی مسجد کے ہوتے ہوئے اہل حدیث، اور اہل قرآن کی چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنوانا عمل ہے، مولوی کا الگ الگ روٹی کے سامان پیدا کرنا عمل ہے، ڈاڑھی ایک خاص وضع قطع کی رکھ کر تنخواہ انگریز سے لینا اور تنخواہ لیکر الحمد للہ کہنا عمل ہے، دیو بندیوں اور بریلویوں میں سرپھٹول کے سامان پیدا کرنا عمل ہے، اپنے فرقے کے سوا باقی سب کو کافر کہنا عمل ہے، مسلمانو! کسی مولوی کے وعظ، کسی دینی مناظرے، کسی مذہبی رسالے کو اٹھا کر دیکھو ان کے ایک ایک حرف اور لفظ کے اندر یہی سر پھٹول عمل نظر آئے گی۔ تم ان درندوں سے جو تمہاری امت کو چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں اور چیلوں اور گدھوں کی طرح ہر دم مردار کی تاک میں لگے ہیں عمل کے معنی کیا سمجھو گے۔ عمل کے اسلامی معنی اگر سمجھنا چاہتے ہو تو جاؤ مصطفےٰ کمال کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے امان اللہ کو دیکھو کہ اسے نے کیا کیا تھا، رضا شاہ پہلوی کو دیکھو کس دھن میں لگا ہے ابن سعود اور عبدالکریم کو دیکھو کیا کر چکے ہیں! بھوکے ملا کو اگر اتنا بھی پوچھو گے کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں تو بے چارہ مولوی یہی کہے گا چار روٹیاں ہوا کرتی ہیں۔

مولویوں اور پیروں سے ہٹ کر یہی حال تمہارے اور رہنماؤں اور پیشہ ور لیڈروں کا ہے۔ دیکھ لو آج کونسلوں میں جانا اور پارلیمینٹری بورڈ بنانا اسلامی عمل ہے کل تک انہی کونسلوں کا بائیکاٹ کرنا، انگریزی ملازمتوں سے استعفےٰ دینا اور گھر بار بیچ کر افغانستان ہجرت کر جانا اسلامی عمل تھا۔ کل تک قرآن کا فتوےٰ تھا کہ انگریز کی نوکری، انگریز سے ادنےٰ تعاون، انگریز سے لین دین حرام ہے، آج قرآن کا فتوےٰ ہے کہ کونسلوں میں جانے کے بغیر مسجد وا گزار نہیں ہو سکتی، کل تک کشمیر کو واگذار کرنا اسلامی عمل تھا، آج تیس ہزار انسانوں کو جیل بھیجنے بلکہ تیس ہزار خاندانوں کو برباد کرنے کے بعد کشمیر میں اغیار کا دخل ولا کر خاموش ہو جانا اسلامی عمل ہے، کل تک خلافت کے قیام کے بدلے پچھتر لاکھ روپیہ جمع کرنا اسلامی عمل تھا۔ آج اس پچھتر لاکھ کو ضائع کرکے خلافت کا نام تک نہ لینا اسلامی عمل ہے، مسلمانو! اگر غور سے دیکھو تو کچھ دال میں کالا کالا کہیں ضرور ہے۔ اتنا دن رات کا فرق قرآن کے بتائے ہوئے عملوں میں ہو نہیں سکتا، اسلام صبح کو کچھ اور شام کو کچھ اور کہہ نہیں سکتا۔ ضرور ہے کہ یا ہمارے پیشوا قرآن سے محض بے خبر ہیں، یا قرآن اور اسلام اور تم اور معاذ اللہ تمہارے خدا سے محض کھیل رہے ہیں!

مسلمانو! اگر عمل کی قرآنی تعریف چاہتے ہو تو وہ صاف اور غیر مشکوک ہے۔ قرون اولےٰ کے مسلمان اسلامی عمل کرتے تھے۔ ان کا نتیجہ صاف تھا کہ چند برسوں کے اندر اندر دنیا کے مالک بن گئے۔ فنعم اجر العلمین کی سند اس دنیا میں ہی مل گئی۔ جنگ بدر میں صرف تین سو تیرہ نے عمدہ عمل کیا، نتیجہ صاف مل گیا کہ عظیم الشان لشکر پر فتح پائی اور دشمن کی بیخ اکھڑ گئی، جنگ احد میں مسلمانوں نے امیر کے حکم کے خلاف مورچہ چھوڑ دیا، نتیجہ صاف نکلا کہ خدا نے شکست دی، لشکر میں بھاگڑ مچ گئی، آسمان سے وحی آئی کہ تم بزدل اور ظالم ہو خالص ایمان والے نہیں ہو، موت کی تمنائیں یونہی کرتے تھے، جنت کے حقدار یونہی بنتے تھے، جنت میدان میں فتح حاصل کرنے کے بغیر نہیں مل سکتی، اگر ایمان والے ہو تو اعلون بن سکتے ہو ورنہ ہمارا قاعدہ تو یہی ہے کہ کبھی فتح ادھر اور کبھی ادھر، جس کا پلہ بھاری دیکھا، اس کو فتح دے دی تلک الایام نداولها بین الناس مقصود مسلمانوں پر واضح کرنا تھا کہ خدا صرف سعی کو دیکھتا ہے۔ ان لیس للانسان الا ماسعی اس کے پیش نظر ہر دم ہے خود رسول کے ہوتے ہوئے امت کو شکست اس لئے دی کہ مسلمان رسول کی موجودگی کا غلط اندازہ نہ کریں، اسلام اور دین فطرت کو غلط نہ سمجھیں۔

مسلمانو! اسلامی عمل یہ ہے کہ قرآن نے صاف سورہ محمدؐ میں اعلان کر دیا تھا کہ "جن لوگوں نے پختہ یقین رکھ کر مناسب عمل کیا اور قرآن کے قانون کے مطابق چلے ان کی سب بدحالیاں دور ہو گئیں ان کی دنیا درست ہو گئی"۔ (والذین امنو واعملوا الصلحت و امنو بما نزل علی محمد وهو الحق من ربهم كفر عنهم سیابهم و اصلحه بالهم) جنہوں نے قرآن کا عمل سے انکار کیا ان کو اس دنیا میں پھٹکار ہے۔ اور ان کے عمل اکارت گئے یاایها الذین امنو ان تنصروا الله ینصرکم و یثبت اقد امکم ○ والذین کفروا فتعسا لهم واضل اعمالهم الغرض قرآن کا قانون بالکل صاف ہے جو کرو گے سو بھرو گے، جو بیجو گے سو کاٹو گے، خدا کے نزدیک سب مخلوق برابر ہے، کوئی لاڈلی اور چہیتی نہیں، کسی کی رعایت نہیں۔ خدا ازروئے قرآن خود ہر وقت اور ہر آن کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے کل یوم هو فی شان کا مصداق ہے، بیکار اور معطل خدا نہیں، کبھی تھکتا نہیں، اس کو کبھی اونگھ یا نیند نہیں آتی۔ اس لئے خدا انسان سے بھی کام کا طالب ہے، انتھک کوشش مانگتا ہے، شبانہ روز عمل چاہتا ہے، تتجافی جنوبهم عن المضاجع ید عون ربهم خوفا وطمعا کہہ کر مسلمان کو اپنے بستروں پر بھی چین نہیں لینے دیتا، رات کو جی بھر کر سونے کی مہلت نہیں

دیتا، ہروقت امت کو ہلاکت اور مغضوب خدا بن جانے کا خوف اور بادشاہت اور انعمت علیہم بن جانے کی طمع دلا کر پابہ رکاب رکھنا چاہتا ہے۔ پانچ وقت روزانہ نماز پڑھ کر چست و چالاک، ایک صف میں کھڑے ہونے والے سپاہی، سیدھی قطاروں والے بہادر، سینے تنے ہوئے، مساوات کے رنگ میں رنگے ہوئے ایک امیر کے مطیع، ایک آواز پر یکساں حرکت کرنے والے، قواعد دان اور وقت کے پابند، خدا کے حضور میں پانچ وقت اپنی اطاعت کا اقرار کرنے والے، مٹی پر ماتھا رگڑنے والے خاکسار، زمین پر انکساری سے چلنے والے بندے وعباد الرحمن الذ ین یمشون علی الارض ھونا و اذ ا خاطبھم لجھلون قالوا سلما ○ لیکن خدا کے قانون پر نہ چلنے والے جاہلوں اور کافروں سے تن کر چلنے والے مسلمان پیدا کرنا چاہتا ہے، ہر سال روزے رکھوا کر میدان میں مہینوں اور برسوں بھوکے لڑنے والے سپاہی، ہر برس حج کروا کر ایک مرکز پر جمع ہونے اور تمام دنیا کو خوفزدہ کر دینے والے سپاہی، کلمہ شہادت پڑھوا کر اللہ کے سب سے بڑے جرنیل ہونے کی گواہی دینے والے سپاہی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ الغرض قرآن کا عمل صرف ہاتھوں اور پیروں کا عمل ہے، جنگی اور فوجی عمل ہے، خدا کا بندہ بن کر دنیا پر حکمران ہونے کا عمل ہے۔ اللہ کا سپاہی بن کر زمین پر غالب ہونے کا عمل ہے فان حزب اللہ ھم الغلبون زمین کے وارث بن کر صالح بلکہ اصلح بن جانے کا عمل ہے، خدا کے بندے اور مطیع قانون بن کر بادشاہ زمین بن جانے کا عمل ہے (ان الارض یرثھا عبادی الصلحون) خدا کی یاد اور بڑے جرنیل کا کھٹکا دل میں رکھ کر میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے اور توپ سے لڑ کر کامیاب ہونے کا عمل ہے، (یاایھا الذ ین امنو اذا یقتم فئتہ فاثبتوا واذکر اللہ کثیرا العلکم تفلحون) قرآن کا عمل قرآن کے طول و عرض میں کسی جگہ رہبانیت اور گوشہ نشینی کا عمل نہیں، کسی جگہ بھی تسبیحوں اور چلوں، پھونکوں اور تعویذوں، ذکروں اور تصوروں، مراقبوں، اور خوابوں، ریاؤں اور غیب دانیوں، مکروں اور فریبوں، گنڈوں، وردوں اور نوشتوں کا عمل نہیں۔ مسلمانوں کے فریب کار ملاؤں، بھوکے اور دغا باز مولویوں اور چالاک اور دکاندار پیروں نے مسلمانوں کو دنیا میں ناکارہ اور ان کے اپنے مطلب کا آدمی بنانے کے لئے عمل کے معنے یہی گوشوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ جپنا بنا لیا ہے تاکہ مسلمان سپاہیانہ زندگی سے ہٹ کر ان کے جال میں پھنسا رہے، تمام دن نماز اور نفل پڑھنا عمل بنا لیا ہے، تاکہ مسلمان مسجد کے بیکار اور ناکار مولوی کے ساتھ لو لگائے رکھے، مولوی کی روٹی سلامت رہے، مولوی اس کو بیکار کرکے اپنے کام کا بنائے رکھے، مولوی اس کو دنیاوی کامیابی

کی شہ دے کر ورد پڑھنے کے لئے دیتا ہے تاکہ ورد پڑھنے والا بار بار مولوی کے ساتھ لگا رہے، بار بار مولوی کی بندگی کرے، بار بار مولوی کو اپنا رب بنائے (اتخذو احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ۔ وما امروا الا لیعبد و اللہ مخلصین لہ الد ین)۔

الغرض مسلمانو! مولوی اور پیر کی یہ عمل کی تعریف ازروئے قرآن قطعاً" غلط ہے، نماز، نفل، درود، ذکر تسبیح دعا از روئے قرآن کسی معنوں میں عمل نہیں تھا، نماز صرف مسلمانوں کی دنیا میں ایک ناقابل شکست اور عالمگیر جماعت پیدا کرنے کا ہتھیار ہے، اگر اس اوزار کو تیز کرنے کے بعد تم نے اس اوزار سے ایک زبردست سپاہیانہ جماعت نہیں بنائی تو وہ اوزار بیکار ہے نماز بغیر جماعت کے کچھ شے نہیں لا صلوۃ الا بالجماعتہ صاف حدیث میں ہے، اگر نماز پڑھنے سے مسلمانوں کی ایک دنیا فتح کرنے والی جماعت پیدا نہیں ہوئی تو وہ نماز اور کچھ بھی ہو لیکن خدا کے ہاں صلوۃ نہیں، اقیموا الصلوٰۃ پر عمل نہیں، ملا اور پیر اگر تمہیں اپنی مسجد کے اندر باقی اور مسلمانوں سے الگ ہو کر نماز پڑھنے پر زور دیتا ہے اور اس بار بار زور دینے کی وجہ سے تمہیں بکری کے بیلے کی طرح نیک نظر آتا ہے تو صرف اس لئے کہ وہ لومڑی کا مکر کرکے اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔ اپنی روٹیوں کی سلامتی کی فکر میں ہے۔ اس کا صاف اور کھلا ثبوت یہ ہے کہ جب تم اس کی مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دو اور کسی دوسرے مولوی کا دامن پکڑ لو وہ فوراً تمہیں بد عقیدہ اور ملحد کہہ دیتا ہے، ہر پگڑ دار مولوی دوسرے پگڑ دار مولویوں کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کا مقتدی بننا اپنی بے عزتی سمجھتا ہے ان مولویوں نے اپنی اپنی روٹیاں اور باسی ٹکڑے برقرار رکھنے کے لئے سال بھر میں صرف دو دفعہ عید کی نمازیں بھی الگ الگ کر لی ہیں۔ ہفتہ میں صرف ایک دفعہ کے جمعے بھی الگ الگ کر لئے ہیں، ذرا ذرا سی بات پر "عقیدے" بنا کر ٹولیاں الگ بنا لی ہیں، عقیدے کا ڈھونگ اس قدر رچایا ہے کہ اب اس بات پر بھی عقیدہ ہے کہ فلاں نماز میں کتنی سنتیں اور کتنے نفل پڑھنے چاہئیں، نماز میں سجدے کے وقت پہلے گھٹنے زمین پر لگنے چاہئیں یا ہاتھ، انگشت شہادت اٹھنی چاہیئے یا نہیں، رفع یدین ہونا چاہیئے یا نہیں، آمین زور سے ہو یا آہستہ سورۃ فاتحہ منہ میں پڑھی جائے یا نہیں۔ مسلمانو! اگر غور سے دیکھو تو مولوی کے یہ کرتب صرف تمہاری جماعت کو توڑنے کے کرتب ہیں، صرف تمہیں "اقیموا الصلوٰۃ" سے ہٹانے کے کرتب ہیں، صرف تمہاری جماعتی طاقت کو ریزہ ریزہ کرکے اپنی دکان سجانے کے ڈھنگ ہیں۔ یاد رکھو کہ نماز سے مقصود صرف خدا کے دربار میں حاضری ہے۔ صرف اس بات کا بندے

کا خدا سے اقرار ہے کہ میں صبح کے وقت بھی مطیع اور فرمانبردار تھا اور ظہر اور عصر کے وقت بھی مطیع ہوں' صرف اس بات کا اقرار ہے کہ ہم سب اکٹھے ہیں' مساوی ہیں' ایک امیر کے حکم پر حرکتیں کرتے ہیں۔ تیرے حضور میں حاضری دینے آئے ہیں' ہم سب کو جلد سے جلد اور سیدھے سے سیدھے راستے اس منزل تک پہنچا جس منزل پر تیری نعمتیں اور تیرے انعام (ہاں تیرے دنیاوی انعام) ملتے ہیں' اس ٹیڑھے راستے پر نہ لے جا جس پر چل کر تو غضب میں آتا ہے' ذلت اور مسکنت دیتا ہے۔ اجتماعی غریبی اور غلامی دیتا ہے۔ ضربت علیہم الذلتہ والمسکنتہ وباء و بغضب من اللّٰہ کا مصداق بنا دیتا ہے۔ الغرض نماز کا واحد مقصد اھد نا الصراط المستقیم صراط الذ ین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی دعا خدا کے حضور میں بار بار کرنا ہے تاکہ مسلمان ایک بڑی اور عالمگیر' ناقابل شکست اور غالب جماعت بنے رہیں۔

مسلمانو! انصاف سے کہو اور غور سے فیصلہ کرو کہ اس نماز کے پنج و تہ اقرار میں اگر کسی مسلمان نے جوش میں آکر انگشت شہادت اٹھا دی تو کونسا غضب ہو گیا۔ اگر نہ اٹھائی تو کونسا بڑا جرم سرزد ہوا' اگر بندگی کے ولولے میں اونچی آواز سے آمین کہدی تو نماز میں کیا فتور ہوا اور اگر نہ کہی تو کونسا بڑا قصور ہوا' اگر چار نفل زیادہ پڑھ لئے تو کیا ہوا اور اگر بیس کی جگہ دس تراویح پڑھ لیں تو کیا ہو گیا۔ کیا یہ باتیں اس درجہ کی گناہ کی باتیں ہیں کہ ان کی بنا پر مسلمان اپنی ساٹھ کروڑ کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے اپنی تیرہ سو برس کی محنت سے بنائی ہوئی سلطنتیں تباہ کر دے' اپنے ملک ویران کر دے۔ اپنی بادشاہت کو غلامی سے بدل دے' انگریز کی جوتیاں کھانی قبول کرے' اپنی تجارتیں تباہ کرے' ہندوؤں کی قوم سے بیٹا ہو' جوئیں اور چیتھڑے لے' آہیں اور کراہیں مول لے' ساٹھ کروڑ کی امت' ساٹھ کروڑ فرقوں میں تقسیم ہو جائے۔ مسلمانو! مولوی اگر سچا ہے تو کیوں جھوٹ بولنے والے نمازیوں کو مسجد سے نہیں نکالتا' کیوں زنا کرنے والوں کو بدعقیدہ کہہ کر مسجد سے الگ نہیں کرتا' کیوں صرف سچوں اور نیکوں اور دیانتداروں کا الگ فرقہ نہیں بناتا' کیوں صرف رفع یدین والوں کا فرقہ بناتا ہے' کیا جھوٹ بولنا' زنا کرنا' فریب کرنا بدعقیدگی نہیں' کیا قرآن میں صاف ان کے خلاف حکم نہیں' کیا رفعِ یدین اور انگشتِ شہادت کا ذکر تک قرآن میں ہے؟ مسلمانو! ان مولویوں کے بنائے ہوئے دین کے بخیے ادھیڑ کر دیکھو تو تمہیں پیاز کی طرح چھلکا ہی چھلکا نظر آئے گا' کہیں اصلی قرآن اور حدیث نظر نہ آئے گی' کہیں اصلی دین اور اصلی اسلام کا

نشان تک نہ ہو گا۔ سب اپنی تن پروری اور حلوے مانڈے کی غرض ہو گی' سب بے رحمی اور کمال بے دردی سے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہو گا' سب اپنی پیچدار پگڑی کی حفاظت ہو گی۔ سب مکر اور فریب ہو گا' خدا سے دھوکا ہو گا' رسول سے مکر ہو گا' رسول کی چٹکی کے برابر وقعت نہ ہو گی' سب کسی دوسرے مولوی کو زک دینا ہو گا' سب اپنی کبریائی کو بتانا ہو گا' سب اپنے پکوان کو خوش ذائقہ کرنا ہو گا۔ جو مولوی ایک شہر میں عید کے دن عیدہ گاہ کے مولوی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا' وہ مولوی باغی اسلام ہے' اس کی سزا ازروئے اسلام موت ہے' جو مولوی ایک شہر میں جمعہ کے دن جامع مسجد کے مولوی کے پیچھے اپنے تمام محلے کے نمازیوں کو لے کر نماز ادا نہیں کرتا' وہ منکر اسلام ہے اور اس پر شرع کی آخری حد ہے۔ مصطفےٰ کمال نے اگر ان سب کی بیخ اپنی سلطنت میں اکھاڑ دی تو اس کی وجہ یہی فتنہ پردازی تھی' رضا شاہ نے اگر ان کا صفایا کر دیا تو یہی وجہ تھی' امان اللہ خان اگر ان کو ہلاک کرنا چاہتا تھا تو اس لئے کہ یہ لوگ مسلمانوں کی قوت میں حارج تھے' سلطنت کی قوت نہ بننے دیتے تھے' قرآن اور حدیث کے صحیح معنوں میں منکر تھے خدا اور رسول کے منکر تھے' خدا اور رسول' قرآن اور حدیث مسلمانوں کو دنیا میں غالب کرنا چاہتی ہے' یہ مسلمانوں کے طفیلیے مسلمانوں کے خون پر پلنا چاہتے ہیں۔ مجھے ایک مسجد کے خطیب نے جو تمہارے ہی شہر کا امام تھا با قرار صالح کہا کہ میں جب تک امام رہا میرے دل میں نماز پڑھانا صرف روٹیاں اکٹھا کرنے کا سامان تھا' میرے دل میں نماز کی کوئی وقعت نہ تھی' کوئی خدا کا ڈر نہ تھا' ہم سب بری باتیں مسجد میں بیٹھ کر کرتے تھے اور ذرا نہ جھجکتے تھے۔ ایک دوسرے بڑے مچھندر مولوی کے متعلق جواب ہندوستان کے مسلمانوں کا بڑا لیڈر بنا پھرتا ہے جہلم کے ایک شخص نے قبلہ رو ہو کر اور قرآن ہاتھ میں لے کر کہا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس کو اپنے میزبان کے مکان میں ایک نہایت برا فعل کرتے اس وقت دیکھا جب کہ کئی ہزار مسلمان نصف میل دور اس کی تقریر کے انتظار میں مر رہے تھے۔ میں بائیسکل پر ان کو بلانے آیا تھا اور یہ نظارہ تھا۔ مولوی جی مجھے دیکھ کر ساتھ کی مسجد میں بھاگ گئے' اپنے آپ کو صاف کیا اور پھر داڑھی پر ہاتھ پھیر کر آدھمکے اور قرآن اس قدر بولا کہ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔

مسلمانو! میرا مقصد سب مولویوں کو برا کہنا نہیں' نہ اپنے آپ کو اچھا کہنا ہے میں بھی برا ہوں اور کیا عجب کہ روز قیامت کو ان سب سے زیادہ پکڑا جاؤں لیکن غرض یہ ہے کہ مولوی کا الگ نمازوں پر زور دے کر امت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور نماز کے مقصد کو باطل کر دینا نیک نیتی سے نہیں۔ یہ لوگ اب مسلمانوں کے دلوں میں یہ ڈال کر کہ نماز کا پڑھ لینا

ہی صرف عمل ہے اور اس کا اجر روز قیامت ہی کو ملے گا' مسلمانوں کو ہاتھ پاؤں کے عمل سے بے کار کر رہے ہیں۔ اب ایک نیک بخت مسلمان صرف پانچ نمازیں پڑھ کر باقی سب عمل سے غافل ہے۔ وہ مسلمان جو کسی زمانے میں پانچ نمازوں کو عمل نہیں بلکہ قوت حاصل کرنے کا بے پناہ ہتھیار سمجھ کر تمام دن ہاتھ پاؤں کے عمل اور سپاہیانہ زندگی میں مصروف رہتا تھا اور اسی ہاتھ پاؤں کے عمل کے باعث دنیا پر سلطنت کرتا تھا آج کل شل ہو چکا ہے' اس کے سامنے رسمی نماز کے سوا کوئی مقصد نہیں رہا' عام مسلمان بھی جو نماز نہیں پڑھتا یہی سمجھتا ہے کہ ہماری بے عملی یہی نماز نہ پڑھنا ہے اگر ہم سب آج کل کے مولوی کی طرح "نمازی" ہو گئے تو خدا چھپر پھاڑ کر سلطنت دے گا' اوپر سے بادشاہت خودبخود برسے گی کیونکہ خدا اس لئے ناراض ہے کہ ہم اس کو "سجدنے" نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ عام مسلمان صرف نماز پڑھتے ہیں' لیکن اقیموا الصلوٰۃ اور قیام جماعت پر کوئی زور نہیں دیتا' کوئی اس بات پر زور نہیں دیتا کہ مسلمانو! سب ایک ہو کر نماز پڑھو سب جمعوں کو ایک کر دو تاکہ قیام جماعت اور قیام الصلوۃ کی کوئی صورت پیدا ہو' قوت کی صورت پیدا ہو' سپاہیانہ زندگی پیدا ہو' قلعوں کو سر کرنے کا عمل پیدا ہو "مسلمانو! یاد رکھو جب تک قوم میں ہاتھ پاؤں کا عمل پیدا نہ ہو گا الگ الگ مسجدوں میں جدا جدا نمازیں کچھ پیدا نہیں کر سکتیں' انگریزوں کو دیکھ لو ان میں قیام جماعت موجود ہے' ان کی نماز تمہیں نظر بھی نہیں آتی لیکن خدا کی بخشش کا بے پناہ ہاتھ ان کو دنیا پر غالب کر رہا ہے!

سیالکوٹ کے مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! میں تمہیں صحیح اسلامی مفہوم سے اس لئے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم ایک دستکار اور پیشہ ور شہر کے باشندے ہو' تم روزانہ ہاتھ پاؤں کا کام کرتے ہو اور خوب سمجھ سکتے ہو کہ جب تک ہاتھ پاؤں کے دن بھر کے کام سے شام کے وقت کوئی چیز تیار نہ کر لو رات کو مزدوری نہیں ملتی۔ نرے سارا دن اوزاروں کو تیز کرتے رہنے سے شام کو مالک سے اجرت مانگنا مخول معلوم ہوتا ہے۔ اسی حساب سے تم تیس ہزار آدمیوں کا پچھلی کشمیر کی تحریک میں جیلوں میں چلے جانا اور پھر کچھ نہ بنا سکنا ایک بے فائدہ عمل تھا۔ تم تیس ہزار جوش میں اپنے پیشہ ور لیڈروں کے کہنے پر چلے گئے اور پھر کچھ نہ بنا۔ یہ امر تمہارے لئے عبرت کا باعث ہونا چاہئے۔ تم اس لئے کچھ نہ بنا سکے کیونکہ تم جماعت نہ تھے' صرف ایک ہنگامے میں علے الحساب شریک ہو گئے۔ اگر تم تیس ہزار بھیڑ ہونے کی بجائے تیس ہزار کی ایک جماعت ہوتے' کسی نظام کے ماتحت ہوتے' کسی مولوی یا لیڈر یا امیر کے حکم تلے ہوتے عمل کی صحیح تعریف جانتے' ایک مضبوط رشتے میں جکڑے ہوئے ہوتے' تو تم تیس ہزار بہادر ایک کشمیر کیا تمام ہندوستان کو سر کرنے کے قابل ہوتے' مجھے تمہاری نادانی پر افسوس ہے کہ دستکار اور پیشہ ور ہو کر تم نے بے فائدہ عمل کیا' اب ہوش کے کانوں سے سنو کہ تمہارے سامنے صرف یہ خاکسار تحریک ہے جس میں جماعت کا راز ہے' صرف اسی تحریک کے اندر نظام ہے' صرف اسی کے اندر ہاتھ پاؤں کا عمل ہے' صرف اسی کے اندر نقدا نقد مزدوری ہے' صرف اسی تحریک کے اندر داخل ہونے سے تمہاری بگڑی بن سکتی ہے' تم ان آنکھوں سے دیکھ لو کہ تحریک میں کیا طاقت نظر آ رہی ہے' ہر شخص سپاہی بن رہا ہے' سپاہیوں کی قوت پیدا کر رہا ہے' نظام میں جکڑا ہوا ہے' ایک رسی سے بندھا ہے' تم تیس ہزار کشمیر جا کر کچھ نہ کر سکے اس لئے کہ سب علیحدہ علیحدہ تھے۔ مولویوں کی نمازوں کی طرح الگ الگ نمازیں پڑھتے تھے۔ راکھ کے ڈھیر کی طرح ہوا تمہیں اڑا کے لے گئی اور کچھ نہ بنا۔ ہوش سے سنو قرآن میں صاف لکھا ہے کہ کافروں کے عمل راکھ کے ڈھیر کی طرح ہوا کرتے ہیں۔ ہوا اور تیز آندھی اس راکھ کو اڑا کر لے جاتی ہے اور بکھیر دیتی ہے۔ اس راکھ کے ڈھیر سے کوئی طاقت حاصل نہیں ہوتی۔ مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح دیکھ لو قرآن کس قدر صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ بکھرنے والی جماعت کافروں کی جماعت ہے۔ قرآن حکیم میں کافروں کی تعریف تحسبھم جمیعا و قلوبھم شتی کی گئی ہے یعنی باہر سے ایک نظر آتے ہیں لیکن ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں لا یقدرون علی شیء مما کسبوا والی

جماعت خدا والوں کی جماعت نہیں، تم چونکہ نقد مزدوری روزانہ لیتے ہو سمجھ لو کہ کیوں تیس ہزار کے کشمیر جانے سے نقد مزدوری نہ ملی۔ چونکہ تم نے کوئی عمل نظام اور انتظام سے نہ کیا تھا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا، سب عمل اور محنت راکھ کا ڈھیر بن گئی سب لو اشر کو لحبط عنھم کے تحت میں آگئے، یاد رکھو کہ شرک اور فرقہ بندی ایک شے ہے، شرک اور بدنظمی ایک شے ہے! اب تمہارے سامنے ایک نظام پیدا کرنے والی تحریک ہے، تم کو صاف بتلا دیا ہے کہ اسلامی عمل صرف ہاتھ پاؤں کا عمل ہے، تم صاف دیکھ رہے ہو کہ خاکسار تحریک ہی صرف ہاتھ پاؤں کا عمل پیدا کر رہی ہے۔ اس لئے اگر بگڑی کو بنانا اور جلد مزدوری حاصل کرنی ہے تو سب کے سب خاکسار تحریک میں شامل ہو جاؤ۔ تیس ہزار شامل ہو جاؤ گے اور ایک نظام بنا لو گے تو یاد رکھو کہ جلد بیڑا پار ہے۔

عنایت اللہ خان المشرقی

۲۹ نومبر ۱۹۳۶ء

فان تنازعتم فی شئی فردو الی للہ والرسول (قرآن حکیم)

اور اے مسلمانو! اگر کسی معاملہ میں تم اور تمہارے امیر کے درمیان کھینچا تانی ہو جائے تو اس معاملے کو خدا اور رسول پر چھوڑ دو اور اس امیر کا حکم مانو۔

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء کے لاہور جنرل کیمپ میں خطاب

جس میں

مولویوں کے **اطاعت امیر** کے **غلط** اور فتنہ انگیز مفہوم کے خلاف بتایا گیا ہے کہ اسلام میں اطاعت امیر کا صحیح اور ناقابل رد مفہوم کیا ہے۔

اے درس خدا بہ گوش ناکردہ بشر
دانی ز صلوۃ ست چہ نعمت پیش نظر
یک امت و یک طاعت و یک امر و امیر
تا حزب خدا شوی و غالب یکسر

المشرقی

لاہور جنرل کیمپ میں علامہ مشرقی کا خطاب

مسئلہ اطاعت امیر

(الاصلاح ۱۹ مارچ ۱۹۴۳ء)

لاہور کے خاکسار سپاہیو! خاکسار جانبازوں کے مرکزی کیمپ سے پہلے جو عنقریب ۲۵ سے ۲۸ مارچ تک دارالسلطنت دہلی میں ہونے والا ہے۔ تمہارا یہ مقامی جنرل کیمپ بعض خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے جو پہلے کیمپوں میں موجود نہ تھیں۔ میں نے تمہارے ایک کیمپ پر لاہور کو سخت برا بھلا کہا تھا۔ اس شہر کو تمام اخلاقی اور اجتماعی برائیوں کا مرکز اور اس کے سرداروں کو خاکسار تحریک کے سب سے بڑے سردار کہا تھا۔ لاہور کے متعلق جہاں مجھے اپنے پہلے بیانات سے انکار نہیں وہاں اس بات کا اقرار ضرور ہے کہ لاہور نے میری سخت فہمائش اور ناملائم تنبیہ کو جلد قبول کر لیا' لاہور کی رگ حس اس سخت گیری سے جلد سے جلد پھڑک اٹھی' لاہور کو اس امر کا احساس ہو رہا ہے کہ اگرچہ خاکسار تحریک کا روحانی مرکز خدا اور قرآن ہے' اگرچہ ہندوستان کے مسلمان صرف خدا اور قرآن کو پھر دیکھ کر اپنی غفلتوں اور واماندگیوں کا جائزہ لینے کے لئے اٹھے ہیں۔اگرچہ تحریک کو دھکیلنے اور مسلمان کو نیند سے اٹھانے والی طاقت مسلمان کے اپنے ضمیر کی آواز اور اپنے ہوش و خرد کی پکار ہے' لیکن لاہور تحریک کا کم از کم جغرافیائی مرکز ضرور ہے' لاہور کی طرف ہندوستان کی ظاہری آنکھیں ضرور لگی ہوئی ہیں' لاہور تحریک کا جسمانی قالب ہے' لاہور روح نہ سہی کچھ نہ کچھ گوشت پوست بیشک ہے' اس احساس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تمہارا سردار محترم عبدالرشید قریشی مرکزی کیمپ کے سلسلے میں دہلی میں حکماً" حاضر ہے اور تم یہاں پر ایک پر رونق کیمپ کر رہے ہو' تمہیں اب اپنے سردار کی غائبانہ عزت بھی ملحوظ ہے۔ محترم شاہ دین اسلم نے جو قائم مقام مقرر ہوا ہے تحریک میں ایک نیا اور ہنگامی دوران خون پیدا کر دیا ہے' اس کو نہ صرف اپنی عزت اور خودداری کی پچ ہے بلکہ اپنے سردار کی عزت پیش نظر ہے۔ مسلمان میں اب اس چار سال کی کھینچا تانی اور جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کرنے کے بعد اس قدر سلیقہ بلکہ عزت نفس پیدا ہو چکی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کی عزت کو اپنی عزت سمجھنے لگا ہے۔ سینوں سے کینے اور حسد نکل رہے ہیں' جمیعت اور جماعت پیدا ہو رہی ہے وحدت کی ہوا

بندھ رہی ہے' مسلمان نے **جس دن جماعت کی عزت کو اپنی عزت** سمجھ لیا اور اس عزت کو برقرار رکھنے کی ہٹ پیدا کر لی' ایک ناقابل شکست جماعت خودبخود پیدا ہو جائے گی۔ جماعت کا تعلق' یاد رکھو' دل سے ہے' دلوں کی فراخی اور کشادگی سے ہے' شرح صدر سے ہے۔جس وقت قوم کے سینے کھل جاتے ہیں' جس وقت دلوں کی تنگیاں اور سیاہیاں محبت اور رواداری کے میدانوں اور نوروں سے بدل جاتی ہیں' ہاں جس وقت خدا کی رحمت کا نرم نرم ترشح دلوں کی سنگلاخ زمینوں کو یکسر نرم کر دیتا ہے اور کسی کو کسی سے کچھ دریغ' کسی کی کسی سے کچھ غرض' کسے رابا کسے کارے' کسی کی کسی سے کچھ لاگ نہیں رہتی تو "جماعت کا بہشت" پیدا ہو جاتا ہے میرزا غالب نے اپنے معشوق کی تعریف میں "جنت نگاہ" اور "فردوس گوش" باندھا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ سینوں کی فراخی سے "بہشت عمل" پیدا ہو جاتا ہے۔اس وقت ہر شخص عمل کے سرور میں مست' اتحاد کے کیف میں مخمور' نہیں طاقت اور زور کے خمار میں بے چین' الغرض رس بھرے اور محبت کے رسیا دلوں کے مساموں سے طاعت اور تسلیم کے چشمے پھوٹ پھوٹ کر نکلتے ہیں اور جماعت پیدا ہو جاتی ہے۔ تم کسی زندہ قوم کے دلوں کو چیر کر دیکھو حمیت کے خون اور اطاعت کی بوندوں سے بنے ہوں گے۔ ہر شخص اپنے سوا باقی سب کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہو گا' ہر شخص اپنے نفس کو دکھ دے کر ہر دوسرے کی مدد کے لئے تیار ہو گا' ہر ایک اپنے آپ کو فنا کر کے جماعت کی بقا چاہے گا' اپنے آپ سے دشمنی اور اپنے سوا سب سے سچی دوستی ہو گی' اپنے غم کو بڑھا کر باقیوں کا غم غلط کر رہا ہو گا' بے مزد اطاعت اور بے اجر محبت ہو گی' اشاروں سے حکم جاری ہوں گے' پلکوں کے اشاروں سے ان کی تعمیل ہو گی' انگلیوں سے حرکتیں ہوں گی' آنکھوں سے ان حرکتوں کا جواب ہو گا' غور کرو کہ سب زندہ قومیں سنجیدہ اور خاموش کیوں ہیں؟ اس لئے کہ طاعت اور تسلیم کے سوا کچھ نہیں جانتیں' اس لئے کہ **عمل کے بہشت** میں بس رہی ہیں۔ ونزعنا مافی صدورھم من غل کی مصداق ہیں' کینے اور دلوں کی میل ان کے سینوں سے نکل چکی ہے اب ایک جنت کا عالم ہے جس میں سب طرف سے سلام سلام کی آواز آ رہی ہے۔ مردہ قوموں میں کیوں چھچھورا پن ہے' ان میں کیوں پاکھنڈ مچا ہے' ہاں اس لئے کہ کوئی کسی کی نہیں سنتا' اس لئے کہ سب کے نفس موٹے ہیں' سب اپنے آپ اور اپنی ذات کو بنانا چاہتے ہیں' سب اپنی سنانا اور آپ کچھ سننا نہیں چاہتے۔ یاد رکھو جو قوم سن رہی ہے' خاموش اور طاقت ور ہے' جو سنا رہی ہے کمزور ہے' اور اس کے اندر شور مچا ہے۔ قرآن حکیم نے اسی نقطہ نظر سے بدترین حیوان(شر

الدواب) اس قوم کو کہا ہے جو نہیں سنتی۔ اسی نگاہ سے انسانیت کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ انسانوں کی قوم خاموش رہے اسی تقاضے سے حدیث میں خاموشی اور تسلیم کو ایمان کہا ہے۔ بہشت کا سماں خدا نے قرآن میں بتایا ہے کہ وہاں کسی کی کسی سے لاگ نہ ہو گی' سب سینے پاک صاف ہوں گے' سب طرف سے سلام سلام کی آواز آئے گی' کامل خاموشی اور امن ہو گا' برخلاف اس کے جہنم میں فیہا زفیر و شہیق کا سماں ہو گا' اس میں کان پڑی آواز سنائی نہ دے گی' بلند صداؤں کا کہرام مچا ہو گا' بحثیں اور ایک دوسرے کو طعنے ہوں گے' ہر ایک دوسرے کو ملزم اور مجرم گردانتا ہو گا وغیرہ وغیرہ' مسلمانو! صاف دیکھ لو کہ قرآن کا دوزخ اور بہشت کیا ہے۔ سعدی علیہ الرحمتہ نے اسی قرآن کو دیکھ کر کئی سو سال بعد کہا:

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

خاکسار سپاہیو میں خوش ہوں کہ تمہارے سینے فراخ ہو رہے ہیں' خوش ہوں کہ تم غیر حاضر سردار کی عزت کو اپنی عزت سمجھ رہے ہو' خوش ہوں کہ تمہارا حاضر اور قائم مقام سردار اس نیت سے کام کر رہا ہے کہ جماعت کی عزت بنی رہے۔ خاموشی' اطاعت اور امن تم میں ضرور پیدا ہو' جو سردار ادارہ علیہ کے حکم سے نگاہوں سے اوجھل کر دیا جاتا ہے تم اس سے نگاہیں ہٹا لیتے ہو' جو سامنے آجاتا ہے اس کے اشاروں کے منتظر رہتے ہو' سردار کے عہدے کی تمہیں قدر ہونے لگی ہے' سردار کی ذات سے بحث گم ہو رہی ہے' یہ سب امور اس کی دلیل ہیں کہ تم عمل کے بہشت میں رفتہ رفتہ بس رہے ہو تمہاری نیت قوم کو بلند کرنے کی ہو رہی ہے' ہاں جماعت صحیح معنوں میں جماعت بن رہی ہے' ٹھڑولیاں بیشک کم ہو رہی ہیں' حسد اور ذاتیات گھٹ رہی ہیں کیریکٹر بلند ہو رہا ہے' یاد رکھو جماعتیں سامانوں اور مکانوں' دفتروں اور خزانوں سے نہیں بنتیں۔ صرف کیریکٹر اور بلند اخلاق سے بنا کرتی ہیں۔ وہی جماعت سب سے زیادہ زور آور ہے جس کے اندر سب سے زیادہ امن سب سے زیادہ خاموشی اور اطاعت الغرض سب سے زیادہ بلند کیریکٹر اور اخلاق موجود ہے۔ پچھلی جنگ عظیم میں انگریز جرمنوں پر کیوں بازی لے گیا درآنحالے کہ جرمن کے پاس ایک کے مقابلے میں دس توپیں تھیں' یہ اس لئے کہ انگریز کا کیریکٹر نسبتاً" بدرجہا بلند تھا' انگریز اپنے سردار کی کامل اطاعت کا نمونہ تھا' انگریز انتہائی طور پر خاموش تھا' بک بک کرکے اپنی قوم کے راز کو' قوم کی آن کو' قوم کی شان اور خودداری کو رسوا نہ کرنا چاہتا تھا' انگریز کے ماتھے پر کبھی بل نہ پڑا' وہ خوش بخوش کام کئے جاتا تھا۔ انگریز ماجعل علیکم فی الد

ین من حرج (یعنی تمہیں وہ لوگ ہو کہ عمل میں ہم نے تمہارے ماتھے پر کوئی تنگی نہیں رکھی)۔ کی صحیح تصویر تھا' انگریز انتہائی مصیبت کے وقت بھی اپنے بادشاہ سے نہیں بگڑا' ناشکر گذار جرمن قوم نے اسی بادشاہ کو تخت سے اتار دیا جس نے اس قوم میں خطرناک عسکریت پیدا کر دی تھی۔ انگریز کا بادشاہ اگرچہ برائے نام بادشاہ تھا' مگر انگریز اس کے وقار کو قائم رکھنے میں سرگرم تھا' انگریز کو ضد اور غیرت تھی کہ اس کے برائے نام بادشاہ کی رسوائی اس کی قوم کو غیر کی نظروں میں رسوا نہ کرے' جرمن بے غیرت تھا کہ تیرزنی سکھانے والے پر تیر مار گیا۔ مجھے تعداد یاد نہیں لیکن ایک بڑے ماہر جنگ جرمن نے اپنی قوم کی برائیاں گناتے لکھا کہ اتحادی جنگ عظیم میں جرمنی سے اس لئے جیتے کہ ان کے سپاہیوں میں بے حد اطاعت امیر تھی' انگریز کی اپنے امیر کی اطاعت جرمنوں کے بالمقابل دس گنا زیادہ تھی' گویا اس ہولناک جنگ میں اگر نافرمانی کی وجہ سے انگریزوں نے اپنی فوج کے چار ہزار سپاہیوں کو گولی سے اڑا دیا تو جرمنی میں چالیس ہزار جرمن اسی جرم کے بدلے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جس قوم میں حکم امیر پر یہ شور و شر ہو وہ خدا کی نگاہوں میں کیونکر سرفراز ہو سکتی ہے؟ جس قوم کے دلوں کی زمینیں سخت ہوں خدا ان سے کیا نرم سلوک کر سکتا ہے؟

قرآن حکیم میں کائنات کی عام اطاعت

خدائے عزوجل نے قرآن عظیم میں اطاعت پر ہر جگہ وہ بے پناہ زور دیا ہے کہ قرآن کا ہر ورق اس جہاں کشا تعلیم کا عکس آئینہ ہے۔ والنجم و الشجر یسجدٰن کہہ کر صاحب غور و فکر کو جتلا دیا ہے کہ ستارے اور درخت (گویا آسمان کی مخلوق اور زمین کی مخلوق) خدا کے قانون کے آگے جھک رہی ہے۔ دابہ اور ملیئکتہ یعنی حیوانات اور فرشتوں کے متعلق حیرت انگیز انکشاف کیا کہ ان میں سے ہر ایک کو خدا کی اطاعت کا مکمل علم ہے' لیکن انسان اس اطاعت اور تسلیم کو نہیں سمجھتا: قل قد علم صلوۃ تسبیحہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم۔ اسلام کا لفظ قرآن میں اطاعت کا صحیح ہم معنی ہے' اس بنا پر قرآن نے اعلان کر دیا کہ زمین اور آسمان میں جو کچھ موجود ہے "مسلمان" ہے۔ گویا مطیع قانون خدا ہے' فرمانبردار ہے لہ اسلمہ من فی السموت و من فی الارض وللہ یسجد من فے السموت والارض طوعا و کرھا۔ ان عام محاکموں کا دائرہ ذرا تنگ کرکے قرآن نے جن و انس کی تخلیق اور دنیا کی ہر ذی روح شے کے وجود کی لم اور توجیہ صاف اور بیگمان الفاظ میں فرما دی کہ دنیا کی سب

ذی ہوش اور ذی عقل مخلوق پیدا ہی اس لئے کی گئی ہے کہ میرے (یعنی خدا کے) غلام بن کر رہیں، خدا کے قانون کی پوری تعمیل کریں۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میرے زیر حکم رہیں، گویا اطاعت اور عبدیت ان کی مٹی میں خمیر کر دی گئی ہے، یہی ان کی وجہ تخلیق اور یہی ان کے وجود کا باعث ہے، جن اور انس سے قطع نظر آسمان کی پیدائش کے بعد پہلا سوال جو خدائے برتر نے آسمان و زمین سے پوچھا نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز ہے، پوچھا گیا کہ اے آسمان اور اے زمین! وجود میں آنے کے بعد اب کیونکر میرے سامنے آیا کرو گے؟ خوش بخوش اور مطیع بن کر یا تنگدل اور ناراض ہو کر؟ (طوعا و کرھا) آسمان اور زمین دونوں سے جواب آتا ہے کہ اے خالق کائنات ہم خوش بخوش اور مطیع ہو کر آیا کرینگے! ناخوشی اور ناراضگی کی یہاں کیا گنجائش ہے : فقال لها وللارض اتینا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین : یہ تمام اس لئے کہ قرآن حکیم کی نگاہوں میں اس زمین و آسمان کی چار دیواری کے اندر مالک اور خالق کے قانون کی اطاعت کے سوا چارہ نہیں، فرار ہونے کا کوئی رستہ نہیں، بھاگ کر نکل جانے کے لئے کوئی رخنہ، کوئی سوراخ، کوئی فتور باقی نہیں۔ قرآن نے صلائے عام اور جنرل چیلنج دے دیا کہ اگر اس کون و مکان کے اندر کسی خوش اسلوبی سے رہنا چاہتے ہو تو خدا سے گذارہ کی واحد صورت یہ ہے کہ قانون خدا کی اطاعت کرو، اطاعت اور تسلیم، اسلام اور انقیاد کے بغیر اس جہان سعی و عمل کے اندر کوئی جائے پناہ نہیں! یا معشرا الجن و الانس ان استطعتم ان تنفذ و من اقطار السموت و الارض لا تنفذو ن الابسلطن

اقوام کی اطاعت اور اطیعوالرسول کے معانی

عالم آرا اطاعت اور تسلیم کے ان عام اشاروں سے گذر کر قرآن خاص حکموں کی طرف آتا ہے، زمین و آسمان، دابہ اور ملائکتہ جن و انس سے گزر کر قوموں اور انسانی گروہوں کی طرف توجہ کرتا ہے، تو اطاعت کے متعلق پھر وہی تاکید اور اصرار ہر جگہ ظاہر ہے۔ قوموں کو سرفراز کرنے کے لئے رسول آتے رہے، قرآن کی نص صریح کے مطابق ہر قصبے ہر قریے ہر امت میں رسول آئے، انہوں نے اجل زدہ امتوں کے سامنے خدا کا قانون پیش کیا، قانون خدا کو امتوں کے سامنے پیش کرنے کا مطلب یہ تھا کہ امتوں اور بستیوں میں وہ کیریکٹر اور بلند اخلاق پیدا ہو جائے جو اس دنیا میں فتح و ظفر کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن

قرآن انسانی امتوں کے بارے میں اطاعت خدا کے ساتھ ساتھ اطاعت رسول بھی ضروری اور لابدی قرار دیتا رہا۔ اس لئے کہ رسول جب تک زندہ تھا اس انسانی گروہ کا زندہ امیر تھا اس زندہ امیر کے منہ سے دیئے ہوئے حکموں کی اطاعت ہی اس قوم کا شیرازہ باندھ سکتی ہے۔ جس انسانی گروہ کا ایک ناطق اور بولنے والا فرمانروا موجود نہیں اور جس قوم میں اس بولنے والے اور منہ سے حکم دینے والے امیر کے حکموں کی تعمیل کی اہلیت پیدا نہیں، وہ قوم صرف قانون خدا اور آئین فطرت پر چل کر جماعت کے رتبے پر ہرگز نہ پہنچ سکتی تھی۔ قرآن نے اعلان کر دیا، کہ نہیں، اطاعت خدا کے ساتھ ساتھ رسول کے منہ بولے حکموں کی اطاعت بھی اسی قدر لازمی ہے۔ ہم رسول بھیجتے ہی اسی مطلب کے لئے ہیں کہ اس کے دیئے ہوئے فوری حکموں کی فوری اطاعت کی جائے۔ (ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ)

جس قوم نے اس زندہ امیر کے حکموں کی اطاعت کی اس نے گویا خدا کی اطاعت کی من یطع الرسول فقد اطاع اللہ) الغرض زمین و آسمان دابتہ اور ملائکتہ جن و انس اور کل کائنات سے قطع نظر انسانی امتوں کے لئے قرآن نے اطیعو اللہ کے ساتھ ساتھ انسان کی زبانی حکموں کی متابعت "اطیعوالرسول" کے الفاظ میں لازم و ملزوم کر دی۔ اتقواللہ کے حکم (یعنی خدا کے قانون سے ڈرتے رہو) کے ساتھ ساتھ بار بار واطیعون (یعنی میرے بھیجے ہوئے انسان کے منہ بولے حکموں کی تعمیل کرو) کا حکم لازماً لف کر دیا۔ ہر امت اور ہر قریہ اور ہر قوم کو ایک انسانی حکمران دے کر اعلان کر دیا کہ جب تک وہ بھیجا ہوا انسان زندہ ہے اس کے منہ سے دیئے ہوئے وقتی اور ہنگامی حکموں کی اطاعت انسان پر واجب اور لازم ہے تاکہ انسانی امتیں ایک شیرازے میں بندھ کر جماعت کی صورت اختیار کر لیں اور بے مزد رسول اس امت کو اپنے حکم ناطق کے ماتحت لا کر تمام کمزور اور منتشر امتوں پر چھا جائے، ہاں فساد کے بعد امن اور کمزوری کے بعد غلبے کی صورت پیدا ہو۔ انی لکم رسول امین (یعنی میں وہ پیغمبر ہوں جو تمہیں خوف اور شامت کے ماحول سے نکال کر امن دینے آیا ہوں) فاتقو اللہ و اطیعون۔ انهم لهم المنصورون (یہی نبی دنیا میں غالب آیا کرتے ہیں)۔ (و ان جند نالهم الغالبون (یہی ہمارے قانون پر چلنے والے سپاہی فتح مند ہوا کرتے ہیں)۔ (لاغلبن انا رسلی (میں اور میرے بھیجے ہوئے انسان ہی سب پر چھا جاتے ہیں) یہ سب قرآنی الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خدا کے بھیجے ہوئے انسانوں کے آنے کا مقصد قیام جماعت اور

غلبہ کے سوا کچھ نہ تھا!

امیر کی اطاعت کا صحیح مفہوم

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! "اطیعواللہ" اور "اطیعوالرسول" کے بعینہٖ یہ معنے ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ ملا اور مولوی جو فریب ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہے اس کا پول بھی کھول کر رکھ دوں گا لیکن **اطاعت خدا کے معنے خدا کے قانون بلکہ قانون فطرت کی عملی اطاعت اور اطاعت رسول کے معنے رسولؐ کے وقتی' زبانی' ہنگامی' مصلحتی' فوری اور بالمشافہ احکام کی تعمیل** بہ حیثیت امت کے زندہ امیر ہونے کے ہے' اس کے سوا حتماً اور لازماً اور قاطبتہ" کچھ نہیں۔ ہاں' لیکن آج رسولوں کا زمانہ مدت ہوئی گذر چکا' نبوت پر مہر لگ چکی' قانون خدا اکمل اور مفصل مل چکا' سب رسول جو کسی زمانہ میں امتوں کے زندہ اور ناطق (یعنی بولنے والے) امیر تھے گذر چکے سب "مات او قتل" کے ماتحت آچکے۔ اب رسولوں کے بعد انسانی امتوں میں جماعت کے قیام کی کوئی صورت ماسوا اس کے نہیں کہ ان کے بعد بھی ایک زندہ امیر ہر وقت موجود ہو جس کے منہ سے نکلے ہوئے حکم اسی شدت سے مانے جائیں۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم قرآن حکیم نے قیام جماعت کی اس ضرورت کو ان حکیمانہ الفاظ میں ادا کیا ہے کہ رہتی دنیا تک ہر منظم اور مضبوط' ہر غالب اور خدا پرست جماعت کا اس پر عمل ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ غور و فکر کرو خدا کے رسول خدا کا پیغام لاتے تھے' اس پیغام کے متعلق ایمانداری سے پہنچانے کی سخت تنبیہ قرآن میں تھی۔ اس تنبیہ کو پیش نظر رکھ کر رسول کے ہر آسمانی یا زبانی اور وقتی حکم کے متعلق کسی بددیانتی یا غلطی یا جھگڑے کا گمان نہ ہو سکتا تھا' نتیجہ یہ ہوا کہ رسول کے حکم کی تعمیل قرآن عظیم نے ناطق ٹھیرا دی۔ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع کہہ کر لازم کر دیا کہ رسول کے ہر حکم کی اطاعت بہر نوع اور بہرحال واجب ہے' اس میں حاکم اور محکوم کے درمیان نزاع اور اختلاف کی صورت ممکن نہیں' لیکن جوں جوں اسلام پھیلتا گیا عرب میں رسول صلعم کو ضرورت ہوئی کہ نظام قائم رکھنے کے لئے ہر جگہ امیر مقرر کرے آسمان سے حسب ذیل حکم ملا:

یاایہا الذین امنوا اطیعواللہ و اطیعوالرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ

والیوم الاخر ذالک خیر و احسن تاویلا○

آیۂ اولی الامر کا صحیح مفہوم

نفس پرور اور خود غرض مولوی نے اس آیت کا غلط مفہوم بیان کرکے پچھلے تین سو برس کے مسلمانوں کی جماعت میں جو شرارت' جو ناقابل یقین فساد' جو حیرت انگیز بدنظمی اور بے مثل فتنہ پیدا کر دیا ہے' اس کو ابھی بیان کر دوں گا' لیکن اے مسلمانو! اس آیت کا صحیح اور ناقابل تردید ترجمہ یہ تھا کہ "اے ایمان والو! خدا کے احکام کی جو تم پر بہ صورت قرآن اترے ہیں' کامل متابعت کرو (اطیعواللہ) رسول کے **بالمشافہ اور وقتی** حکموں کی جو وہ تم کو بہ حیثیت امیر جماعت دیتا ہے فوری تعمیل کرو۔ (اطیعو الرسول) اور ان حاکموں کے حکموں کی تعمیل کرو جو تم میں سے ہی رسول خدا نے تم پر نظام قائم رکھنے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ و اولی امر منکم (مثلاً جہاد کے وقت تمھاری سپاہ کے جرنیل یا مضافات حاکم جن کے ماتحت تم روزانہ زندگی بسر کرتے ہو۔ پھر اگر کسی معاملے میں تم میں اور تمہارے مقرر کردہ حاکم میں کسی دیئے ہوئے حکم کے بارے میں کوئی کھینچ (نزاع) یا نارضامندی' یا رنجش پیدا ہو جائے۔ (تنازعتم) تو اس معاملے کو اس حاکم سے بڑے اور اعلے حاکم یعنی خدا اور رسول پر چھوڑ دو:۔(ردوہ) وہ معاملہ انہی کے سپرد رکھو (ردوہ)۔ خدا اور رسول اس حاکم سے سخت یا ناروا یا غلط حکم کے بارے میں خود نبٹ لیں گے۔ یہ نبٹنا انہی کا منصب ہے اس معاملے میں جو خالص انتظامی ہے دخل دے کر اپنے امیر کی نافرمانی کرنا تمہارا منصب ہرگز نہیں: فردوہ الی اللہ والرسول) تمہارا اپنے امیر کی نافرمانی کرکے جماعت میں فتنہ پیدا کرنا' کسی عنوان کسی حالت میں روا نہیں۔ اور یہ مکمل اور غیر مشروط' یہ ناطق' اور بہر نوع اطاعت تبھی ہو سکتی ہے' بشرطیکہ تم خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھو' اس بات کا یقین رکھو کہ خدا اس حاکم کے ناروا حکم کو بغور دیکھ رہا ہے اور روز جزاء کو اس سے ضرور بالضرور گرفت کرے گا (ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخرہ) اے ایمان والو! یاد رکھو کہ یہی طرز عمل تمہاری اجتماعی بہبودی کے حق میں بہترین ہے۔ (ذالک خیر) اور یہی کامل اور غیر مشروط اطاعت وہ شے ہے جس کی تہ اور بنیاد میں تمہاری بھلائی ہی بھلائی ہے (واحسن تاویلا) جس کی **اصل** اور جڑ (تاویل) تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔ (واحسن تاویلا)

مولوی کی فتنہ انگیز تشریح

مسلمانو! امت کی بہتری کے اس آسمانی حکم پر اول سے آخر تک غور کرو، تمہیں اس اوپر کے بتائے ہوئے مفہوم کے سوائے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ ملے گی، مولوی کی بدنیتی اور نفس پروری سے پیدا کئے ہوئے مطلب کو چھوڑ کر غور کرو۔ کہ اگر اس آیت کا یہی مقصد تھا کہ "اپنے امیر کے غلط یا ناروا یا سخت یا خلاف مرضی حکم کو دیکھ کر اس امیر سے جھگڑا پیدا کرو اور اس جھگڑے کو نبٹنے کے لئے قرآن کی تفسیریں اور حدیث کی تشریحوں کے دفتر کے دفتر کھول دو تاکہ قیامت تک جھگڑا نہ مٹ سکے اور دونوں طرف سے خون کی ندیاں بہ جائیں، سب طرف جماعت میں فتنہ و فساد نظر آئے وغیرہ وغیرہ' تو اللہ پر ایمان رکھنے کی شرط اور روز قیامت پر ایمان رکھنے کی شرط کرنے 'نہیں' اللہ پر ایمان رکھنے کا واسطہ اور جزا اور سزا کا واسطہ دینے کی خدا کو کیا ضرورت تھی؟ کیا ضرورت اس بات کے کہنے کی تھی کہ "یہی تمہارے حق میں بہتر ہے؟"
"تاویل" کے قرآنی معانی کسی شے کو اس کے اول اس کی اصل اس کی آخری، حد، بیخ و بنیاد کھوج تک پہنچاتا ہے۔ خدا کو "احسن تاویلا" کے الفاظ کہنے کی کیا ضرورت تھی! کیا کہنے کی ضرورت تھی کہ درحقیقت اور دراصل یہی طرز عمل بہترین ہے۔ قرون اولیٰ میں جب کہ رسول خدا صلعم خود بخود موجود تھے یہ جھگڑے خدا نہ سہی رسول تک پہنچ سکتے تھے اور وہ ان کا فیصلہ کر سکتے تھے، لیکن اس وقت کہ نہ خدا سامنے ہے نہ رسول بذاتِ خود فیصلہ دے سکتے ہیں، کیا ممکن ہے کہ وہ خدا جو فتنہ و فساد کو قتل سے بھی برا سمجھتا ہے جو (الفتنہ اشد من القتل الا تفسدو فی الارض بعد اصلاحھا ' اور واللہ لا یحب الفساد) کہتا ہے، یہ کہے کہ امیر کے غلط یا سخت یا خلاف مرضی حکم دیکھ کر جھگڑا پیدا کرو، قرآن اور حدیث کھول کر اس حاکم کو اپنی حسب پسند تاویلوں کا سبق پڑھاؤ اور جب تک وہ تمہارے حسب منشاء حکم جاری نہ کرے، یا اپنے حکم کو واپس نہ لے، اس کی نافرمانی

جاری رکھو اور جماعت کو جہنم کے گھاٹ اتار دو۔ مسلمانو! مولوی کی یہ غلط بیانیاں اور قرآن سے مکاریاں اس کے نفس کے اپنے بنائے ہوئے فریب ہیں، غور کرو کہ حدیث کی پہلی مستند کتاب رسول خدا صلعم کے بعد کئی قرنوں تک مدون نہ ہوئی، پھر اتنے سو برس تک مسلمانوں کے اپنے امیر کے ساتھ جھگڑے کیونکر حدیث کے بغیر فیصلہ ہوئے؟ غور کرو کہ اگر ناروا حکم کا فیصلہ قرآن اور حدیث کھول کر ہی ہونا تھا تو ادھر حاکم اپنے حکم پر اڑا ہوا ہے، اپنے حکم کو قرآن کے مطابق سمجھ کر اس کو صحیح سمجھتا ہے، ادھر مخلوق اپنی ضد پر ہے اور اس کو قرآن کے خلاف سمجھتی ہے ایسی حالت میں تیسری کونسی طاقت آسکتی ہے، جو ان دو اڑے ہوئے فریقوں میں فیصلہ کرے گی؟ ادھر حاکم کے پاس فوجی طاقت ہے وہ لامحالہ یہ دیکھ کر کہ رعیت اس کی نافرمانی کر رہی ہے۔ فوجی طاقت کا استعمال کرے گا اور نتیجہ یہ ہو گا کہ اس خانہ جنگی کو دیکھ کر کوئی خارجی طاقت اس ملک کو آکر دبوچ لے گی اور قصہ ختم ہو جائے گا!

یمن کی چادروں والے قصے سے مسلمانوں کا مکر

مسلمانو! آج کل کے مولوی اور مقتدی دونوں نے قرآن کی ہر آیت کی تشریح میں اپنے نفس کے لئے آسانیاں مدنظر رکھ لی ہیں، مسلمان نے قرآن اور حدیث کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ اپنا نفس موٹا ہو سکے، نفس امارہ کو ہر ممکن آسانی مل سکے! مسلمان آج حضرت عمر کی یمن کی چادروں والا قصہ بار بار اس لئے دہراتا ہے کہ ہر شخص کو ہروقت اپنے امیر پر بیجا اور جھوٹی نکتہ چینی کا موقعہ ملے، شیطانی جذبوں کا بھڑکاؤ ہر وقت ہوتا رہے، عین بھرے مجمع میں دیانت دار سردار پر بھی تھوکنے کا موقعہ مل جائے، نفس کی خوب پرورش ہو، دل کو خوب تسلی ہو، امیر کو سر عام رسوا کر کے اس کی گت بنائی جائے، گت بنا کر بظاہر اس کو اسلام کی خوبی جتایا جائے، لیکن بباطن اس سردار سے ذاتی انتقام لیا جائے یا اپنے خبث باطن کی فساد انگیز طاقت کا مظاہرہ کیا جائے۔ یاد رکھو قرآن کبھی ایسا فتنہ انگیز حکم نہیں دے سکتا، اسلام میں فتنہ و فساد سب سے مکروہ شے ہے، اسلام امن اور صلح کے مترادف ہے۔ یمن کی چادروں کے متعلق حضرت عمرؓ پر سرعام اعتراض کرنے والا اعرابی انتہائی طور پر بدبخت اور بدنیت تھا، اگر کسی برے آدمی سے خبر ملنے کے بعد اس کی نیت نیک ہوتی تو اذا جاء کم فاسق نبیا فتبینوا (اے ایمان والو! اگر کوئی فتنہ پرداز شخص تمہارے پاس، (تم میں پھوٹ ڈالنے یا سستی پیدا کرنے والی) کوئی خبر لائے تو اس خبر کو لوگوں میں مشہور کرنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔) کے قرآنی حکم کے ماتحت وہ سب سے پہلے علیحدہ ہو

کر حضرت عمرؓ سے سوال کرتا کہ یہ چادریں کہاں سے آئیں، کسی سے حقیقت پچھواتا، آپ انفرادی طور پر تحقیق کرتا، اتنے بڑے اور دیانتدار سردار پر جو امیر المومنین ہو کر بوڑھی عورتوں کا پانی روزانہ بھرا کرتا تھا، ایسا کمینہ اعتراض کرنے سے صاف جھجکتا۔ وہ اعرابی آپ بددیانت تھا، اس لئے اس کو صرف بددیانتی سوجھی، وہ سمجھتا کہ اتنا بڑا امیر ایسی کمینی اور ادنےٰ بات نہیں کر سکتا، صرف خاموش رہتا، اس کی نیت صاف خراب تھی جو اس نے مسلمانوں کو ناحق حضرت عمرؓ کی نافرمانی پر اکسایا، وہ آپ ایک کی بجائے دو چادریں لینا چاہتا تھا اور حسد کے مارے جل گیا، اس کی فطرت فتنہ پسند تھی، جو خاموش نہ رہ سکا!

اسلام میں امیر کی اطاعت مطلق اور بلا قید شرط ہے

الغرض اے مسلمانو! امیر کی نافرمانی کی سند نہ یمن کی چادروں والا قصہ ہو سکتا ہے، نہ اولی الامر منکم والی آیت کے وہ فتنہ انگیز معانی جو مولوی نے اپنے نفس کو پالنے کے لئے اپنی طرف سے بنا لئے ہیں، نہ "ردّوہ الی الرسول" کا مفہوم قرآن کھول کر اپنے امیر سے جھگڑنا ہے نہ "ردّوہ الی الرسول" کا مطلب حدیثوں سے استدلال اور تفسیروں اور تشریحوں کے دفتر کھولنا یا اپنے امیر سے مناظرہ کرکے قرآن اور حدیث کے اپنے مطلب اور نفس کے موافق معنے بنانا ہے۔ جماعت کے امیر کی حیثیت بالعموم اس قدر بلند ہوتی ہے کہ اس کا غلط یا خلاف شرع یا خلاف معمول یا ناقابل برداشت حکم دینا شاذو نادر کا حکم رکھتا ہے، امیر جماعت کی ذمہ داریاں ہی اس کو کسی ایسے حکم دینے سے باز رکھتی ہیں جو رعیت کے ناپسند خاطر یا خلاف حکم خدا و رسول ہو، لیکن اسلامی تاریخ اس امر کی صاف شاہد ہے کہ صدر اسلام سے ہی مسلمانوں کی امت نے اپنے امیر کے ہر حکم کی بے چون و چرا اطاعت کی، اس کو بارہا ناگوار احکام بھی طوعاً" و کرھاً" ماننے پڑے، بڑے سے بڑے جائر اور جابر حاکموں کے سامنے بھی امت نے اف تک نہ کی اور راضی بہ رضائے خدا حکم مانتی رہی۔ ان کے بیت المال میں مسلمان زکوۃ داخل کرتے رہے۔ خطبوں میں ان کے نام بصد اکرام لیتے رہے، ان کے ہاتھوں پر اسلامی اور شرعی بیعت کرتے رہے، جہاد کے سخت ترین حکموں کی تعمیل کرتے رہے۔ تمام تاریخ اسلام میں ادنےٰ سی مثال اس امر کی موجود نہیں کہ امت نے کسی خلیفتہ المسلمین یا ماتحت حاکم سے عام بغاوت کی ہو، یا اس کو قرآن اور حدیث کا سبق پڑھا کر اپنے احکام واپس لینے پر مجبور کر دیا ہو۔ یہ سب اس لئے کہ اسلام نے ہمیشہ اور ہر تعلیم میں جماعتی بہتری کو انفرادی اصلاح پر مقدم رکھا، کبھی اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ ایک

برے امیر کی شخصی اور ذاتی اصلاح کرنے کے لئے امت کے اندر خانہ جنگی کی جائے یا قوم کے امن کو خراب کیا جائے!

امرائے اسلام کا اختیار ناطق

اسلام کے تمام امیر صدر اسلام سے لے کر زوال اسلام تک ہمیشہ مختار ناطق یا دوسرے لفظوں میں ڈکٹیٹر ہی رہے اگرچہ ڈکٹیٹر کے انگریزی لفظ کا پورا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں شاورھم فی الامر اور لھو امروھم شوری بینھم کا حکم ہے، لیکن صدر اسلام سے ہی ان احکام کا یہ متفق علیہ مطلب رہا کہ امیر جماعت مشورہ کر سکتا ہے، رائے پوچھ سکتا ہے، اس کو مشورہ لے لینا چاہئے، اس کا مشورہ لینا ضروری ہے، ایمان کی بات ہے، مستحسن ہے، مستحب ہے، لیکن مشورہ کے بعد بھی امیر کا حکم آخری اور قطعی ہے، کوئی طاقت اس کو اپنے حکم کی تعمیل کرانے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ مسلمان کا امیر دراصل رسول خدا صلعم کا جانشین ہے۔ اسی نقطہ نظر سے اس کا نام خلیفتہ النبی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب نبی کے دیئے ہوئے حکموں اور اعمال پر خدا کے سوا کسی کی گرفت نہیں تو اسلام کا امیر اور خلیفہ النبی بھی مسلمانوں کے تمام مواخذے سے باہر ہے۔ یہ جب تک نہ ہو کسی جماعت میں ایک لمحے کے لئے نظام پیدا نہیں ہو سکتا، ہر امیر لمحے لمحے کے بعد امت کی گرفت میں آسکے گا، اس کو اپنے ہر حکم کی تشریح کرنی پڑے گی۔ وہ امت کی اجتماعی رائے کے بالمقابل ایک ڈرپوک اور بزدل حکمران ہو گا۔ اور اس کو ہرگز ہرگز کسی بلند مقام پر نہ پہنچا سکے گا۔ مسلمانوں کے امیر اور خلیفے اسلام کو بلند کرنے کی خاطر امت کو دردناک مصیبتوں میں ڈالتے رہے، امت کی مجال نہ تھی کہ ان کے سامنے اف تک کرے، ان کا حکم ان کے افعال، ان کی تجویزیں اور تدبیریں ہمیشہ ناطق اور ناقابل اعراض رہیں، کسی کو ان کے بظاہر بری سے بری تجویز کے خلاف دم مارنے کی مجال نہ تھی، انہوں نے اپنی امارت کی تمام مدت میں کسی کی نہ سنی، اور جب امت کی بہتری کے لئے مفید موقعے نظر آئے، احتجاج کے باجود اپنی چلائی اور سب سے بے نیاز ہو گئے۔

صدر اسلام کا اختیار ناطق

امرائے اسلام کا یہ اختیار ناطق اسلام کی ابتدا سے ہی اس قدر ظاہر و باہر رہا ہے کہ اس میں کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ میں صدہا تاریخی واقعات دھرا کر ذہنوں کو پریشان

نہیں کرنا چاہتا صرف مشہور واقعوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر رسول صلعم نے صحابہ کرام کے سخت ترین احتجاج کے باوجود وہی کیا جس کا انہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا۔ جب تک قرآن نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین (فتحاً مبینا) نہ کہا صحابہ دل برداشتہ ہی رہے۔ رسول کریم نے مسلمانوں کی مرضی کے خلاف مسجد ضرار کو آگ لگا دی' حالانکہ وہ مسجد جو انہوں نے بڑے شوق سے بنائی تھی اور خدا نے قرآن میں صرف اسی قدر حکم دیا تھا کہ اس کی امامت نہ کرو' آگ لگانے کے متعلق ایک حرف نہ کہا تھا۔

((ولا تقم فیہ ابدا")یعنی(" اے پیغمبر اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھانا" کے ابدا" (کبھی) کے لفظ سے فتنہ پرداز لوگ یہ نتیجہ نکال سکتے تھے کہ خدا کا منشا اس مسجد کو آگ لگانے کا ہے ہی نہیں۔ اور یہ مسجد ہمیشہ رہے گی۔) فتنۂ ارتداد میں جب کہ تمام عرب نبی پاکؐ کی تعلیم سے بگڑ گیا' سب اصحابہ کرام بالاتفاق نرم سلوک کی رائے دیتے تھے۔ بلکہ بعض اس حد تک گئے تھے کہ دین اسلام میں ترمیم کا اعلان کر دیں' لیکن خلیفہ اول نے کسی کی نہ مانی اور مرتدین کے خلاف تنہا تلوار لے کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے بیعت الرضوان کے درخت کو لوگوں کی اس طرف عام رغبت کے باوجود' اور اسی رغبت کو دیکھ کر علے الاعلان اکھڑوا دیا! من قال لاالہ الا اللہ دخل الجنتہ کی حدیث کی غلط روح بیان کرنے والے کے منہ پر بیدھڑک تھپڑ دے مارا' حالانکہ یہ حدیث رائج تھی' خالدؓ بن ولید کو بظاہر ادنےٰ سے جرم پر سپہ سالاری ہی سے موقوف کر دیا' سعد بن ابی وقاص کو چھوٹے سے گناہ پر پگڑی گلے میں ڈال کر دربار خلافت میں حاضر ہونے کا حکم دیا' لاکھوں کی امت میں سے ایک فرد واحد بظاہر ان قابل اعتراض (بلکہ آج کل کے مسلمان کے نقطۂ نظر سے" خلافِ شرع") اعمال پر ادنےٰ اعتراض نہ کر سکا۔ حضرت عمرؓ نے برسرِعام حجرِ اسود کو چومتے وقت آج کل کے مولوی کی اصطلاح میں خلاف شرع باتیں کہیں' اگر آج کوئی امیر اس کی جرات کرتا ہنگامہ مچ جاتا اور مولویوں کے کفر کے فتوؤں سے اس کی گت بن جاتی۔ حضرت طارق مجاہدین اسلام کا ایک جم غفیر ہسپانیہ کو فتح کرنے کی غرض سے سمندر پار لے کر گئے۔ جبل الطارق کے سامنے اس مقتدر اسلامی جرنیل کے دماغ میں آیا کہ ہسپانیہ کو فتح کرنا خالہ کا گھر نہیں۔ فورا تمام کشتیوں کو جلا دینے کا حکم دیا۔ سپاہی حیران تھے کہ کیا حکم ہے؟ صدائے احتجاج بلند کرنے اور اپنے زعم میں مشورہ دینے لگے' طارق نے ایک نہ سنی اور سب جہازوں کو خاکستر کر دیا! محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ بار حملہ کیا' اس کی فوج کئی دفعہ بددل ہوئی' اس کے متعلق عام مشہور رہا کہ بڑا جابر فاتح ہے۔ مگر محمود نے کسی کی نہ سنی اور حملوں پر حملے کرتا گیا۔ یہ اور

بات ہے کہ کمزور اور بزدل خلفاءکو رشوت خوردہ علماؑ نے خلافت سے معزول کر دیا۔ لیکن جب تک اسلام کا نظام آہنی نظام رہا امت حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جابر حکمرانوں کے خلاف کچھ نہ کر سکی الغرض مسلمانوں کا امیر امیر ناطق ہے۔ امت کی ہر گرفت سے آزاد ہے اس کا معاملہ صرف خدا اور رسول سے ہے **صرف خدا اور رسول** ہی اس سے نبٹ سکتے ہیں۔ اس کو چاہئے کہ مشورہ کرے لیکن خود خدا کی مانند وہ لا یشرک فی حکمہ احدا کا مصداق ہے' لاشریک حاکم ہے' صرف اللہ' شریعت' رسول' سنت کا پابند ہے اور وہ پابندی بھی امت کی رائے سے نہیں' خود اس کی اپنی تمیز سے ہے! چونکہ وہ خود مسلمان اور اولی الامر منکم ہے۔ اس لئے اس کو بھی اپنی آخرت کی فکر ہے! روز جزا و سزا کا ڈر ہے۔ اسی بنا پر اس سے کسی خلاف شرع حکم کے نافذ ہونے کا امکان بے حد شاذو نادر بلکہ کالعدم ہے امت اس سے ہرگز ہرگز یہ مواخذہ نہیں کر سکتی کہ وہ اپنے ہر حکم کی تشریح کرے اور جب تک تشریح کر کے تسکین نہ کر لے۔ روٹھی رہے' یہ ہوتا تو تیرہ سو برس کیا تیرہ دن تک کا اسلام کا حیرت انگیز نظام نہ چل سکتا' بدبخت اور خبیث باطن لوگ آئے دن اور ذرا ذرا سی بات پر خلفائے راشدین اور اسلام کے اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے بادشاہوں کو تنگ کرتے اور فساد کی آگ ان کی حکومتوں کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پھیلا دیتے۔ یاد رکھو قوم کی زندگی اس میں ہے کہ امیر قوم کی **بے چون و چرا اطاعت ہو**' اس کو امت کی بہتری کا کامل ذمہ دار سمجھ کر اس کے ہر فعل اور ہر حکم پر اعتماد ظاہر کیا جائے۔ ہر فعل اور ہر حکم کی مکمل مسل اس کے پاس ہے' وہی اس حکم اور فعل کی لم سمجھ سکتا ہے' پھر اس سے بات بات پر نزاع پیدا کرنا صرف فتنہ پرداز قوم کا کام ہے۔ دور کیوں جاؤ انگریز قوم کا ایک مسلّم قانونی مسئلہ ہے کہ انگریزوں کا بادشاہ قانون کی ہر گرفت سے آزاد ہے۔ خطا اور گناہ کرنے کے **ناقابل** ہے' *Infallible* ہے' مسلمانو! جب تک کسی قوم کے امیر میں کم از کم یہ **خدائی خاصیتیں**' یہ **ربانی اوصاف**' یہ الٰہی تحکم' یہ **اخلاق خدا** سے تخلق فرض نہ کر لیا جائے' قوم اس امیر کی قیادت میں کسی بلند مقام کسی ادنےٰ سے نظام' کسی معمولی سی طاقت تک نہیں پہنچ سکتی!

ابتدائے اسلام میں اطاعت کا مفہوم

صدر اسلام اور اس کے بعد مسلمانوں نے کئی سو برس تک امیر کے صحیح مفہوم کو اس قدر صحیح سمجھا تھا کہ مسلمانوں کے اندر کوئی خانگی فتنہ پیدا نہ ہو سکا' بادشاہان اسلام نے اپنے

زعم میں بڑے بڑے خدا رسیدہ اشخاص اور علمائے وقت کو اپنی سلطنت کے لئے خطرناک یا عام امت کے لئے فتنہ وفساد سمجھ کر قتل کیا' ان کی آنکھیں نکلوا دیں ' ان کو زہر دلوا دیا لیکن امت نے کبھی عام بغاوت نہ کی۔ حضرت امام ابو حنیفہ جیسے بزرگان دین کی ایذاؤں کے بعد بھی امت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ خاندان تغلق کے بادشاہوں نے اسی ہندوستان کے اندر اپنے سکوں کی پشت پر بے خوف وخطر "من اطاع السلطان فقد اطاع الرحمن" کے الفاظ لکھ دیئے تھے یعنی "جس نے بادشاہ کی فرمانبرداری کی اس نے خدا کی اطاعت کی"۔ سلطان کو خدا کا سایہ اور ظل کہنا اسلام میں مشہور بات ہے' اور غالباً" کسی نے اس کو حدیث بھی کہہ دیا ہے' اگر اسلام میں بادشاہ کا درجہ اس قدر بلند نہ ہوتا تو مسلمان اس بے چون وچرا اطاعت کو کب گوارا کرتے۔ یہ نفس پسند اور نفس پرور مولویوں اور خود غرض اور کامچور مسلمانوں کی بدبختی قرآن واسلام ہے کہ "شریعت کی پابندی" یمن کی چادروں قرآن اور حدیث سے استصواب' "مجلس شوری" "جمہوریت اسلام" کا ڈھونگ رچا کر اپنے ناپاک نفس کو اسلام کی ہر ادنے' پابندی سے آزاد کرانا چاہتے ہیں' اپنے نفس امارہ کو آزاد رکھنے کے لئے اسلام میں کوئی نظام پیدا نہیں ہونے دیتے' ہر شخص پر جو نظم پیدا کرنا چاہے' کیچڑ اچھالتے ہیں' اطاعت کے متعلق باریک نکتے اور مکروفریب کے پیدا کئے ہوئے حیلے ڈھونڈتے ہیں اور اپنے پلید نفس کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیا مکر پیدا کر رہا ہے۔

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! اس تمام شرح و بسط سے جو میں نے اطاعت کے اسلامی معانی کے متعلق قرآن کے حوالے دے دے کر اس کیمپ میں کی' تمہیں یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ اسلام میں کامل اور مکمل اطاعت کے سوا ہرگز چارہ نہیں' اسلام سرتاپا اطاعت ہے' مطلق اور مجرد اطاعت ہے' بلا قید شرط اطاعت ہے' کل کائنات اور موجودات کا ہر ذرہ اطاعت کر رہا ہے' خدا کے آگے غیر مشروط جھک رہا ہے' اس کے بتائے ہوئے قانون پر چل رہا ہے' اعطی کل شئی خلقه ثم هدی کا مصداق ہے! ماتسقط من ورقه (یعنی ایک پتہ بھی حکم خدا کے بغیر نہیں گرتا) پر عامل ہے' نجم وشجر' شمس وقمر' دابته وملئکته جن و انس سب اس کے بتائے ہوئے قاعدوں پر چل رہے ہیں' سب اس کے مطیع اور اس کے آگے سر بسجود ہیں' سب یفعلون ما یومرون (یعنی وہی کرتے ہیں جس کا حکم ہے) کے ماتحت میں ہیں' کائنات کا ایک گوشہ' ایک ذرہ ' اس اٹل اور انمٹ قانون سے ادھر ادھر نہیں ہٹ سکتا' جو ہٹا اس کے لئے لازماً" شکست ہے' قطعی اور آخری بربادی ہے۔ کائنات اور مخلوق کی عام اطاعت کے بعد انسانی اقوام کی اطاعت ہے' اس

اطاعت کا پہلا مرحلہ پھر وہی قانون فطرت یا دین فطرت کی اطاعت یعنی اطیعو اللہ ہے' دوسرا مرحلہ انسانی حاکم اور امیر جماعت کی غیر مشروط اطاعت ہے' جب تک انسانی اقوام میں رسول رہنما تھے پیغمبروں کی اطاعت غیر مشروط رہی' پیغمبروں کے مقرر کردہ حاکموں کی اطاعت بلا قید شرط رہی' اب رسولوں کے بعد امیر جماعت کی اطاعت بلاقید شرط ہے۔ مسلمان کو اختیار نہیں کہ اپنے امیر پر حرف زنی کر سکے' جماعت میں فتنہ و فساد پیدا کرے' اصلاح کے بعد زمین پر فساد مچائے اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے' قانون فطرت کی اطاعت ہے' دین فطرت کی اطاعت ہے۔ مسلمان کا امیر اگر کوئی خلاف مرضی بات کرے تو مسلمان کا منصب صرف اس قدر ہے کہ اس معاملے کو خدا اور رسول پر چھوڑ دے' اس حاکم کی مطلق اطاعت کرے' جماعت میں فساد پیدا ہونے نہ دے' اگر ادنےٰ حاکم بری بات کرے اس کی شکایت افسر اعلےٰ تک پہنچا دے اور بس' خود فساد کرنے سے الگ تھلگ رہے۔ وہ افسر اعلےٰ خود اس ماتحت افسر سے نبٹتا رہے گا' قوم کو کسی چھوٹے یا بڑے افسر کے خلاف دم مارنے کی مجال نہیں۔ مسلمانو! یہ سچا اسلام ہے۔ یہ دین فطرت ہے' یہ قانون خدا ہے' اسی قانون سے نظام پیدا ہوتا ہے' اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ ہر زندہ قوم یہی کر رہی ہے' مولوی کی بنائی ہوئی بدمعاشی پر کہ قرآن اور حدیث سامنے رکھ کر خود ہی قاضی بن جاؤ' کوئی عمل نہیں کرتا۔ دنیا کے سب کامیاب محکمے اور دفتر اسی قاعدے پر چل کر کامیاب ہو رہے ہیں' دنیا کی فوجیں اسی نظام پر چل رہی ہیں' ماتحت افسر کی شکایت افسر بالا کے پاس پہنچ جاتی ہے اور باقی تمام معاملہ افسر بالا پر چھوڑ دیا جاتا ہے کوئی ماتحت شخص معاملے کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا۔ مسلمانو! دین اسلام کے سچے اور دین فطرت ہونے کی قطعی اور ناقابل انکار دلیل یہی ہے۔ کہ اس کے ہر حکم پر روزمرہ ان آنکھوں کے سامنے عمل ہوتا نظر آئے' ہر قوم کا اس پر عمل ہو' کسی شخص' کسی قوم' کسی جماعت کو اس کے حکم پر عمل کرنے کے سوا چارہ نظر نہ آئے' جو قوم یا شخص اس سے گریز کرتا ہے اس کو فوری اور قطعی سزا مل جائے' انگریز اس حکم پر لاچار عمل کر رہے ہوں' جرمن اور جاپانی کر رہے ہوں' چور اور ڈاکو بھی اسی پر چل کر فائدہ حاصل کر رہے ہوں' نکوکار اور ابرار کو اس سے مفر نہ ہو۔ صاف دیکھ لو چالیس چور آپس میں مل کر ایک شخص کو علی بابا بنا لیتے ہیں' اس علی بابا کی مکمل اور غیر مشروط اطاعت کرتے ہیں' اس کے حکم کے بالمقابل ہر چور اپنی رائے فنا کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدائے برتر اس مکمل اطاعت کے بدلے میں اس گروہ کو ہزاروں روپیہ کا چوری کا مال عطا کر دیتا ہے! (کلا نمد هولاء وهولا و

ماکان عطاء ربک محظورا (خدا کہتا ہے کہ ہم دنیا والوں اور آخرت والوں دونوں کو ان کے عمل کے مطابق مدد دیتے ہیں اور یاد رکھو کہ خدا کی بخشش اور انعام محدود نہیں' سب پر عام ہیں۔) پھر جب ان چوروں میں سے ایک اس نظام کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کے درمیان پھوٹ پڑ جاتی ہے ' سب کو وہی خدا ہتھکڑی لگا دیتا ہے' یاد رکھو قرآن کا قانون مطلق ہے' ہر شخص' ہر قوم' ہر گروہ پر اس قانون کا اطلاق ہے' انہی معنوں میں قرآن ذکر اللعلمین (یعنی ساری دنیا کے لئے نصیحت اور عبرت) ہے لیکون للعلمین نذیرا (یعنی ساری دنیا کو ڈرانے والا) ہے' کافته للناس (بحیثیت مجموعی دنیا کے لئے) ہے' انہی معنوں میں رسول رحمته للعلمین ہے بشیرا و نذیرا (یعنی قرآن پر چلنے والے کو خوشخبری دینے والا اور قرآن سے ہٹنے والے کو ڈرانے والا) ہے' دین اسلام کو محض عقیدے کی بنا پر یا خوش عقیدگی سے دین فطرت کہہ دینا کچھ شے نہیں' کوئی دوسری قوم اس شیخی بگھارنے سے متاثر نہیں ہو سکتی کسی کی توجہ قرآن کی طرف نہیں ہو سکتی' دین فطرت کا وہ پروگرام ہونا چاہئے جو ان آنکھوں کے سامنے فطرت کی ہر شے کرتی نظر آئے! نہیں بلکہ میں تیس برس تک قرآن پر غور کرنے کے بعد آج صرف چند ماہ ہوئے ہیں اس حیرت انگیز مگر سیدھے سادھے نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خدا کی میز پر تمام دنیا کے فیصلوں کے لئے صرف قرآن رکھا ہے' اگر اس زمین پر انگریزوں اور جرمنوں کی جنگ ہو رہی ہے تو قرآن کھولا جاتا ہے اگر اٹلی اور حبشہ آپس میں لڑ رہے ہیں تو اس آخری اور مکمل الہامی قانون کے ورق الٹائے جاتے ہیں' اسی کتاب سے فرد جرم تلاش کیا جاتا ہے' اسی سے دفعہ لگتی ہے' اسی کے مطابق سزا ملتی ہے۔ اسی کو دیکھ کر انعام کی مقدار مقرر ہوتی ہے' دیکھا جاتا ہے کہ ازروئے قرآن جرمنی بہتر ہے یا انگریز' کون زیادہ بت شکنی کر رہا ہے' کون توحید پر زیادہ عامل ہے؟ کون خدا کا عملاً بندہ ہے' کون زیادہ مطیع ہے؟ کون خاموش ہے؟ کون میدان جنگ میں زیادہ ضدی ہے؟ کون پیٹھ نہیں پھیرتا؟ کس کی قوت یقین زیادہ ہے؟ کس کا ایمان زیادہ ہے؟ وغیرہ وغیرہ' تلاش کی جاتی ہے کہ اٹلی اور حبشہ میں سے کون قرآن پر زیادہ پورا اترتا ہے' دیکھا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں تاجر' فلاں پہلوان' فلاں کھلاڑی' فلاں محنتی' فلاں بے کار' فلاں مزدور' فلاں پیشہ ور کا فرداً فرداً قرآن پر کس قدر عمل ہے' اسی کے مطابق سزا اور جزا اس دنیا میں دے دی جاتی ہے! قرآن کا خدا کے فیصلوں کی میز پر ہونا کوئی میرے مذہبی عقیدے یا وہم کی بات نہیں' تیس برس کے غوروفکر کے بعد میرا حسابی اندازہ ہے Mathematical Calculation ہے' یہ اس

لئے کہ قرآن اپنے سچ ہونے کا ثبوت تمام دنیا کو اس سے پہلے دے چکا ہے' قرآن پر چلنے والے لوگ چشم زدن میں تمام عالم پر چھا گئے' قرآن سے ہٹنے والے مسلمانوں کو آج انتہائی ذلت اور مسکنت نصیب ہو رہی ہے' یہ دونوں تاریخی واقعات قرآن کے عالم آرا قانون ہونے کے ناقابل انکار ثبوت ہیں۔ میں سب مذاہب کی الہامی کتابوں کو خدا کی طرف سے ماننے والا ہوں' ہر قریہ' ہر امت' ہر قوم میں خدا کے بھیجے ہوئے پیغامبر کے آنے کو تسلیم کرتا ہوں' ان من امه الا خلا فیها رسول صاف قرآن میں لکھا ہے ماانزل الیک وما انزل من قبلک پر ایمان رکھتا ہوں' سب پیغمبروں کو خدا کے بھیجے ہوئے سمجھ کر لا نفرق بین احد منهم کا سچا قائل ہوں' سب کو خدا کے ایک پیغام کا حامل سمجھتا ہوں تذکرہ میں ان امور کا اقرار ۱۷برس پہلے کر چکا ہوں ہندو' سکھ' انگریز' پارسی' عیسائی اور اچھوت میرے نزدیک سب خدا کی برابر اور مساوی مخلوق ہے' سب پر خدا کا فیضان عام ہے' لیکن قرآن تاریخی لحاظ سے سب سے آخری مکمل اور ترمیم شدہ الہام ہے' اس کے سب سے آخری اور Latest Edition ہونے میں کسی کو شک کرنے کی مجال نہیں تمام دنیا کی عدالتوں میں حکومت کے قانون کا آخری اور ترمیم شدہ ایڈیشن رائج ہوتا ہے' وہی جج کی میز پر ہوتا ہے' پرانے ایڈیشنوں کو کوئی نہیں پوچھتا' اس بنا پر میرا حسابی یقین ہے کہ اگر خدا اپنے روزانہ فیصلے کسی قانون کے مطابق کرتا ہے تو خدا کی میز پر قرآن کے سوا کوئی اور کتاب نہیں ہو سکتی' مجھے افسوس ہے کہ میرا کند دماغ اس سیدھے سادھے مگر حیرت انگیز اور تعجب خیز فیصلے پر اس سے پہلے کیوں نہ پہنچ سکا۔ اس اعلان کی سچائی کا خارجی ثبوت یہ ہے کہ جو قوم آج جس قدر خدا کے قرآن پر عمل کر رہی ہے' اسی قدر جزا اور سزا اس کو ان آنکھوں کے سامنے اس دنیا میں مل جاتی ہے' جس کو شک ہو خود پرکھ کر دیکھ لے۔

مسلمانو! عبرت کی نگاہوں سے دیکھو کہ تم نے اس کتاب کو ریشمین جزدانوں میں باندھ کر بالائے طاق رکھنا اور بالائے طاق رکھ رکھ کر خدا کو عبث دھوکہ دینے کے وہم میں مبتلا ہونا اپنا شعار بنا لیا ہے۔ آج سے قرآن کو اس نظر سے دیکھنا شروع کرو کہ وہ تمام اقوام عالم کا قانون ہے اور سب فیصلے اسی کے مطابق ہو رہے ہیں!

مسلمانو! مولوی کی قرآن کے متعلق اکثر تشریحیں غلط ہیں' اکثر اپنے نفس کی خواہشوں کے مطابق ہیں' اکثر مکروفریب سے پر ہیں' مولوی نے قران کے حکموں کو چھپانا اور شیر مادر کی طرح قرآن کے احکام کی روح کو ہضم کر جانا اپنا شعار بنا لیا ہے' مولوی نہ صرف

قرآن چھپا رہا ہے' بلکہ قرآن کے خلاف آہستہ آہستہ ایک ایسے نئے دین کی عمارت کھڑی کر رہا ہے' جس کا لازمی نتیجہ امت کی کامل تباہی ہے' امت کے ایک ایک کارکن عضو کی بیکاری ہے' امت کو مکمل شکست ہے' امت کو ذلت اور مسکنت کی موت ہے۔ مولوی اور امام جہاں آپ باسی ٹکڑوں' بے کار زندگی' سردار قوم نامزد ہونے کے باوجود اپنے ماتحتوں کی غلامی' عاجزی اور ذلت میں ڈوبے تھے قوم کو بھی اسی ماحول میں لے ڈوبے ہیں۔ اب صحیح راہ یہ ہے کہ ان کی اس تعلیم کے خلاف بے پناہ جہاد کیا جائے' ان کے مکروفریب کا صاف پول کھول دیا جائے' ان کی خطرناک تعلیم کے بخیے ادھیڑ دیے جائیں' ان کو اپنی غلطیوں کا شرمناک احساس دلایا جائے' ان کے قرآن پر پرفریب ایمان کو' یا جن تسلیوں میں یہ مبتلا بیٹھے ہیں ان کے قرآن پر سے صاف پردے ہٹا کر متزلزل کر دیا جائے۔ یاد رکھو ہزارہا مولویوں اور اماموں کا اپنی ناقص تعلیم پر ایمان' اس تعلیم سے جو خاکسار تحریک دے رہی ہے' قطعاً متزلزل ہو چکا ہے' وہ جوق در جوق ہم میں شامل ہو رہے ہیں اور کوئی دن جاتا ہے کہ اس امت میں سپاہی مسلمان کے سوا کوئی مرد اور عورت باقی نہ رہے۔ مسلمانو اور غیر مسلمانو! خاکسار تحریک میں سب کے سب شامل ہو جاؤ اس میں کوئی شے کسی کے خلاف ہرگز نہیں۔

۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء — عنایت اللہ خان المشرقی

۱ ترجمہ: (یعنی "اے مسلمانو! محمدؐ تو صرف ہمارا ایک پیغام لانے والا ہے' اس سے پہلے کئی پیغام لانے والے گزر چکے' تو کیا اگر یہ اپنی موت مرجائے یا فرض کرو قتل کیا جائے تو تم پھر الٹے پاؤں اپنی پہلی بدنظمی کی حالت پر پھر جاؤ گے۔" گویا رسول کے بعد رسول کے بنائے ہوئے نظام اور جماعت کو قائم رکھنا مسلمان کا فرض عین ہے۔ تدبرا)

۲ غور کا مقام ہے کہ جب اطیعوا اولی الامر منکم کے معنی صاف یہ ہیں کہ اپنے حاکموں کے منہ بولے اور روزمرہ حکموں کی اطاعت کرو تو اطیعوا الرسول کے معنے بھی رسول خدا صلعم کے منہ بولے اور وقتی حکموں کی اطاعت ہی ہے' ورنہ اطیعوا الرسول کے مروج معنے تسلیم کر کے (معاذ اللہ) شک عاید ہوتا ہے کہ اللہ کا بھیجا ہوا قانون کچھ اور ہے اور رسول کا بھیجا ہوا قانون کچھ اور۔ حالانکہ رسول کا ہر حکم خدا کے حکم سے مختلف ہو ہی نہیں سکتا۔ اس آیت کا سیاق و سباق ہی ظاہر کرتا ہے کہ قرآن کے سوا رسول اور اولی الامر دونوں کے زبانی احکام کی اطاعت لازم ہو۔ فتدبر۔

۳ "وما یعلم تاویلہ الا اللہ" صاف قرآن میں ہے یعنی ان آیتوں کی اصل حقیقت خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۴ ""ردوہ الی الرسول" کے معانی صرف اس قدر ہیں کہ "اس شے کو رسولؐ تک پہنچا کر تمام باقی معاملہ اس کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے" نہ یہ کہ رسول کے پاس لے جا کر اس بات کا فیصلہ خود کرایا جائے اور مقدمہ بازی کر کے ثبوت بہم پہنچائے جائیں اور بحث کی جائے۔ اس کا ثبوت خود قرآن کے اندر ذیل کی آیت میں ہے:

واذا جاءھم امر من الامن اوالخوف اذا عوابہ' ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم' ولولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ لا تبعتم الشیطن الا قلیلا ○

یعنی "ان (فتنہ پرداز لوگوں) کے پاس جب کوئی امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو سب میں اڑا دیتے ہیں اور اگر اس خبر کو رسول اور اپنے مقامی حاکموں تک پہنچا کر معاملہ کو ان کے فیصلہ پر چھوڑ دیتے تو اصلیت کو کھود نکالنے والے اس کی حقیقت کو معلوم کر لیتے اور غلط خبر مشہور ہونے تک نوبت نہ پہنچتی اور مسلمانو! اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے اکثر شیطان کے پیرو بن جاتے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ "ردوہ" کا مفہوم اس معاملے کو حاکم بالا تک صرف من عن پہنچا کر خود اس معاملے سے الگ تھلگ ہو جانا ہے اور بس۔ معاملے کی کھوج لگانا یا اس کی اصلی حقیقت دریافت کرنا صرف حاکموں کا کام ہے۔ قرآن حاکم کی اجازت کے بغیر کسی افواہ کے اڑانے تک کی اجازت نہیں دیتا' افواہ اڑانے والوں کو شیطان کا پیرو کہتا ہے' علم حاصل کرنے اور تحقیق کرنے کا منصف صرف حاکموں کو دیتا ہے۔ غور سے دیکھو کہ خاموش رہنے کی کس قدر تاکید ہے' پھر یہ کیا مسخرہ پن ہے کہ اگر حاکم علے سے کوئی نزاع پیدا ہو جائے تو قرآن و حدیث کی تفسیریں کھول کر دونوں فریق عدالت لگائیں اور فیصلہ کرنے والے قاضی خود ہی ہوں! جج کی کرسی خالی ہو اور جس طرف شور زیادہ ہو وہ جیت جائے!

ضمناً" اس آیت کے الفاظ "ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم" سے صاف ثابت ہو گیا کہ نبیؑ کے علاوہ امت کے معاملات اور فیصلے دنیاوی حاکموں کے سپرد از روئے شرع اسلام ہو سکتے ہیں۔ بلکہ مولوی کے اس دعوی کی تغلیط بھی نہایت مضحکہ خیز طریقے سے ہو گئی کہ ردوہ الی الرسول کے معنی حدیثوں کے دفتر کھولنا ہے' کیونکہ اگر ردوہ الی اللہ کے معنی قرآن کھولنا اور ردوہ الرسول کے معنے حدیث کھولنا ہے تو پھر ردوہ الی اولی الامر کے معنے یہ ہوئے کہ دنیا کے تمام اسلامی بادشاہوں اور حاکموں کے قول بھی جمع کر کے ایک بہت بڑی لاکھوں جلدوں والی کتاب بنائی جائے اور جھگڑے کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جائے! افسوس مسلمانوں نے قران سے کیا مخول کیا ہے۔

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول (قرآن حکیم)
اور اے مسلمانو! اگر کسی معاملہ میں تم اور تمہارے امیر کے درمیان کھینچا تانی ہو جائے تو اس معاملے کو خدا اور رسول پر چھوڑ دو' اس امیر کا حکم مانو۔

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

۲۵' ۲۶' ۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کے جانبازوں کے مرکزی کیمپ دہلی میں خطاب

جس میں

بتلایا گیا ہے کہ جانبازی کا مقصد کیا ہے اور آیہ واذا قتلتم نفسا" کے کیا صحیح معنی ہیں

○

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں مری بات
یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل!
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہب مردان خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہبِ ملّا و جمادات و نباتات
اقبال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جانبازوں کے مرکزی کیمپ دہلی میں علامہ مشرقی کا خطاب

(۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کو بذریعہ آلہ جہیر الصوت دیا گیا)

ہندوستان کے جانباز سپاہیو! آج کا عظیم الشان تاریخی کیمپ جس کی قابل رشک قیادت کا سہرا مسلمانوں کی خوش قسمتی سے اللہ کے سچے بندے اور جانباز بلکہ پاکباز محترم میر نور حسین تالپور سالار ٹانڈو باگو حیدر آباد (سندھ) کے سر بندھا ہے' اور جس میں ہندوستان کی پچھلی دو سو برس کی افسوس ناک تاریخ میں پہلی دفعہ ہم مسلمان بلا لحاظ فرقہ و نسل اپنی جانیں خدا کی راہ میں ہتھیلیوں پر رکھ کر جمع ہوئے ہیں' ہندوستان کے لئے ایک بے حد شاندار اور بے مثال مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔ دو سو برس میں پہلی دفعہ ایک غلام' عاجز اور نادار قوم میں جو اپنی وجاہت کی تمام خوبیاں' دولت' عزت' تجارت علم اور ہندوستان گیر سلطنت اپنی برائیوں اور نافرمانیوں اور نااتفاقیوں کے سبب سے کھو بیٹھی ہے' ہاں ایسی قوم میں دو سو برس کے بعد پہلی دفعہ اس امر کا احساس ہو چکا ہے کہ خدا کی راہ میں جان کی قربانی دینا ضروری ہے۔ دو سو برس میں پہلی دفعہ خدا سے بھٹکے ہوئے آٹھ کروڑ انسانوں میں سے چند صد اشخاص اس غرض سے نکلے ہیں کہ ایک میدان میں کھڑے ہو کر اپنی جان حاضر کرنے کا جان پیدا کرنے والے اللہ سے اقرار کریں۔ جان دینے کا ابتدائی معاہدہ جان دینے والے خدا سے باندھیں۔ پہلی دفعہ قرآن حکیم کے اس حکم پر نظر لگی ہے کہ خدا نے مومن سے اس کی پوری جان اور پورا مال جنت کے بدلے میں خرید لیا ہوا ہے' پہلی دفعہ مسلمان اس ہوش میں آیا ہے کہ مسلمان کے لئے جنت کے ٹھیکے کا مسئلہ غلط ہے' بے دلیل ہے' قرآن کی حکمت کاملہ کے خلاف ہے' مکر و فریب ہے' نفس کو دھوکہ ہے' تکلیف و عمل سے بچنے کا ایک حیلہ ہے! پہلی دفعہ معلوم ہوا ہے کہ امتحان طلب اور صبر آزما خدا جو اپنے بڑے سے بڑے دوست ابراہیم علیہ السلام سے بھی اشد شدید قربانی کا طالب ہوا' جو اپنے بڑے سے بڑے حبیب اور ختم الرسل صلعم کو بھی تیئیس برس زہرہ گداز تکلیف کے بغیر کامیاب کرنے سے باز رہا' ہاں ایسے خدا سے جنت کی طلب کرنا کچھ آسان اور گھر کی بات نہیں'

نہیں' پہلی دفعہ جنت کی صحیح معنوں میں طلب اور پکار پیدا ہوئی ہے' وہ جنت جو مولوی اور ملا اس قدر سستے داموں پر بے دھڑک قرآن سے بانٹ رہا تھا کیونکہ اس کا اپنا مال نہ تھا۔ اس جنت کی قدر پہلی دفعہ معلوم ہونے لگی ہے جنت کی قیمت کا احساس ہوا ہے' جنت کی عافیت کا حس دل میں خلجان پیدا کرنے لگا ہے' آنکھیں کھلنے لگی ہیں کہ جنت کی قرآنی اور اسلامی شرط تمنائے موت ہے' اللہ کی راہ میں کٹ مرنے کی سچی آرزو ہے' نہیں اس تمنائے موت کے بعد فی الحقیقت میدان جنگ میں اپنے سردار کے حکم پر مولی گاجر کی طرح ایک ایک کے بدلے دس دس کو مار کر کٹ مرنا ہے' یہ سب شرطیں قرآن میں صاف اور بے گمان الفاظ میں لکھی ہیں' ہاں ہوش آنے لگی ہے کہ جب اس دنیا میں چار آنے مزدوری تمام دن ٹوکری اٹھانے کے بغیر نہیں ملتی تو خدا سے اس اشد شدید قربانی کے بغیر جنت کی ہوس رکھنا خیال خام ہے۔

جانبازی کی لم کیا ہے

جانباز سپاہیو تمہاری جانبازی کی یہ شان ہے کہ تم جانبازی کے اس رسمی اور سطحی مظاہرے کے بعد جان دینے کے کیف کو سمجھو' جان پر کھیل جانے کی لم سمجھو۔ سمجھو کہ جانیں کس طرح اور کیوں دی جاتی ہیں۔ سوچو کہ زندہ قوموں کے کروڑ در کروڑ افراد میدان جنگ میں گاجر مولی کی طرح کٹ جاتے ہیں' ایک ایک بم' ایک ایک توپ چشم زدن میں بے دھڑک کشتوں کے پشتے کے پشتے لگا دیتی ہے' کروڑوں روپیہ کی سر بفلک عمارتیں غمزدہ ماؤں کے بے شمار بیٹے' بیاہی بیٹیوں اور سہاگنوں کے جوان خاوند' منگیتروں کے شرمیلے اور دل دھڑکتے ور' عاشقوں کے سوہنے پیا' معشوقوں کے موہنے دوست' الغرض انسانی تعلق اور جذبے کے سب دھاگے اور رشتے توپ و تفنگ کی دھنک کے سامنے آنکھ کی جھپک میں روئی کے گالوں کی طرح اڑا دیے جاتے ہیں۔ زندہ قوموں کی مائیں خاموش طور پر بیٹوں کو اس جلاد منظر کی طرف خود روانہ کرتی ہیں' بیویاں آخری نظر بھر کر اور خشک آنسوؤں سے خود الگ ہو جاتی ہیں' قرونِ اُولیٰ میں عرب سہاگنیں گیت گا گا کر اور طعنے دے دے کر خاوندوں کو جنگ میں بھیجا کرتی تھیں' عرب اور غیر عرب سب غازی پھولوں کے ہار اور آنکھوں میں سرمہ لگا لگا کر ہتھیار کسا کرتے تھے' سرحد پار کے آفریدی اور مہمند آج تک اسی شان سے غزا کے لئے نکلتے ہیں۔

پچھلی جنگ عظیم میں مشہور تھا کہ شاہ یونان لڑائی میں کودنا نہ چاہتا تھا ملکہ یونان کو غالبا" اس بات کی بچ تھی کہ یورپ کی سب رانیوں کے خاوند خون کا چراغاں کر رہے ہیں اور اس کا خاوند بزدل بنا بیٹھا ہے' بادشاہ کے ساتھ ہم بستری چھوڑ دی' اس کے پاس اور حربہ نہ تھا' خاوند عورت کے تعلقات قطع کر دیئے اور روٹھ کر بیٹھ رہی' شاہ یونان کو بالآخر اعلان جنگ کرنا پڑا! جانباز سپاہیو! تم نے سوچا کہ زندہ قوموں میں موت اور قتل کے ساتھ یہ عشق بازی کیوں ہے؟ کیوں موت اور قتل کو زندگی سمجھا جاتا ہے' کیوں موت میں حیات سمجھی جا رہی ہے' کیوں زندہ قوموں کے مرد اور عورتیں اس ہولناک کھیل پر متفق ہیں۔ عورتوں کو اکثر تھڑولا' رحیم' نرم' لچک کھا جانے والی سمجھا جاتا ہے' کیوں زندہ قوموں کی عورتیں جلادوں اور ظلاموں سے زیادہ مرد منش اور مضبوط دل ہیں؟ پچھلی جنگ یورپ میں اگر زیادہ نہیں تو دو کروڑ جانوں کا نقصان ہوا' دو کروڑ اشرف المخلوقات کٹ گئے' دو کروڑ بھنگوں اور پھروں کی طرح مٹا دیئے گئے' اس تمام ذبح عظیم کا باعث بوسنیا کے علاقہ میں صرف ایک معمولی شہزادے کا قتل تھا! کیوں ایک جان کے بدلے یورپ نے دو کروڑ جانوں کی بازی لڑا دی؟ وہ دو کروڑ نفوس کیوں خوش بخوش قتل ہوئے؟ کیوں یورپ کی چالیس کروڑ اور دنیا کی بہترین دماغ والی آبادی کے ایک فرد واحد نے بھی اس صاف ٹوٹے کی بازی کو بڑی سے بڑی احمقیت نہ کہا اور چار سال تک برابر سب کے سب متفق ہو کر فنا کا بازار گرم کرتے رہے' کیوں ویلز (H . G Wells) اور شا (G . Bernard Shaw) جیسے فلسفی مصلح' جن کی انگلیوں کے اشاروں بلکہ تمسخر سے کہے ہوئے قولوں پر بھی تمام انگریز قوم جھٹ متوجہ ہو جاتی ہے' کامل چار برس چپ رہے' سب رہنماؤں نے چپ سادھ لی' سب کے سب اس قتل عام کا تماشہ دیکھتے رہے' زندہ ہونے کی آرزو رکھنے والے مسلمانو اور جانبازو! یہ سب عجیب اور افسانہ اس لئے ہے کہ تمہیں قوموں کی زندگی کے عنوان یاد نہیں رہے' زندہ ہونے کی آن یاد نہیں رہی' زندگی کی شان بھول چکی ہے' یورپ کے جنگ عظیم میں جو ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی صرف ایک جان کے بدلے دو کروڑ انسان اس لئے قتل ہوئے کہ یورپ کی اکثر قوموں اور سلطنتوں کو سائنس کی نئی ترقی اور سالہا سال کے جمود اور امن کے باعث مردہ اور شل ہو جانے کا خطرہ تھا۔ جنگ کریمیا اور فرنیکو جرمن وار کے بعد تمام یورپ قریبا" پچاس برس سے تالاب کے کھڑے پانی کی طرح متعفن ہو رہا تھا' قوموں کی پوشیدہ علمی اور جنگی قابلیتیں ظاہر نہ ہونے کے باعث فنا ہو جانے کے قریب ہو گئی تھیں۔ ایک قرن کے کامل امن وسکون نے غیر مستعمل لوہے کی مانند قوموں کی قوت و استعداد پر

جمود کا زنگار چڑھا دیا تھا! آزمائشوں اور امتحانوں کے انتظار کی حدیں گزر چکی تھیں اور ڈر تھا کہ اگر کوئی بڑا "فتنہ" نہ اٹھا تو تمام یورپ اندر ہی اندر مر جائے گا! سب قومیں صبر و انتظار کی حد پر کھڑی تھیں' سب کا پیمانہ سکون لبریز ہو چکا تھا' نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شہزادے کا قتل عالم آرا قتال کا کھلا بہانہ ہو گیا! چشم زدن میں اقوام کے دو خطرناک گروہ ہو گئے! پھر ایک گروہ دوسرے سے اس دھماکے سے بھڑا اور ٹکرایا کہ تختہ زمین ہل گیا' کرہ زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے اور قطب سے قطب تک دنیا کی سب آبادی لرز گئی' الغرض اس بھونچال کا جو روئے زمین پر چار برس سے زیادہ دیر تک رہا اور جس میں نسل انسانی کے ویران باغ کی تراش و برید نہایت بے رحمی سے ہوئی' نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کی مجاہدانہ قوتیں پھر بیدار ہو گئیں۔ آج بیس برس کے بعد اس زلزلہ عظمیٰ اور امتحان کبیر کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں ایک طرف اتحادی فاتحین جنگ میں سے انگریزوں اور فرانسیسیوں کو روئے زمین کے بڑے بڑے کئی نئے ٹکڑے مسلمان کے کمزور جسم سے کاٹ کر سلطنت کرنے کے لئے خدا نے دیئے تھے وہاں دول ثلاثہ میں سے دو خطرناک سلطنتیں جرمنی اور اٹلی' ہٹلر اور میسولینی کی خطرناک قیادت میں اس آب و تاب سے نکلی ہیں کہ سب پرانے فاتحین دم بخود تماشہ دیکھ رہے ہیں' اٹلی کے پہلے وار نے ہی دو ہزار برس پرانی سلطنت حبشہ کو تہس نہس کر دیا اور کسی دشمن کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ جہاد کی زندہ کن آزمائش نے یورپ میں نئی زندگی نئی توان' نئی امنگیں' نئے ارمان پیدا کر دیئے۔ روما کی سلطنت کم از کم ایک ہزار سال سے مردہ ہو چکی تھی' روما پھر جی اٹھا ہے اور ابھی نہ جانے اس نئی زندگی کا نسل انسانی کے حق میں کیا انجام ہوتا ہے؟

قتال کے ذریعے قوم میں بیداری

جانباز سپاہیو! بنی اسرائیل میں معلوم ہوتا ہے بعینہٖ اسی ۱۹۱۴ء کے جنگ عظیم کے اسباب کئی ہزار برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ بعینہٖ اسی طرح اس قوم میں ایک شخص اتفاقا" قتل ہوا' اس اتفاقی قتل پر یکدم فساد کا پہاڑ اٹھا اور گرداگرد کے سب انسان آپس میں مختلف اور دو ٹکڑے ہو گئے' ایک فریق قاتل کی حمایت پر کھڑا ہو گیا' دوسرا مقتول کا بدلہ لینے کے لئے جم گیا' بنی اسرائیل میں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت امن و سکون کے باعث جمود عمل اور قساوت قلب پیدا ہو چکی تھی' قوم کی تمام مخفی قابلیتوں پر بے حسی اور کم ہمتی نے پردے ڈال دیئے تھے' آرام پرستی اور تن آسانی قوم کا شعار بن گئے تھے' تمام ماحول مردنی اور جمود

کا تھا' الغرض سب قوم مردہ تھی اور اس کے پھر زندہ ہونے کی بظاہر کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی' خدائے عظیم نے اس اتفاقی قتل کو ایک عظیم الشان ٹکراؤ کا بہانہ بنا دیا' ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے بھڑا کر عام بیداری پیدا کر دی' سب قوم تلوار ہاتھ میں لے کر پابہ رکاب ہو گئی' سب مخفی قوتیں بیدار ہو گئیں' پوری قوم پھر زندہ ہو گئی' جہاد اور قصاص کے طلسم نے قوم کے اندر ایک حیات تازہ پیدا کر دی۔ ان لکم في القصاص حيوة يا اولى الالباب کا محاکمۂ قرآنی صاف سامنے آگیا۔ خدائے عظیم نے قرآن عظیم میں اس واقعہ عظمیٰ کا ذکر بنی اسرائیل کو اپنے احسانات جتلانے کے ضمن میں حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے' یہ آیتیں قرآن کے عین شروع میں ہیں اور ہر شخص کو معلوم ہیں:

واذا قتلتم نفساً فادرتم فيها والله مخرج ما كنتم تكتمون ○ فقلنا اضربوه ببعضها كذالك يحى الله الموتے ويريكم ايته لعلكم تعقلون ○ ثم قست قلوبكم من بعد ذالك فهى كالحجارة او اشد قسوة' و ان من الحجارة لما يتفجر منه الانهر' وان منها لما يشقق فيخرج منه الماء' وان منها لما يهبط من خشيته الله' وما الله بغافل عما تعملون ○

(۲: ۷۲ - ۷۴)

آیہ "قتلتم نفسا" کا صحیح مفہوم

قرآن کو مولوی اور مفسر نے اپنی نا پیدا مثال جہالت سے مضحکہ خیز افسانوں کا مجموعہ بنا کر مسلمان کے دل میں کلام خدا کے خلاف ایک نامحسوس عدم یقین بلکہ نفرت اور غیر کی زبان پر ایک شرمندہ کر دینے والا طعنہ بلکہ تمسخر پیدا کر دیا ہے' پہلی آیت کے مفہوم کے متعلق جو لچر اور بے سروپا کہانی ملّا نے مدت سے وضع کی ہوئی ہے مشہور ہے اور غالباً" دنیا کی کسی قوم کے پاس اس سے زیادہ مضحکہ انگیز افسانہ موجود نہیں' اس تقریب پر جو جانبازوں کے کیمپ میں حیات قومی کے اظہار کے ضمن میں پیدا ہو گئی ہے ان آیات کا ترجمہ کرتا ہوں اور ملّا کو شرم دلاتا ہوں کہ اس نے کلام خدا کے ساتھ کیا شرم ناک سلوک کیا۔ ہاں مفہوم یہ تھا کہ "اے بنی اسرائیل کی قوم! میرا وہ احسان بھی یاد کرو جب تم میں ایک متنفس کے قتل کا واقع ہوا اور اس مقتول کی خاطر تمام گردا گرد کے انسانوں میں عظیم الشان اختلاف رونما ہو گیا' تمام گردونواح میں ایک دوسرے کے مخالف دو گروہ پیدا ہو گئے' (فادرتم

فیها) تم اس قتل کے باعث اپنے شیطانی جذبوں کو بھڑکا کر اختلاف عظیم میں سرگرم ہو گئے لیکن خدا کسی اور ہی تجویز میں مشغول تھا' خدا یہ چاہتا تھا کہ تمھاری تمام مخفی قابلیتوں' خوابیدہ اہلیتوں اور جمود زدہ استعداد کو باہر نکال کر رکھ دے وہ سب قوتیں جو قرنوں کی آرام پسندی اور تن آسانی کے باعث شل ہو چکی تھیں پھر بیدار کر دے (والله مخرج ما كنتم تكتمون) پھر اے بنی اسرائیل کے جمود زدہ لوگو اور اے آج کل کے نئے ایمان والے مسلمانو! جو نئے ایمان کے باعث گرما گرم ہو! ہم نے تجویز کی (فقلنا) کہ اس فریق کا (ہ) اس قوم کے دوسرے گروہ سے (ببعضها) ٹکراؤ پیدا کر دو (اضربوه) اس حصے کو اس حصے سے بھڑا دو (اضربوه) اس قوت کو اس قوت سے لڑا کر تمام قوم میں ایک عظیم الشان انسانی زلزلہ' ایک ولولہ خیز ہنگامہ' ایک جمود شکن بیداری پیدا کر دو (فقلنا اضربوه ببعضها) اے لوگو! یاد رکھو کہ خدا مردہ قوموں کو یونہی زندہ کیا کرتا ہے' جمود زدہ اور بے حس' ساکن اور جامد قوموں کے اندر انہی طریقوں سے نئی زندگی پیدا کرتا ہے' (كذالك يحى الله الموتے) نفسانی اور شیطانی جذبات ہی کو بعض دفعہ بھڑکا کر سچی الوہیت اور صحیح روحانیت پیدا کر دیتا ہے (كذالك يحى الله الموتے) اور پھر اس نئی زندگی' اس حیات تازہ' اس نئے ولولے کو پیدا کر کے تمہیں اپنے خلاف امید معجزے اور اپنی عظیم الشان نشانیاں دکھلاتا ہے کہ تم اس حیرت انگیز کائنات کے قانون حیات و ممات کو سمجھ سکو (ويريكم ايته لعلكم تعقلون)۔

اگلی آیت کا ترجمہ اور ربط صاف ظاہر ہے: "لیکن اے بنی اسرائیل کے لوگو! اس ہنگامہ عظمیٰ کے واقع ہونے کے بعد بھی جس نے تمہیں نئی زندگی دے دی تھی اور جس کا اثر کئی قرنوں تک تم میں علی الاعلان عیاں ہونا چاہیے تھا' تم اس قدر بد بخت نکلے کہ تمھارے دل پھر سخت ہو گئے (ثم قست قلوبكم) تمھارے اندر اس جنگ عظیم کے بعد بھی جس کا روحانی اثر مدتوں تک رہنا تھا' تمھارے قلب ساکن ہو گئے۔ تمھاری عملی قوتیں مر گئیں' اعضا ڈھیلے ہو گئے' دل پتھر ہو گئے (ثم قست قلوبكم) اور وہ دل سخت کیا ہوئے بالکل پتھر کی مانند بے حس (فهى كالحجارة) بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت' نہ قومی غیرت' نہ وطنی حمیت' نہ جماعتی عصبیت' نہ شوق عمل' نہ ذوق یقین' الغرض تم میں کچھ باقی نہ رہا جو تمھاری قومی زندگی کو برقرار رکھتا (او اشد قسوة) لیکن وہ دل پتھر کہاں تھے؟ پتھروں میں سے بھی بہت سے پتھر ایسے ہیں کہ ان کے اندر سے چشموں کے چشمے پھوٹ بہتے ہیں' ایسے بھی ہیں کہ خارجی اثرات کے دباؤ سے خود پھٹ جاتے ہیں پھر ان سے

نرم نرم اور شفاف پانی نکلتا ہے' ایسے بھی ہیں کہ خدا کے قانون سے خوفزدہ ہو کر اپنے بلند مقاموں سے خود بخود گر پڑتے ہیں' مگر تمہارے پتھر سے سخت تر دلوں کے اندر کوئی نرمی اور عاجزی 'کوئی ذوق عمل' کوئی باہمی رحمت و لطف کا آب رواں' کوئی اتحاد عمل کی نہر سبیل' کوئی بلند مقاموں سے گر کر خاکساری اور تسلیم کا جذبہ' الغرض قوم کو پھر سربلند کرنے کا کوئی سامان پیدا نہ ہوا۔ اور اے بنی اسرائیل! یاد رکھو کہ آج بھی جو کچھ تم کر رہے ہو خدا اسے بغور دیکھ رہا ہے' تم سے غافل نہیں ہوا یا تمھیں نظرانداز نہیں کیا' آج بھی اگر کچھ عمل کرنا شروع کر دو گے تو اسی وقت سے اس کا اجر ملنا شروع ہو جائے گا۔ (وما اللّٰہ بغافل عما تعملون)۔

افراد کی موت میں قوم کی حیات ہے

مولوی اور ملّا نے جو ستیاناس خدائے عظیم کے ان عظیم الشان الفاظ کا پچھلے تین سو برس میں کر کے اسلام کو بے مثال نقصان پہنچایا اس کا بدلہ خدا نے قوم سے کافی لے لیا ہے لیکن جانباز سپاہیو اور تحریک کے سردارو! میں تمھیں واقعات حاضرہ میں سے یورپ کے جنگ عظیم کی ایک مثال اور قرآنی نقطہ نظر سے بنی اسرائیل کے ایک واقعہ کی مثال دے کر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ زندہ قوموں میں جانبازی اور جان سپاری کی لم کیا ہے زندہ قوموں کے افراد اپنے آپ کو فنا کر کے صرف قوم کی حیات چاہتے ہیں' وہ ہلکی سی آواز امیر پر ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں بے دھڑک کٹ جاتے ہیں لیکن اپنی قوم' اپنے وطن' اپنی جماعت کی ادنےٰ بے عزتی گوارا نہیں کر سکتے۔ ان کے قلوب زندہ ہیں' ان کے دل نرم ہیں' ان کے دلوں کے اندر خشیت خدا اور خوف قانون خدا کی ایک نرماہٹ ہے جو اعضاء کو ہر دم چست اور چالو رکھتی ہے۔ ایک سینوں میں فراخی اور شرح صدر ہے جس کی وجہ سے دلوں کے مساموں سے باہمی محبت' اتحاد عمل' اطاعت امیر کے دریا پھوٹ پھوٹ کر بہتے ہیں' مردوں اور عورتوں بوڑھوں اور جوانوں میں یکساں احساس موجزن ہے' دنیاوی محبتیں اور جسمانی رشتے اس ربانی احساس کے سامنے ہیچ ہیں' علائق کی رکاوٹیں اس کے بالمقابل پانی ہو کر رہ جاتی ہیں اور غرور' خودغرضی اور فساد' انانیت اور مٹی کے بڑے سے بڑے لات و منات اس قدوسی ماحول میں گر پڑتے ہیں اور خدا اور قوم کی راہ میں شہداء کی موت قوم کو سربسر زندہ کر دیتی ہے' جس قوم نے مار کر مرنا نہیں سیکھا اس کی زندگی کیا ہے۔ قوموں کی زندگی دراصل اس کے افراد کی موت کی تیاری میں ہے' جس قدر تعداد مارنے مرنے کے لئے تیار

ہے اسی تناسب سے وہ قوم اس دنیا میں سربلند ہے!

جانبازی کا سچا مفہوم

جانباز سپاہیو! تم نے بے شک قوم کو زندہ کرنے کے لئے اپنا عہد خدا سے باندھا ہے' بے شک تمہارا شیوہ خدا اور اسلام کی راہ میں مرنے کا ہے' تم نے خنجر کی نوک سے خون نکال کر یا اور طریقے سے خدا کو گواہ بنا کر بے شک اس بات کا تحریری اقرار بلکہ اعلان کیا ہے کہ تم غلبہ اسلام کے لئے مر مٹنے کو تیار ہو اور اگر تم ادارہ علیہ کے کسی حکم کے خلاف کرو تو خدا تمہیں جنہم نصیب کرے' لیکن بڑی سوچ اور بڑے غور کی بات یہ ہے کہ تمہاری چند جانوں کو خدا کی راہ میں کسی دشمن کی تلوار یا توپ سے لڑوا کر اسلام کو کامیاب کرنے کی ظاہرا کوئی سبیل اس وقت موجود نہیں اس لئے سردست ادارہ علیہ سے ایسے حکم کی توقع عبث ہے۔ ادھر جب تک تم فی الحقیقت اپنی جانیں خدا کی راہ میں نہ لڑاؤ گے تمہارا خدا سے عہد ہرگز پورا نہیں ہوتا اور تم خدا سے اپنا عہد پورا نہ کرنے کے بدلے جنہم کے مستحق ٹھہرتے ہو' اگر اس باریک نکتے کو یک دم نہیں سمجھتے ہو تو پھر غور کرو اور سوچو کہ تم نے غلبہ اسلام حاصل کرنے کے لئے جان دینے کا عہد کیا ہے' اب اگر جانیں فوراً توپ کے سامنے کر دو تو غلبہ اسلام حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ چند جانیں کیا کر سکیں گی اور جان دے کر بھی جان دینے کی شرط پوری نہ ہو گی' ادھر جب تک عہد کے مطابق اپنی جان غلبۂ اسلام کے لئے لازماً نہ دو گے عہد پورا نہ ہو گا اور ہمیشہ کے لئے آخرت میں جنہم کی سزا کے مستحق ٹھہرو گے' ایسی پیچیدہ حالت میں تمہاری خدا سے سرخروئی اور جنہم سے چھٹکارے کی صرف ایک سبیل باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارا ہر لحہ ہر منٹ' ہر وقفہ اسلام کی جماعت کو مضبوط کرنے میں صرف ہو تم اپنی جانوں کو میدان جنگ میں نہیں میدان عمل میں خرچ کرو' تم اپنی زندگی کو فی الحقیقت اسی کام میں ملیامٹ کر دو کہ اسلام کی ایک منظم اور مضبوط جماعت پشاور سے راس کماری تک اور کراچی سے رنگون تک بنتی جائے' قطرہ قطرہ جمع ہو کر دریا بنے۔ تمہاری زندگی کا ہر حصہ اس دریا بنانے میں صرف ہو' اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تم اپنی جانوں کو میدان جنگ کی طرح دکھ میں ڈالو اور اس لئے میدان جنگ کی طرح مارچ ہوں۔ جہاں جماعت بننے کی امید ہو وہاں تک سفر ہو' میدان جنگ کی طرح کئی جماعتیں بناتے بناتے کئی کئی راتوں تک پوری نیند نہ ملے' عمدہ غذا میسر نہ ہو' روزانہ تم اپنے کام کا حساب لو کہ آج تم نے غلبہ اسلام کے لئے کیا کیا کتنی جان صرف کی' جان کو کتنا

دکھ دیا' اس دکھ کے بعد غلبہ اسلام کی طرف کس قدر بڑھے' تمہارا روزانہ بہی کھاتا صاف بتائے کہ ایک چھٹانک جان صرف کی اور ایک پاؤ کام ہوا' جب تک تمہارا روزانہ بلکہ ہرلحہ کا حساب کتاب دیانت داری سے یہ نہ ثابت کر دے کہ تم اپنی جان کو ذرہ ذرہ کرکے اعلائے دین اور راہ خدا میں صرف کر رہے ہو' ہوش کے کانوں سے سن رکھو کہ تمہارا جانبازی کا معاہدہ ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ جانبازی کا عہد کرنے والو! اس امر کو آج سے اپنی زندگی کے کسی لمحے میں اور مرتے دم تک نہ بھولو کہ اتنے بڑے اور اہم اعلان کے بعد جو تم نے کیا ہے خدائے عظیم تمہارے عمل کو نہایت غور سے دیکھ رہا ہے' اس کو نہ بھولو کہ خدا ہے اور وہ زندہ خدا ہے' اس کو نہ بھولو کہ دنیا کے چھوٹے سے چھوٹے حاکم کے سامنے اگر تم کوئی اقرار کرو تو اس اقرار کی پچ ہوتی ہے' اس پچ میں اس خوف سے کہ حاکم ناراض نہ ہو جائے تم اپنی جانیں لڑا دیتے ہو' پھر کائنات کے سب سے بڑے احکم الحاکمین سے اقرار کی پچ کس قدر ہونی چاہیئے' اس کو نہ بھولو کہ تمہارے خونی یا قلبی یا قرانی معاہدوں کی خدا کے سامنے کوئی تاویل ہرگز ہو نہیں سکتی۔ اس کو نہ بھولو کہ تم نے معاہدہ ادارہ علیہ یا عنایت اللہ المشرقی یا کسی انسانی طاقت سے نہیں کیا۔ اس کو نہ بھولو کہ ادارہ علیہ کا ہر حکم ماننے کے یہ معنی نہیں کہ وہ حکم کاغذ پر لکھا ہوا تمہارے پتہ پر بذریعہ ڈاک پہنچے بلکہ ادارہ علیہ کا پہلا عام اور صاف حکم یہ ہے اور اگر اب تک نہیں سنا تو آج اس وقت سربازار علےالاعلان' علے الرؤس الاشہاد اور خدا گواہ کرکے سن لو کہ جانباز اپنی زندگی کا ہر لمحہ مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرونے اور خاکساروں کی عملی جماعتیں بنانے میں صرف کرے' اس مقصد کے بالمقابل وہ اپنی تمام ذاتی اغراض فنا کر دے' گھربار' بیوی بچے' جان و مال' جاہ و جائیداد' کے حکموں اور مفلسی و بیماری' مجبوری کے عذروں کی اس حکم کے سامنے کوئی وقعت نہ ہو' ادارہ علیہ کا آج سے عام اور صاف حکم ہے کہ ہر جانباز سب سے پہلے بہترین خاکسار ہو' اپنے افسر علاقہ کی اطاعت عام خاکساروں سے دس گنا زیادہ کرے' اپنے افسر علاقہ کو ہر ممکن مدد جماعت کے مضبوط کرنے میں دے' اپنے افسر علاقہ کا دست راست ہو' المختصر افسر علاقہ یہ سمجھے کہ میرے علاقے میں عنایت اللہ المشرقی سے بہتر اتنے آدمی موجود ہیں اور اب مجھے مشرقی کی ضرورت نہیں رہی۔ ہوش سے سن رکھو کہ جب تک کم از کم یہ نہ کرو گے تمہارا خونی یا قلبی یا قرآنی معاہدہ ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔

جانباز سپاہیو! آخری کلام یہ ہے کہ تمہارا خدا کی راہ میں جان دینے کا عہد ہے۔ جان تم فوراً اور یک لخت دے کر اسلام کو بلند نہیں کر سکتے' اس لئے اسلام کو بلند کرنے میں اپنی

جانیں صرف کرنا فورا شروع کر دو روز حساب لو کہ اس قدر جان خرچ کی ہے' اس قدر جان کو گھٹایا ہے' تمہاری نیندیں حرام ہو جائیں' دکھ اٹھا اٹھا کر تمہارے جسم کم ہو جائیں' تم اپنی جان کو قوم کا غم لگا لو' اس غم میں اپنی جانوں کو پگھلاؤ حتےٰ کہ بستر مرگ پر لوگ گواہی دیں کہ اسلام کا جانباز تھا' اسلام کی راہ میں جان دے گیا۔

۲۴ مارچ ۷ ۳ء

عنایت اللہ خان المشرقی

اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللّٰہ (قرآن حکیم)
انہوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر مولویوں اور پیروں کو خدا بنا لیا ہے۔

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

۱۳' ۱۴' ۱۵ اگست ۱۹۳۷ء کے لائل پور (حالیہ فیصل آباد) کیمپ میں خطاب

جس میں

بتلایا گیا ہے کہ مولوی کے مذہب کو غلط کہنے میں کیا اشد شدید مجبوریاں ہیں

○

قرآن ہمہ فطرت و زفطرت چہ مفر
اسلام جہاد است و اخوت یکسر
از کس بجز اسلام نہ شد دین قبول
قومے کہ ہلاک شد .بمیرد کافر
المشرقی

سب انقلاب' اصلاح' طاقت آسمانی برکتیں اور سب زمینی اچھائیں محبت سے ہیں

لائل پور کے خاکسار سپاہیو! تمہاری محبت نے مجھے آج یک لخت مجبور کر دیا کہ سب کام چھوڑ کر تمہیں ملوں اور اس شاندار کیمپ میں جو تمہارے جوان ہمت سالار محمد افضل اور اس کے قابل رشک مددگاروں یعنی سالار شاہ محمد عزیز اور محترم محمد سعید کے جنون کا نتیجہ ہے' تمہیں کچھ بات بطور یادگار کہوں۔ محبت اور جنون نے پوچھ لو آج تک دنیا کے کیاچہرے بدل دیئے ہیں۔ پوچھ لو کیا رنگ جمائے ہیں' پوچھ لو سلطنتوں اور طاقتوں کے کتنے تختے الٹ دیئے ہیں' تم دنیا کی کوئی تاریخ اٹھا کر دیکھو 'سب انقلاب' سب اصلاح' سب طاقت' سب آسمانی برکتیں' سب زمنی اچھائیاں قوم میں اسی دلوں کے آپس میں میل' اسی قلوب کی آپس میں صفائی' اسی رحمت اور رافت کی باہمی لہروں یا درد مند لوگوں کے مستقل ارادوں کی ہوشربا اور زہرہ گداز محنتوں' ان کے پتوں کے پانی پانی کر دینے والی کوششوں' نہیں ان کے حیرت انگیز' بلکہ اکثر اوقات مضحکہ خیز جنونوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ خدائی نگاہ لطف و عاطفت بار بار بلکہ ہمیشہ اسی قوم کی طرف ہوتی ہے جس نے محبت اور محنت کے ساتھ ساتھ جذبات میں لطافت اور رافت پیدا کی' جس کے دو لفظوں میں دل مل گئے' جس نے دل کے بتوں کی بندگی سے منہ موڑ کر اللہ سے لو لگائی ایک انسان کے انسان سے عشق سے غور کرو کیا رنگ جم جاتا ہے۔ عاشق کے ادنیٰ اور دنیاوی عشق سے بدن میں کیا کیا بجلیاں دوڑتی ہیں' سینے میں کیا سوزدگداز ہوتا ہے' قلب میں کیا کیفیت' اعضا میں کیا حرکت' جوڑوں میں کیا اضطراب' ذہن میں کیا تصورات' آنکھوں کے سامنے کیا نقشے' خیال میں کیا تصویریں یکدم پیدا ہو جاتی ہیں' عاشق کو معشوق کے تخیل کے سوا کچھ نہیں سوجھتا' وہ دنیا کی ہر شے کو اپنے معشوق کے رنگ میں دیکھتا ہے' دوسرا کوئی رنگ اس کو پسند نہیں آتا۔ بس یہی تصویریں اور نقشے' یہی اعضا میں حرکت اور اضطراب اس کو بالآخر معشوق تک پہنچا دیتی ہیں' کٹھن اور مشکل منزلیں اس قدر آسان نظر آتی ہیں کہ گویا وہ ان سے گذرا ہی نہ تھا' اسی طرح بلکہ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر قومی محبت اور جنون نے دنیا میں کرشمے کر دکھائے ہیں' قوموں نے اس وقت سے اپنے سال ہا سال کے پرانے چولے بدلنے شروع کر دیئے ہیں' جب سے محبت اور جنون ان کے دلوں میں کارفرما بن کر چمکے' یاد رکھو محبت اخلاق الٰہی کا جز

ہے' عیسائیوں کا مشہور مقولہ ہے کہ "خدا محبت ہے"۔ نفرت' بغض' کینے' بغاوت شیطنیت کے آثار ہیں' جنون محبت کی شدت کی آخری منزل ہے' قرآن میں اشد حبا اللہ کا درجہ ایمان کا بہت بڑا اور آخری درجہ ہے' جس قوم کے کارکن اور کار فرما طبقے میں یہ دونوں پیدا ہو گئے' اس قوم کا بیڑا پار ہے۔

مولوی کا پچھلے سو سال کا مذہب غلط کیوں ہے؟

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! میں تمہیں اس کیمپ میں ذرا وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ مولوی کا پچھلے سو سال کا مذہب کیوں غلط ہے! مولوی میرے اس غلط مذہب کے الفاظ پر بے حد سیخ پا ہوتا ہے' وہ کچھ سناٹے میں ہے کہ یہ از غیبی اور آسمانی گولہ اس کے کئی سو برس کے وقار پر کس نے پھینکا' بڑا کھسیانہ ہے کہ امت کا عالم ہو کر ایک امتی نے کیونکر اس کی دو سو برس کی غفلت اور سو برس کی ملی بھگت کا بھانڈا پھوڑ دیا' سفارشیں کرتا پھرتا ہے کہ اس قرآنی تعلیم اور تخیل اسلام کو جو تم پیدا کر رہے ہو کچھ کہہ دو مگر خدارا اس کو "مولوی کا غلط مذہب" نہ کہو' مولوی کے مذہب کو غلط کہنے سے مولوی کا رہا سہا وقار خاک میں مل جائے گا' وہ امت کو کچھ کہنے کے قابل ہرگز نہ رہے گا' وغیرہ وغیرہ' ہاں میں تمہیں بتلانا چاہتا ہوں کہ مولوی کے مذہب کو غلط کہنے میں کیا اشد شدید مجبوریاں ہیں اور کیا عظیم الشان فائدے امت کو مل سکتے ہیں۔

سب سے پہلے مولوی نے پچھلے دو سو برس سے دین اسلام کو صرف نماز' روزہ' حج' زکوۃ اور کلمہ شہادت کے رسمی طور پر ادا کر لینے کو پورا اسلام سمجھا کر باقی تمام قرآن کو مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے۔ اب ہر نیک مسلمان کو دین اسلام کا خلاصہ یہی پانچ فعل نظر آتے ہیں جن کو وہ بیچارہ اپنے زعم میں پورے طور پر ادا کرنے کے بعد تسلی پا جاتا ہے کہ مسلمان ہے۔ برا مسلمان ان پانچ میں سے ایک دو اور اگر کچھ نہیں تو صرف کلمہ شہادت پڑھ لینے کے بعد خوش بخوش ہے کہ اسلام میں داخل ہے' جنت کا مستحق ہے' دنیا کے تمام کافروں سے بہتر ہے' اس تخیل کا عام نتیجہ امت کے حق میں یہ ہوا ہے کہ امت کے سامنے کوئی نصب العین نہیں رہا' اسلام کے معنی صرف چند مقدس افعال یا رسموں کو ادا کر لینا رہ گیا ہے' قرآن مسلمان کا دستور العمل کسی معنوں میں نہیں رہا۔ اچھے سے اچھا مسلمان ان پانچ باتوں کے کر لینے کے بعد برے سے برا اور قرآن حکیم کے منافی فعل بھی بے روک ٹوک کر لیتا ہے اور دل کے اندر مطمئن ہے کہ مولوی کے بتائے ہوئے اسلام کے

خلاصے پر عامل ہے۔

الغرض قرآن حکیم کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے اور اس کے بے مطلب اور روان پڑھ لینے کے بعد مسلمان کی تمام عملی قوتیں بیکار ہو جاتی ہیں۔ دشمن خوش ہے کہ تیرہ سو برس کی بے مثال سلطنت اور جبروت کے بعد اب مولوی کی برکت سے مسلمانی صرف چند پرائیوٹ اور نجی باتوں تک محدود رہ گئی ہے' جو کسی کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں' مسلمان سے اب دکھ ملنے کا کوئی احتمال باقی نہیں رہا۔ مسلمان تیرہ سو برس تک دنیا کا نگہبان ہو کر اب دوسروں کی پاسبانی میں اپنی نمازیں اور روزے' اپنے حج اور زکوتیں گوشوں کے اندر چین سے ادا کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اسلام سے سب خوش ہیں' انگریز خوش ہے کہ قرآن کی جگہ خدا خدا کرکے مولوی نے لے لی ہے' اور مولوی نے قرآن کو عملاً" مٹا دیا ہے۔ انگریزی حکومت اسی بنا پر دین اسلام اور قرآن میں عدم مداخلت کا اعلان کر چکی ہے۔ قرآن اور اسلام اس کے نزدیک دونوں مردہ ہو چکے ہیں۔ ہاں کسی دوسری قوم کو کیا پڑی ہے کہ مسلمان کی مولویوں والی نماز' مولویوں والے روزے' مولویوں والے حج' مولویوں والی زکوۃ' مولویوں والے کلمہ شہادت سے نہ خوش ہوتی پھرے' مسلمان شوق سے رات دن لاکھ مولویانہ نمازیں پڑھتا رہے' تمام عمر لاکھ مولویانہ روزے رکھے' تمام عمر پچاس' مولویانہ حج کرتا رہے' مولویانہ زکوتیں دے' کسی کا سر پھرا ہے کہ ان کی اس روئی کے اندر آرام سے لپٹی ہوئی روحانیت سے کراہت کرے۔ کسی اوسط مسجد کے اندر چلے جائیں یا کسی اوسط مسلمان سے پوچھ لیجئے اس کے پاس اسلام کے متعلق ان فعلوں کے کر لینے کے سوا کوئی دوسری تشریح موجود نہیں' مولوی اگر ان پانچ ارکان اسلام کی بھی صحیح تشریحیں کرتا تو امت کو انہی پانچ سے سب کچھ مل رہتا مگر مولوی کی بے دماغی ان پانچ دین کے ستونوں کے متعلق بھی یہی یقین دلا رہی ہے کہ یہ آخرت کے مقدس افعال ہیں ان کا اس دنیا سے کچھ لگاؤ نہیں۔ ان کو علی الحساب اور بے سوچے سمجھے کر لینا ہی عین دین ہے ان کا اجر اور بدلہ صرف آخرت میں ہے۔ مسلمان کو گنجائش نہیں کہ ان کی حکمت کے متعلق ایک حرف زبان پر لائے۔ "کر لیا" اور "ادا ہو گیا" یا "پڑھ لی" اور "ادا ہو گئی" کے الفاظ ان کے فرائض ادا کر لینے کے صحیح اجر ہیں۔ رسید ان سب کی اکٹھی یوم آخرت اور روز حساب ہی کو ملے گی۔

اسلام سب دینوں پر غلبہ پانے کا مذہب ہے!

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! مولوی کا مذہب اس لئے سرتاپا غلط ہے کہ دین اسلام دشمنوں

کی خوشی اور رضا کا مذہب ہرگز نہ تھا۔ دین اسلام کے متعلق قرآن حکیم میں صاف لکھا ہے کہ وہ دشمنوں کی کراہت کا مذہب ہے۔ دین اسلام سے باہر کوئی شخص اس مذہب کو پسند نہیں کر سکتا' اس دین کو ہر دشمن پھونکیں مار مار کر بجھانا چاہتا ہے' لیکن خدا اس نور کے بجھنے پر راضی نہیں' یہ مشرکوں کی کراہت اور ناخوشی کا مذہب ہے' سب دینوں پر غلبہ پانے کا مذہب ہے جاهد الكفار والمنفيقيس واغلظ عليهم والا مذہب ہے' واليجدوا فيكم غلظته" کا مذہب ہے' حتى لا تكون فتنه و يكون الدين كله لله کا مذہب ہے۔ فيقتلون و يقتلون کا مذہب ہے' ليظهره على الدين كله کا مذہب ہے' والله متم نوره کا مذہب ہے' اشداء على الكفار' رحماء بينهم کا مذہب ہے' ولوكره المشركون والا دین الحق ہے' ولوكره الكفرون والا صراط مستقیم ہے۔ قرآن کے کسی صفحے کو کھول کر دیکھ لو یہی مذہب ہر جگہ ملے گا' کسی مسجد کے مولوی سے پوچھ لو بغیر مطلب سمجھے ہوئے فرفر یہ آیتیں اول سے آخر تک پڑھ دے گا' اور اسی آیتوں کے فر فر پڑھ دینے کو اپنے "عالم دین" ہونے کا ثبوت سمجھے گا۔ مولوی نے دین اسلام سے یہ عظیم الشان فریب اور مذہب خدا کا یہ پنج آتشہ ماء اللحم اس لئے تیار کیا ہے کہ اس کی اپنی گردن بچی رہے۔ وہ آپ گوشے میں مزے سے بیٹھا رہے اور تمام امت کو گوشے میں سلا کر آپ اس کا چودہری بنے' اس نے دین اسلام کے پانچ لمبے لمبے ستون کھڑے کرکے سب کو کہہ دیا ہے کہ تمام عمر ستون ہی بناتے بناتے گذار دو' ایک ستون ذرا ڈھے جائے پھر اسی چند گری ہوئی اینٹوں کو لگاتے رہو' اللہ سے مکر کرتے رہو کہ ابھی ستون بنا رہے ہیں' ستونوں پر چھت ڈالنے یا عظیم الشان اور کئی منزلہ عمارت بنانے کا خیال تک نہ کرو۔ خدا کو معاذ اللہ اسی دھوکہ میں رکھو کہ ابھی ستون ہی درست نہیں ہوئے۔ یاد رکھو! قرآن حکیم میں ایک لفظ اس امر کا موجود نہیں کہ یہ پانچ شعائر دین اسلام کے پانچ رکن ہیں' انہی کے کر لینے سے مسلمان کی نجات ہے' یہی دین اسلام کا خلاصہ ہے' اگر حدیث شریف میں لکھا ہے کہ اسلام کی بنا ان پانچ رکنوں پر ہے' تو اس کے معنی قطعاً" اور ہیں' حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ "اسلام صرف سمع اور اطاعت اور جہاد فی سبیل اللہ کا نام ہے"۔ مولوی اس حدیث پر کیوں نہیں آتے۔ حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ "اے مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ ایک جماعت بنے رہو اور سمع و طاعت کرتے رہو"۔ یہ سب اس لئے کہ ان حدیثوں کے دہرانے میں ان کی صاف موت ہے۔ ان کو ایک جماعت بننا پڑے گا' ایک نظام کے اندر رہنا ہو گا' ایک کی اطاعت کرنی ہو گی'

ایک کا حکم سننا پڑے گا۔ مولوی ان حدیثوں کو ہضم اس لئے کر جاتا ہے کہ ان پر عمل بے حد مشکل ہے' ان میں اس کی روزی نہیں بنتی' نماز' روزہ' حج' زکوۃ' کلمہ شہادت والی حدیث بار بار اس لئے کہتا ہے کہ نماز اس کی اپنی مسجد میں ہوتی رہے اس لئے روٹیاں مل سکیں گی۔ روزہ کے دنوں میں خوب حلوہ مانڈہ ملتا ہے' حج کرانے سے کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا۔ قربانیوں کے بکرے ذبح ہوں گے۔ زکوۃ مسجد میں آیا کرے گی' کلمہ شہادت پڑھا دینے سے کچھ نہ کچھ نذرانہ ملے گا' میں تسلیم کرتا ہوں کہ اسلام کی بنیاد انہی پانچ ارکان پر ہے جو حدیث شریف کہتی ہے' انہی کے صحیح مقام پر دین اسلام کا پورا دارومدار ہے' لیکن ان معنوں میں ہرگز نہیں' جن معنوں میں مولوی ان پانچ ارکان کو اپنے مطلب کے لئے گھسیٹ رہا ہے۔ یہ پانچ ارکان اس کی روزی پیدا کرنے کے سامان نہیں' ان کی بنیاد اسلام کی اجتماعیت اور امت محمدیہ کی وحدت پر ہے' اسی نماز کے اندر بے پناہ قیام جماعت کا راز ہے۔ اسی روزے میں کمال تحمل اور فتح امت کا بھید ہے اسی حج میں صحیح مرکزیت ہے۔ اسی زکوۃ میں امت کی تمام واماندگیوں کا علاج ہے۔ یہ باتیں تمام امت کی اجتماعی بہتری کے لئے ہیں۔ مولوی کے نفس کو موٹا کرنے کے لئے ہرگز نہیں۔ اگر یہی پانچ فعل دین اسلام کا خلاصہ مولوی کے اپنے بنائے ہوئے معنوں میں ہیں تو پھر اسی حدیث شریف کی رو سے مولوی "جہاد" کو دین اسلام کا صحیح خلاصہ کیوں نہیں سمجھتے کیونکہ حدیث شریف میں صاف لکھا ہے کہ "**جہاد کی ایک رات ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے**۔" کیا نماز' روزہ' حج' زکوۃ کلمہ شہادت کی پانچوں عبادتیں "جہاد" کے ایک فعل کے سامنے مات نہیں ہوتیں۔

دین اسلام کا صحیح دستور العمل تمام قرآن ہے!

خاکسار سپاہیو! اصل یہ ہے کہ دین اسلام کا صحیح دستور العمل تمام قرآن ہے۔ نرے پنج ارکان دین اسلام کا خلاصہ ہرگز نہیں۔ قرآن میں صاف لکھا ہے کہ جس قوم نے اس قرآن کے ایک حصے پر عمل کیا اور دوسرے سے کفر کیا اس کی سزا اس دنیا اور آخرت دونوں میں رسوائی ہے۔ یہ خدائی فیصلہ ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو قرآن کی کسی ایک آیت سے مفر نہیں تمام کا تمام قرآن حکمنامہ خدا ہے' سب حکموں کی تعمیل یکساں لازم ہے' اول سے آخر تک وہی ایک زبردست طاقت حکم دے رہی ہے' اس میں سے چھوٹے سے حکم کو نہ ماننا بھی احکم الحاکمین کی صریح گستاخی ہے۔ یہ کیا مسخرہ پن ہے کہ خدا قرآن میں بار بار حکم دے رہا ہے کہ اے مسلمانو! ایک امت بنے رہو۔ آپس میں

تفرقہ ڈال کر جہنم کے گڑھے پر کھڑے نہ ہو' فرقہ بند نہ بنو' کیونکہ یہی لوگ مشرک ہیں ان کو کبھی بخشش نہیں ہو گی' جو لوگ گروہ در گروہ بن گئے۔ اے پیغبر ان سے الگ تھلگ رہو۔ اپنے امیر کی اطاعت کرو' آپس میں کامل محبت رکھو' دو گروہ لڑیں تو ان میں صلح کرا دو' ایک بن کر رہو' دشمن سے پیٹھ نہ پھیرو' مومن صرف وہی ہیں جنھوں نے مال اور جان سے جہاد کیا' غیبت نہ کرو وغیرہ وغیرہ۔ یہ کیا مسخرہ پن ہے کہ خدائے بزرگ و برتر ہزاروں حکم اس قرآن میں دے مولوی ان کی پرکاہ کے برابر پرواہ نہ کرے' روزانہ اپنے مناظروں سے مسلمانوں کی ہزار ٹولیاں بناتا اور گلی گلی جمعہ کراتا پھرے۔ ہر دم امت کو جہنم کے گڑھے پر کھڑا کرے لیکن اس آسان اور اپنے نفس کو فائدہ دینے والی حدیث کو ہزار بار رٹتا پھرے' کہ اسلام کی بنیاد نماز' روزہ' حج' زکوۃ اور کلمہ شہادت پر ہے۔ اور پھر کہے کہ دیکھ لو کہ عنایت اللہ اس حدیث کا صاف منکر ہے۔ اسلام کے ارکان سے صاف مخول کرتا ہے۔ دین کے ستونوں کو گرانا چاہتا ہے۔ اور اسی لئے ملحد اور کافر ہے!

مولوی کے قرآن حکیم سے مکرو فریب کی وجہ

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! مولوی کے قرآن حکیم سے مکروفریب کی ایک اور وجہ بھی ہے جو اس سے بھی زیادہ جلد سمجھ میں آسکتی ہے۔ میں نے تمہیں بتلایا ہے کہ دین اسلام مشرک اور کافر کی کراہت کا مذہب ہے۔ تیرہ سو برس تک مسلمان دنیا میں پھیلتے رہے اور ہر غیر مسلم ان کے اس غلبے کو ناخوشی کی نظر سے دیکھتا رہا۔ مولوی اب تمام قرآن کو امت سے چھپا کر اور صرف پنج ارکان اسلام کا گیت گا کر باقی تمام دنیا کو خوش رکھنا چاہتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ نماز' روزہ' حج' زکوۃ اور کلمہ شہادت کے آسان عمل ایسے ہیں کہ ان سے ہندو' مسلمان' پارسی' عیسائی اور انگریز سب خوش رہیں گے' لیکن اگر قرآن کو پھر کھولا گیا تو سب ناراض ہو جائیں گے' حکومت کی تلوار ہر دم گردن پر لٹکتی رہے گی' ہر دم جان کا خوف رہے گا' جہاد کا نام لیں گے تو جیل خانہ کی ہوا کھانی پڑے گی۔ پلاؤ اور مرغ کی جگہ سوکھی روٹیاں' چکی کی مصیبت اور مٹی میں ملی ہوئی دال ملے گی۔ اسی لئے مولوی نماز کی ایک کروڑ فضیلتیں بیان کرے گا لیکن جہاد کا لفظ زبان پر نہ لائے گا' اعتقاد کی بنا پر ایک لاکھ گالیاں دوسرے فرقے کے مسلمانوں کو دے گا' ایک ایک گالی کی تائید میں دس دس حدیثیں سنائے گا لیکن اتحاد کا نام نہ لے گا' روز روز فرقہ بندی کی ہوا پھیلا کر اپنا نذرانہ قبول کرے گا' لیکن مسلمانوں کو ایک کر دینے کا نام تک نہ لے گا'

اختلاف امتی رحمتہ کی حدیث بار بار رٹے گا لیکن المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ کا حرف زبان تک نہ لائے گا۔

مسلمانو! مولوی کا مذہب غلط اس لئے ہے کہ مولوی نے تمام قرآن کی آیتوں کو ایک سو سال سے قطعاً چھپا رکھا ہے۔ تاکہ اس کی گردن بچی رہے۔ اس نے قرآن سے فریب اس لئے کیا ہے کہ اس کا اپنا حلوا مانڈا بنا رہے' وہ اسلام کو اس لئے ظاہر نہیں کرتا کہ اس پر کوئی مشکل نہ آبنے' تمام قرآن ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھ جاؤ۔ مولوی کے بتائے ہوئے آج کل کے اسلام کا ایک حرف تمہیں کہیں نہ ملے گا' مولوی کا نام قرآن میں نہ ملے گا' مولوی کی بتائی ہوئی نماز نہ ملے گی' مولوی کا روزہ نہ ملے گا' مولوی کے حج اور زکوۃ نہ ملیں گے' مولوی کا کلمہ شہادت نہ ملے گا۔ سر پھٹول نہ ملے گی۔ مناظرے نہ ملیں گے' ایک دوسرے پر کفر کے فتوے نہ ملیں گے۔ مولوی کی مولوی سے جھڑپ نہ ملے گی' سنی اور شیعہ' وہابی اور اہل قرآن' مالکی اور حنبلی' شافعی اور حنفی کے الفاظ نہ ملیں گے' صرف لفظ مسلم ملے گا۔مومن ملے گا۔ مسلم اور مومن بننے کے اعمال ملیں گے' امت کو بلند کرنے والے حکم ملیں گے' مولوی نے قرآن کو کم و بیش ایک سو برس سے چھپایا ہے لیکن اس چھپانیوالے مولوی کے متعلق قرآن میں صاف لکھا ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو چھپایا' انہوں نے اپنے پیٹ میں دوزخ بھر لیا' خدا روز قیامت کو ان سے کلام تک کرنا گوارہ نہ کرے گا!

پورے شہر میں ایک جمعہ کی نماز ہونا سیاست ہے

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! مولوی کے مذہب کو غلط کہنے پر میں مجبور اس لئے ہوں کہ اب ایک سو برس کے مولوی اور پیر کے قرآن سے مکروفریب کے بعد اگر کوئی شخص قرآن حکیم کی ایک چھوٹی سی آیت پر عمل کرانے کے لیے اٹھتا ہے' اگر کوئی معمولی درد مند شخص ایک شہر میں صرف دو جمعہ کی مسجدوں کو ایک کرانے کے لئے ادنیٰ سی آواز اٹھاتا ہے تو حکومت وقت جھٹ کہہ دیتی ہے کہ یہ مذہب اسلام ہرگز نہیں' یہ وہ نہیں جو مولوی نے پچھلے سو برس میں اسلام کے بارے میں کہا ہے' یہ "مذہب کی آڑ میں کھلی سیاست ہے۔" یہ پولیٹیکس ہے' یہ سیاسی تحریک ہے۔ یہ انگریزی حکومت سے دھوکا ہے' انگریز کی حکومت کی بیخ و بنیاد اکھاڑنے کی درپردہ تیاریاں ہیں! انگریز چونکہ بڑا ہوشمند اور اسلام کے مذہب کا بڑا ماہر ہے' وہ مولویوں کے منہ سے مذہب اسلام کی

تشریح کرا کر اب اس خود ساختہ مذہب پر تصدیق کی مہر لگانا چاہتا ہے' تاکہ مسلمان ہمیشہ کے لئے قرآن پر عمل نہ کر سکے۔ وہ جانتا ہے کہ بھوکا اور لوگوں کی روٹیاں کھانے والا مولوی کبھی قرآن بولنے کی جرات نہ کر سکے گا۔ الغرض مسلمانو! مولوی کے مذہب کو صحیح کہنے میں امت کی صاف موت ہے' لامتناہی شکست ہے' کبھی نہ اٹھ سکنے کی تیاری ہے۔ یاد رکھو یہودیوں کی قوم اس لئے ہلاک ہوئی کہ انہوں نے اپنے احبار اور راہبوں کو خدا بنا لیا تھا' وہ جس طرح چاہتے تھے امت کو اپنی انگلیوں پر نچاتے تھے' جو کہتے تھے منوا لیتے تھے امت ان کے اثر کے نیچے دبی تھی اور سر اٹھا نہ سکتی تھی۔ آج مسلمان بھی اسی دردناک مصیبت میں گرفتار ہیں' انہوں نے بھی مولویوں اور پیروں کو اپنا رب بنا لیا ہے اور اس کی سزا صاف ہلاکت ہے۔ لائل پور کے مسلمانو! یاد رکھو مسلمانی اس میں نہیں کہ تم اسلام کی اس رسم کو پورا کرو جو مولوی نے تمہیں خوش کرنے اور آرام کرسیوں پر بٹھا کر جنت میں داخل کرنے کے لئے پیدا کر لی ہیں۔ ہم صحابہ کرامؓ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے معاذ اللہ زیادہ لاڈلے نہیں کہ ان کو تمام عمر تکلیف اٹھانے کے بعد اسلام کا سچا علم بردار سمجھا جائے اور ہمیں صرف چند آسان باتیں کر کے جنت کا حق دار بنا دیا جائے دین اسلام کی صحیح سے صحیح تعریف اگر چند الفاظ کی اندر ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ اسلام سپاہیانہ زندگی کا دوسرا نام ہے۔ دین اسلام کے تمام شعائرِ اسلام کے تمام ظواہر' قرآن کا ایک ایک حکم' اس کا ہر امر و نہی' اس کی صلوۃ اس کے تمام نسک' مسلمان کی موت' مسلمان کی حیات' الغرض تمام و کمال دین خدا اسی سپاہیانہ اور للّٰہی زندگی کو مکمل کرنا ہے۔ غور سے دیکھو کہ نماز اسی زندگی کی پنج وقتہ تیاری ہے' روزہ اسی میدان جنگ میں بھوک برداشت کا پیش خیمہ ہے' حج اس الٰہی فوج کی مرکزیت کا نام ہے' زکوۃ اسی زندگی کے سازوسامان کی فراہمی کا دوسرا نام ہے' کلمہ شہادت اسی خدا کے سپاہی ہونے کی بعینہ اسی طرح گواہی ہے جس طرح کہ سڑک پر کھڑا ہوا خاکی وردی میں ملبوس سپاہی انگریز کے بندہ ہونے کی عینی اور یقینی گواہی دے رہا ہے۔ نہیں بلکہ اگر مزید غور سے دیکھو تو یقین ہو جائے گا کہ قرآن میں اگر یہ لکھا ہے کہ مسلمانو اپنے وعدے پورے کرو' اپنے امیر کی اطاعت کرو' اپنے سلوک عمدہ کرو' غیبت نہ کرو' نیک گمانی کرو' وغیرہ وغیرہ یہ حکم بھی بالآخر اسی لئے ہیں کہ مسلمان صحیح معنوں میں سچا اور ناقابلِ شکست سپاہی بن جائے۔

مولویوں' پیروں اور عام مسلمانوں کو میں کہوں گا کہ تمہارا اسلام کی غلط تصویر ایک

مدت سے پیش کرنا تمہارا اپنا فعل نہیں' یہ صدیوں کی بد اعمالی اور غفلت کا نتیجہ ہے' یہ آباؤ اجداد کے گناہوں کا ورثہ ہے' قرنوں کی واماندگیوں کا مجموعہ ہے' اس میں کسی ایک مولوی یا ایک پیر یا ایک پیشوائے دین کا قصور نہیں۔ سب امت اور پیشوایان امت کا مجموعی قصور ہے اسی بنا پر ہمیں کسی ایک مولوی سے وجہ پرخاش نہیں' میں سب مولویوں کی خواہ انہوں نے مجھ پر کفر کے فتوے لگائے ہوں یکساں عزت کرتا ہوں سب کو اپنے سے کم گناہ گار سمجھتا ہوں۔ کسی خاکسار کو ان سے بدسلوکی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا' سب کو سمجھتا ہوں کہ دین کی رہی سہی عمارت کو کچھ نہ کچھ تھام رہے ہیں' سب مجھے کافر کہیں لیکن میں سب کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ مولویوں اور پیشوایان دین کا فرض ہے کہ وہ قرآن کی حفاظت میں ہم خاکساروں سے ہم آہنگ ہو جائیں' قرآن کی آبرو پر مر مٹیں' قرآن کے اسلامی دستور العمل ہونے کا بار دگر اعلان کریں' قرآن کے لئے کٹ مریں' قرآن کے لئے جئیں قرآن کے لئے مریں۔ اگر ایک مسجد کے گرنے پر مسلمان مٹ سکتا ہے تو آؤ آج قران کے گرنے پر مر مٹ کر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ اسی قرآن پر مر مٹنے میں مسلمانوں کی زندگی کا راز مضمر ہو!

۱۴ اگست ۱۹۳۷ء لائل پور

عنایت اللہ خان المشرقی

اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللّٰہ (قرآن حکیم)
انہوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر مولویوں اور پیروں کو خدا بنا لیا ہے۔

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

۲۰' ۲۱' ۲۲ اگست ۱۹۳۷ء کے لاہور جنرل کیمپ میں خطاب

جس میں

بتلایا گیا ہے کہ مولوی کا لفظ "ماننا" کیا معنی رکھتا ہے اور کس قدر بے نتیجہ ہے۔

○

اے مسلم نابکار و مکار اجل
بوسہ چہ زنی بنامہ عزوجل
کو بندہ کہ خواجہ خط فرستادش و او
بوسہ زَنَدَش' نظر نہ دارد بہ عمل؟
المشرقی

کھرے اور کھوٹے کی ملاوٹ اور اس کا نتیجہ

لاہور کے خاکسار سپاہیو! فطرت کے اکثر جسمانی مظاہرے انسان کے لئے بسا اوقات مستقل روحانی عبرت اور نصیحت ساتھ لئے ہوتے ہیں۔ انسان کی کھلی آنکھ محو حیرت ہو ہو کر ان کو دیکھتی ہے اور جسم اور روح دونوں کے اندر یکرنگ قاعدوں اور یکساں اصولوں کی حکومت دیکھ کر دنگ ہو جاتی ہے۔ تم آئے دن دیکھتے ہو کہ دو دھاتیں مثلاً سونا اور تانبا آپس میں ملائے جاتے ہیں' تانبا سونے سے مل کر نہ صرف رنگ بلکہ سونے کی نرماہٹ اور کئی دوسری خاصیتیں بدل دیتا ہے' پرکھنے والے نظر سے اور اگر نظر سے نہ ہو سکے تو ذرا سا رگڑ کر فوراً بتلا دیتے ہیں کہ اس قدر مقدار کھوٹ کی یقیناً موجود ہے۔ کھوٹ کے متعلق بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے ذرے ذرے اور رگ رگ میں رچ گیا ہے مگر آزمائش کی کٹھالی اور امتحان کی آگ چند لمحوں کے اندر اندر تمام تانبے کو جدا کر کے سونے کو پھر خالص بنا دیتی ہے' الغرض کھرے اور کھوٹے کے درمیان ایک خلیج ہے جس کو پاٹنا بڑا مشکل ہے۔ کھری دھات کے ساتھ ممکن ہے کہ کھوٹ بڑی مدت تک مل کر اس کی قدر و قیمت کو کم کرتا رہے لیکن کھوٹ آج تک کسی کھری شے کا جزو بدن ہو نہیں سکا' اس نے اپنی شخصیت کو ہر سچائی سے ہمیشہ الگ تھلگ رکھا' سچائی کے اثر کو قبول نہ کیا' ہاں سچائی کو جھوٹا رنگ دے کر مات کرنا چاہا لیکن جب کڑا اور تکلیف دہ وقت آیا الگ ہو گیا اور اس الگ ہونے میں حبہ بھر اثر کسی دیرینہ رفاقت کا قبول نہ کیا۔

خاکسار سپاہیو! خاکسار تحریک میں کھرے اور کھوٹے آدمیوں کی ملاوٹ تمہارے لئے سخت باعث عبرت ہے۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست ملی کیونکہ انہوں نے اپنے امیر کے حکم کی نافرمانی کی تھی۔ اس وقت بہت سے لوگ مکروفریب سے اس بات کے دعویدار تھے' کہ ہم ایمان والے ہیں' عام مسلمانوں کے سے ہیں' جنگ میں صرف خدا اور رسول کی خاطر جاتے ہیں۔ کسی مال غنیمت یا ذاتی فائدوں کے لالچ سے نہیں جاتے فتح بدر کے بعد جو غزوہ احد سے پہلے ہوئی تھی لوگوں نے اسلام کو بڑے فائدے کی دکان سمجھ لیا اور اس میں شامل ہو گئے' تمام اسلام کا رنگ اس ملاوٹ سے بدل گیا' کچے اور بددل' غرض مند اور نفس پسند لوگوں کا ایک بڑا گروہ "ایمان" لے آیا۔ اور بظاہر مسلمانوں کی کثرت ہو گئی۔ غزوہ بدر میں صرف تین سو تیرہ مسلمان تھے۔ لیکن ہزاروں کے بالمقابل مسلمانوں ہی کو فتح ہوئی۔ غزوہ احد میں ہزاروں مسلمان ہونے کے باوجود برابر تعداد سے شکست کھائی۔ رسول خدا صلعم کو ایک گروہ چھوڑ کر بھاگ نکلا' دوسرا گروہ اپنا مورچہ چھوڑ گیا' دندان مبارک کو زخم آیا' ہر طرف

شور مچ گیا کہ رسول خدا صلعم شہید ہو گئے۔ مسلمان شکست کھا کر واپس آئے تو لگے نرم پڑنے اور مکروفریب سے اس شکست کا غم کھانے لگے۔ الغرض ماتم اور کمزوری کی ایک زنانہ صورت مستحکم ہونے لگی۔ خدائے بے نیاز و بے ہمتا نے ایمان کا ناقص رنگ اور مسلمانوں کے یہ ناروا ڈھنگ دیکھ کر ایمان پر ایک کڑی شرط لگا دی۔ صاف اور بے گمان لفظوں میں کہہ دیا کہ **ایمان کی کھلی شرط اس دنیا میں سب پر غالب آ کر رہنا ہے۔ اگر غلبہ نہیں تو ایمان بھی کہیں نہیں۔** ایمان یہ نہیں کہ منہ سے ایمان ایمان کہا جائے۔ ایمان اسی قوم کا ہے جو میدان جنگ میں سب پر چھا گئی۔ خدا تو غزوہ احد میں یہ چاہتا تھا کہ خالص ایمان والوں کو الگ کر دے اور کچے ایمان والوں کو نیست و نابود کر دے۔ لیمحص اللہ الذین آمنوا والیمحق الکفرین الغرض خاکسارو! یاد رکھو کہ تمہارا ایمان اس دن سونے کی طرح چمکے گا جب خاکسار تحریک کی بے شمار موجودہ اور آئندہ تکلیفوں سے ثابت قدم بن کر نکلو گے' جب برسوں کی آزمائشیں ہوں گی' کئی ناکامیاں سامنے آئیں گی' کئی مایوسیاں دلوں میں وسوسے ڈالیں گی' جب برسوں تک رنج و محنت سے کام کرکے کچھ ہاتھ پلے پڑتا نظر نہ آئے گا' جلد جلد منزل تک پہنچنے کے ارمان کچھ پورے نہ ہوں گے' تحریک میں کام کرنا صاف مہنگا سودا نظر آئے گا۔ جان و مال کی بے انتہا قربانیوں سے دل ہراساں ہو جائیں گے' نہیں جب برسوں کی محنت اور غمخواری کے بعد عین میدان جنگ میں عزیز جانیں دینی پڑیں گی' مال و اولاد کی مفارقت اور عزیزوں سے جدائیاں شاق ہونے کے باوجود آسان نظر آئیں گی' **ایمان کی آزمائش جان لو صرف توپ اور تلوار کے سامنے ہو سکتی** ہے۔ اخلاص اور ایمان کی منزلیں **قولوں' کلموں' لفظوں اور لمبی آہوں** سے آج تک کبھی طے نہیں ہوئیں۔ ایمان کا پہلا تقاضا اپنی جان پر دکھ لینا ہے۔ اپنے پورے آرام اور پورے نفع کا ایثار کرنا ہے' بے مزد اور بے توقع کام کرتے جانا ہے۔ ذاتی بہتری کو چھوڑ کر جماعتی اور اجتماعی بہتری کو تلاش کرنا ہے! میں خوش ہوں کہ لاہور نے مخالفت کی پچھلی آزمائشیں میں اپنے آپ کو کچھ نہ کچھ ضرور کامیاب ثابت کیا' خوش ہوں کہ لاہور میں ضرور ایمان کی بو موجود ہے' لیکن لاہور والو! یاد رکھو کہ ایمان کے بلند درجہ تک پہنچنے کا دعوےٰ اس وقت تک مت کرو جب تک انہی مایوسیوں اور تکلیفوں انہی مالی اور جانی قربانیوں انہی کمزوریوں' انہی مفلسیوں اور بے چارگیوں اور فرض ناشناسیوں کے عام ماحول کے ہوتے ہوئے لاہوری خاکسار کا تحریک کے بالآخر کامیاب ہونے پر یقین روز بروز محکم تر نہ ہوتا جائے۔ جب تک تم میں سے ایک ایک خاکسار تحریک کا سچا اور دائمی خدمت گذار نہ بن

جائے' ہاں جب تک اسی تمہارے محکم یقین کو دیکھ کر لاہور کے دس ہزار نوجوان اس تحریک میں عملاً" شامل نہ ہو جائیں۔ **ایمان کا کسی قوم میں آ جانا ایک نہایت دشوار فعل** ہے لیکن یاد رکھو کہ اس کی معجزہ نما لاگ میں وہ عظیم الشان **برکت ہے جو میلوں اور قرنوں تک تمام کھیتوں کو ہرا کر دیتی ہے۔**

کسی فرد واحد کو مولوی کے فریب کھولنے کی جرات نہیں ہوئی!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! لائل پور کیمپ کے موقعہ پر جو پچھلے ہفتہ ہوا میں نے تمہیں واضح کر دیا تھا کہ مولوی کے پچھلے سو سال کے بتائے ہوئے مذہب کو غلط کہنے میں کیا اشد شدید مجبوریاں اور امت کے صحیح اسلام اختیار کرنے میں کیا بے انت فائدے ہیں۔ اس خطاب میں میں نے مولوی کی دین اسلام کے متعلق غلط تشریحوں کے نقصانات سیاسی نقطہ نظر سے واضح کئے تھے' میں نے بتایا تھا کہ آج کل کا مولوی کا دین اسلام کا خلاصہ صرف پنج شعائر اسلام یعنی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور کلمہ شہادت کو بتلا کر اور امت کی توجہ باقی تمام قرآن سے ہٹا کر اپنے لئے سیاسی آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہے' حکومت وقت کی ناراضگی سے بچنا چاہتا ہے' غیر اقوام کی دین اسلام کے متعلق کراہت پیدا نہیں کرنا چاہتا' مسلمانوں کو اسلام کے صرف چند آسان افعال بتا کر اور غیر مسلمان کے سامنے بے ضرر مولویانہ نماز' مولویانہ روزہ' مولویانہ حج' مولویانہ زکوۃ اور مولویانہ کلمۂ شہادت کا منظر پیش کر کے تمام دنیا کو دین اسلام سے راضی رکھنا چاہتا ہے۔ آج اس کیمپ میں میں تمہیں **مولوی کے ایک اور حیرت انگیز فریب کے بخیئے ادھیڑ کر دکھانا چاہتا ہوں** کہ اس فریب نے **امت محمدیہ** کو کم از کم دو سو برس سے کیا عجیب و غریب دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ان پچھلے دو سو برس میں کسی ایک دین اسلام کے سمجھنے والے کو یہ **فریب** قطعاً" فریب **محسوس نہیں** ہوا' **کسی فرد واحد کو اس فریب کے پول کھولنے کی جرات نہیں ہوئی۔ ہر شخص** اس فریب کو صحیح سمجھ کر اس کو مذہب کے **مسلمات** میں سے سمجھتا رہا' کسی کو گمان تک نہ گزرا کہ اس **فریب کی تہہ میں ایک جہنم کی غار ہے' جس میں گر کر پھر اچھلنے کی امید کرنا اندھیرے سے روشنی ہونے کی توقع کرنا ہے۔**

مولوی نے مذہب اسلام میں ایک نئی اصطلاح لفظ "ماننا" وضع کرلی ہے:

خاکسار سپاہیو! اور مسلمانو! مولوی اور عالم دین نے زوال اسلام کے وقت سے جہاں دین

اسلام اور قرآن حکیم کے احکام سے عملاً بچنے اور امت کو ان پر عمل کرنے سے بچانے کے لئے شریعت کے ہزار در ہزار حیلے تراش لئے ہیں اور ان حیلوں پر ہادیان دین اسی طرح یک زبان ہیں جس طرح علم حساب کے جاننے والے دو اور دو چار ہونے پر متفق علیہ ہیں' وہاں پچھلے دو سو برس سے مولوی نے مذہب اسلام میں ایک نئی اصطلاح لفظ "ماننا" وضع کر لی ہے جس کی بے شمار خوبیوں اور بے اندازہ اچھائیوں پر میری چھوٹی سی عقل حیران ہے۔ کسی مولوی اور ملّا سے پوچھو کہ مسلمان کون ہے' جھٹ جواب دے گا' کہ مسلمان وہ ہے جو **خدا کو ماننا ہے جو رسول کو ماننا ہے۔ جو پہلی کتابوں کو ماننا ہے جو حدیث کو ماننا ہے' جو فرشتوں کو ماننا ہے جو فلاں کو ماننا ہے** وغیرہ وغیرہ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی عمر کے پورے تیس برس تک مسلسل غور کرنے اور صدہا مذہبی کتابوں کے بغور مطالعہ کے باوجود مجھے آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ "ماننا" کیا شے ہے۔ اس لفظ کا منشا فریب اور دھوکہ دہی کے سوا کچھ ہے' اس کا مذہبی مفہوم کیا ہے' یہ کس عمل کا مترادف ہے' کس یقین کا ہم معنی ہے' کس مطلب کا ادا کرنے والا ہے۔ کس فرع کی اصل ہے! کس اصل کی فرع ہے! کسی مسلمان سے پوچھو بے دھڑک کہہ دے گا۔ صاحب! میں خدا کو مانتا ہوں' رسول اور قرآن کو مانتا ہوں' فرشتوں اور روز قیامت کو مانتا ہوں' حدیث اور درود شریف کو مانتاہوں۔ اسی لفظ ماننے کے کہہ دینے پر دین کا تمام دارومدار ہے۔ یہی لفظ دین کی تمام کائنات کا محور ہے' اسی پر دین اسلام کی تمام مشین چل رہی ہے اور پچھلے دو سو برس سے کسی فرد واحد نے پوچھنے کی جرات نہیں کی کہ مولوی صاحب **تمہارا یہ لفظ ماننا کیابلا ہے!**

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! میں دیانتداری سے آج اعلان کرتا ہوں کہ مولوی نے دین اسلام میں یہ لفظ "ماننے" کی اصطلاح اس لئے وضع کی ہے کہ خدا کا یہ برگزیدہ اور آخری دین ایک محض مخول' آسان اور لایعنی شے بن جائے۔ خدا کے متعلق ماننے کا لفظ منہ سے کہہ کر ہر شخص خدا سے بے پرواہ ہو جائے۔ رسول کے متعلق ماننے کا لفظ بول کر رسول کے حکموں سے بے نیاز ہو جائے۔ قرآن کو ایک لفظ ماننے پر ختم کرکے قرآن سے ہمیشہ کے لئے بچے' روز قیامت کا قصہ ایک لفظ ماننے پر ختم کرکے روز قیامت کو چٹکیوں میں اڑا دے۔ آج اس عظیم الشان دجل و فریب کا نتیجہ امت کے حق میں یہ ہوا ہے کہ مسلمان قرآن کے اندر لکھے ہوئے ایک ایک حکم سے عملاً برگشتہ ہے' پورے طور پر باغی ہے' قرآن کے ایک ایک لفظ کو کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ لمبے لمبے سانس بھر بھر کر قرآن کے ایک

ایک حکم پر عمل کرنے کی "توفیق" نہیں رکھتا لیکن اس تمام مجرمانہ عمل کے باوجود قرآن کی مجلد کو دور سے دیکھ کر انتہائی وثوق سے کہہ دیتا ہے کہ میں اس کو "مانتا" ہوں۔ اس ماننے کے لفظ کے سچ ہونے پر مطلق شک نہیں کرتا' نہیں اس ماننے کے لفظ کے مذہبی اصطلاح ہونے کے متعلق گمان تک نہیں کرتا' فوراً" اور معاً" اپنی دیانت داری کا ثبوت اس لفظ کے زور سے کہنے میں دے دیتا ہے' چہرا اداس کرلیتا ہے لمبی لمبی آہیں اس ماننے کے لفظ کے متعلق بھرتا ہے۔ دل میں یقین رکھتا ہے کہ یہ ماننا کچھ اور شے ہے اس کو کسی قرآن کے حکم کی نافرمانی سے قطعا کوئی تعلق نہیں۔

خدا' رسول' قرآن کو ماننے کا مطلب خدا کے احکام پر عمل کرنا ہے!

مسلمانوں اور خاکسار سپاہیو! ہر مسلمان کے قلب کی کیفیت بعینہ یہ ہے جو میں نے اوپر بیان کی' خدا کے ماننے کے بارے میں بھی یہی کیفیت ہے' قیامت' حدیث' فرشتوں پہلی کتابوں کے ماننے کے بارے میں یہی کیفیت ہے۔ میں نے پورے پچیس ۲۵ برس تک اس ماننے کے بارے میں غور کیا لیکن دماغ سٹ پٹا گیا اور کچھ نہ سمجھ سکا۔ مذہب کا احترام چونکہ بچپن سے مری مٹی میں خمیر کر دیا گیا تھا میں نے اس ماننے کے لفظ کو کئی نقاط نظر سے دیکھا' کئی ہمدردیاں اس لفظ کے صحیح مفہوم سمجھنے کے متعلق رکھیں۔ کئی نفس کو دھوکے دیئے' قرآن اور حدیث میں چونکہ "ماننا" ان معنوں میں نہ ملتا تھا اس کے متعلق بحث کو ملتوی رکھتا رہا' دل میں سوچتا رہا کہ مسلمان خدا کو "مانتا" ہے' ہندو کے متعلق سنا ہے کہ نہیں "مانتا" اس لئے مسلمان یقیناً" افضل ہے' عیسائی بھی نہیں مانتا ہو گا' الغرض ایک دھماکہ میرے دل میں اس ماننے کے متعلق مدت تک قائم رہا۔ دل میں پخت وپز کرتا رہا کہ خدا کے حکموں پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے' صرف اس کتاب کے متعلق یہ کہہ دینا کہ میں اس کو "مانتا" ہوں دین کی تمام ضروریات کو پورا کر سکتا ہے الغرض ایک بڑی مدت تک یہ عالم رہا کہ میں مولوی کے اس عظیم الشان فریب کو قطعاً" نہ سمجھ سکا!

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! میرے اندھیرے سے روشنی میں آنے کی داستان کچھ حیرت انگیز نہیں' مجھے اللہ کی سرکار کا علم آنکھوں کو کھول کر دیکھنے سے ہوا ہے۔ میں اب اپنے گردا گرد کے روز مرہ کے واقعات سے اس یقین پر پہنچ چکا ہوں کہ ایک شہر کے تحصیلدار کو ماننا کیا ہے۔ ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو ماننے کا مفہوم کیا ہے۔ مجھے علم ہو چکا ہے کہ ایک شخص جو ڈپٹی کمشنر کے کسی حکم' نہیں' بلکہ کسی ایک حکم کو عملاً" نہیں مانتا اس کو ڈپٹی کمشنر

کس طرح ہتھکڑی لگا کر اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ اگر یہ ستم ظریف اور مسخرا اس حکم کے نہ ماننے کے عذر میں یہ پیش کرے کہ "صاحب! میں آپ کو مانتا ہوں' میں آپ کو تسلیم کرتا ہوں' میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں' میں آپ کی تعزیرات ہند کو مانتا ہون' میں آپ کی پولیس کو مانتا ہوں' میں نے اگرچہ حضور کے قانون کی فلاں دفعہ کی خلاف ورزی کی ہے لیکن تاہم میں آپ کو مانتا ہوں اس لئے مجھے اس ماننے کے عوض میں سزا نہ دی جائے۔" تو کس قدر جلد وہ شخص پاگل خانے بھیج دیا جاتا ہے' کس قدر جلد وہ ہسپتال میں ڈاکٹری معائنہ کے لئے بھیج دیا جاتا ہے' کس قدر جلد سرکاری جلاد اس کی گت بناتے ہیں۔ مسلمانو! سوچ لو اور سمجھ لو کہ تمھارے اس خدا' اس رسولؐ' اس قرآن کو ان معنوں میں ماننے کی کیا حقیقت ہے! مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! خدا' رسولؐ اور قرآن کو ماننے کے آج صرف ایک معنی ہو سکتے ہیں اور وہ یہ کہ تم خدا کے دیئے ہوئے احکام پر عمل کرو' قرآن کے ایک ایک حکم کو حاکم کا حکم سمجھ کر اس پر چاروناچار عمل کرو' رسول خدا صلعم کے ہر حکم اور ہر طرز عمل کو اپنی امت کی بہتری کا صحیح دستور العمل سمجھو' مولوی کا یہ فریب کہ عمل کے بغیر ماننا بھی کچھ شے ہے ایک بڑا عظیم الشان فریب ہے جس کے ذریعے وہ تمام امت کو آسان اور آرام دہ اسلام بتا کر سب دنیا کو خوش کرنا اور اپنی روٹی کا سامان بنانا چاہتا ہے۔ یاد رکھو کہ امت زوال کے اس درجے پر قرآن سے بے عملی کی وجہ سے پہونچی ہے۔ یاد رکھو کہ خدا کا قانون اٹل ہے۔ یاد رکھو کہ خدا کے حکموں سے کسی امت' کسی گروہ کو مفر نہیں۔ مولوی کے غلط مذہب کو دنیا کا سب سے بڑا فریب سمجھ کر قرآن اور خدا اور رسول کی طرف پھر رجوع کرو اور ان معنوں میں رجوع کرو جن معنوں میں ایک نافرمان نوکر اپنے ناراض آقا کو خوش کرنے کے لئے رجوع کرتا ہے وہ پھر از سر نو اس کے حکموں کی تعمیل شروع کر دیتا ہے پھر اسی کا غلام بن جاتا ہے۔ مسلمانو! تم بھی اسی طرح کے غلام بنو' لفظی اور اعتقادی مسلمان بننے میں یاد رکھو تمھاری کسی نوع نجات نہیں۔

۲۲ اگست ۱۹۳۷

عنایت اللہ خان المشرقی

الا ان حزب اللّٰہ ھم الغالبون ○ (قرآن حکیم)
یاد رکھو وہی فوج جس کی کمان خدا کے ہاتھ میں ہو غالب ہوا کرتی ہے۔

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

یکم جنوری ۱۹۳۸ء کے لائل پور (سالار والا) کیمپ میں خطاب

جس میں

بتلایا گیا ہے کہ (۱) خدائی فوجیں دنیا میں کن حالات میں ظہور میں آتی ہیں۔ (۲) قیامت کا اخروی مفہوم کے علاوہ دنیاوی مفہوم کیا ہے اور دنیاوی قیامت کے وقت کسی قوم کے نظام میں کیا ابتری ہوئی ہے۔

○

توحید* گرے لات و منات ست جہاد
محمل برلیلائے نجات ست جہاد
زندہ ست ہر آن قوم کہ خوش می میرند
اے مسلم بے خبر حیات ست جہاد

المشرقی

* بت شکن قلوب

لائلپور (سالار والا) میں علامہ مشرقی کا خطاب

ضلع لائلپور کے خاکسار سپاہیو! سپاہی کی شان اسلامی مردمی کی شان ہے، قوم کے عروج اور جلال کی شان ہے، گری ہوئی قوم کو بلند کر دینے والی شان ہے، سپاہی جان دیتا ہے، رنج اور تکلیف سہتا ہے، کڑیاں جھیلتا ہے، لوگ سوتے ہیں اور وہ حفاظت کے لئے کھڑا ہے، رعیت بے بس ہے اور وہ اپنے دست وبازو سے اس کا مددگار ہے، قوم کو خطرے سے کچھ آگہی نہیں ہوتی اور وہ ہر دم کان کھڑے رکھتا ہے، رات کو اپنی نیند حرام کرتا ہے، دن کو چین نہیں لیتا، سر پر خاک ہے، منہ پر گرد ہے، پاؤں میں چھالے ہیں، بھوک اور تکان ہے لیکن ہاں سپاہی کے سامنے روئے زمین کی حکومت ہے، قوم کی سرداری ہے۔ اس تختہ زمین پر تاج و تخت ہے، سپاہی کی سپا ہگری اس کو دنیا کی تمام تکلیفوں سے بے نیاز کر دیتی ہے اور دنیا میں اس کو سربلند اور سرفراز رکھتی ہے۔ یاد رکھو جو سپاہی دنیا میں کھڑا ہے کسی نہ کسی قوم کی سربلندی کے لئے کھڑا ہے، اپنی جان خدائے جان آفرین کے سپرد کر کے خدا کے سامنے سرخرو ہے، جان کے سب سے بڑے بت کو توڑ کر خدائے واحد کی رحمت اور رافت کے جھنڈے تلے ہے، جسم اور نفس کو ہلاک کر کے روح کی پرورش کر رہا ہے، انگریزی میں مثل ہے کہ "خدا فوجوں کا ساتھ دیتا ہے" اور ہماری اپنی زبان میں خدا کا ایک بڑا اور مشہور نتیجہ خیز نام "رب الاحزاب" یا "رب الافواج" ہے۔ خدا کو فوجیں اور سپاہی اس لئے پسند ہیں کہ خدا خود سب سے بڑا جرنیل اور بڑا کمانڈر ہے، اس نے اپنا عندیہ اور اپنا اخلاق قرآن حکیم میں یوں واضح کر دیا ہے کہ اگر اس زمین و آسمان میں میرے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو اس کی فوجوں اور لشکروں کا وہ اودھم مچتا کہ زمین و آسمان کے تمام پرزے بگاڑ دیئے جاتے، ہر طرف خدائے واحد کے مطلق اختیار کو قائم کرنے کے لئے فوجوں اور سپاہیوں کی لشکر کشی ہوتی، سورج اور چاند کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے نظر آتے، خدا کی طاقتوں کا غیر خدا کی قوتوں سے وہ دہشتناک ٹکراؤ ہوتا کہ زمین و آسمان دونوں کا صفایا ہوجاتا، بالآخر لا یشرک فی حکمہ احدا کی صورت پیدا ہو کر رہتی، "برزوا للہ الواحد القہار" کی حالت سامنے آجاتی، نبی آخر الزمان علیہ الصلوۃ والسلام اور اسلام کے دقیقہ رس اور حکمت شناس علماء نے، جن کا عمل بنی اسرائیل کے انبیاء کے عمل کے برابر تھا، قیامت کے قرب کے متعلق سب سے بڑی نشانی یہ بیان کی ہے کہ اس وقت شیطان کی حکومت غالب ہو گی، خدا سے، انسان کی پوری بغاوت ہو گی، شیطانی قوتیں

زور میں ہونگی، خدائی قوتیں کمزور ہو جائیں گی، سیاہی اس قدر عام اور عالمگیر ہو جائے گی کہ روشنی اور نور السموات والارض کو (معاذ اللہ) ڈر ہو گا کہ کہیں سیاہی غالب نہ ہو جائے۔ ایسے وقت میں قرآن حکیم نے قیامت کی نشانیاں بیان کر دی ہیں کہ سورج کی روشنی اچک لی جائے گی، ستارے ماند پڑ جائیں گے، روئی کے گالوں کی طرح پہاڑ اڑتے جائیں گے، زمین کے طبقے الٹ دیئے جائیں گے، اونچوں کو نیچا اور نیچوں کو اونچا کر دیا جائے گا، پھر اس تمام ہما ہمی اور فساد کے بعد اللہ الواحد القہار کی کچہری قائم ہو گی۔ لمن الملک الیوم کا ناقوس بجے گا، خدا کی سب فوجیں اور لشکر پھر آراستہ اور پیراستہ نظر آئیں گے، مالک یوم الدین کا راج ہوگا، برزو اللہ الواحد القہار کی صورت پھر نظر آئے گی، یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کا سماں پیش ہو گا، شیطانی قوتیں ملیا میٹ ہو جائیں گی، ضل عنہم ما کانوا یفترون کا نظارہ صاف سامنے ہو گا۔ ایک دفعہ پھر اس کائنات عالم کو ثبوت مل جائے گا کہ اس دنیا میں امن و راحت صرف خدائے واحد سے ہے، صرف اس کے عالم آرا قانون کی حکومت کے باعث سے ہے، صرف اس کی چشم پوشی اور کمال مسامحت سے ہے، نہیں فتنہ و فساد صرف شیطان کی وجہ سے ہے، جب تک کسی کائنات میں قانون خدا حاوی اور اطراف عالم میں جاری وساری ہے ہر طرف امن و صلح ہے، ایمان و اسلام ہے، جب قانون خدا سے عام برگشتگی اور بغاوت ہوئی جنگ اور فساد ناگریز ہے، ہلاکت اور انقلاب ہے، قیامت اور یوم الحساب لابدی ہے۔ سپاہیو! اگر غور سے دیکھو تو قیامت کا یہ فلسفہ دنیا میں عروج اور ابھار کی جان ہے، امنگوں اور کامیابیوں کی جان ہے ترقی اور تقدم کی جان ہے، انسانی نسل اگر اس کائنات عالم کے اندر قیامت اور فساد برپا کرانا نہیں چاہتی، پہاڑوں اور سورجوں اور ستاروں کو روئی کے گالوں کی طرح اڑانا نہیں چاہتی تو انسانی نسل کو چاہیے کہ خدائے واحد کے قانون کے تابع ہو کر رہے۔ لو کان فیہما الھتہ الا اللہ لفسدتا؁ فسبحن رب العرش عما یصفون ۔

خاکسار سپاہیو! یاد رکھو کہ خدا اپنی فوجیں اور طاقتیں صرف اسی تناسب سے اور اسی وقت میدان شہود میں لاتا ہے جبکہ اس کائنات میں کسی موقعہ پر اور کسی خاص شدت سے فساد کی کوئی صورت پیدا ہو گئی ہو، خدا سے برگشتگی اس حد تک پہنچ چکی ہو کہ ظلم یعنی حدود خدا سے تجاوز اور فساد مزمن اور قائم ہو گیا ہو، اسلام کے معنی امن کے ہیں اور قرآن میں لکھا ہے کہ والذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن۔ گویا

نقص امن کی صورت بھی اس کائنات میں تبھی پیدا ہوتی ہے کہ اسلام اور ایمان سے پرے ہٹا جائے۔ الغرض قیامت اور روز حساب کے ہنگامہ کبرٰے سے لے کر اس سطح زمین کے چھوٹے سے چھوٹے فساد کا باعث یہی دین اسلام' یہی راہ خدا' یہی صراط مستقیم' یہی ایمان اور اختیار خدا سے برگشتگی ہے۔ مسلمان میں آج پچھلے ایک سو برس سے کیوں فساد ہے' کیوں اس کا ہر پرزہ بگڑ رہا ہے' کیوں سلطنتیں چھینی جا رہیں ہیں' کیوں تجارتیں ماند پڑ رہی ہیں' کیوں زمینوں پر قبضہ نہیں رہا' کیوں مکان بک رہے ہیں' کیوں بھائی بھائی سے جدا ہے' کیوں باپ بیٹے سے الگ ہے' کیوں رات کی روٹی نصیب نہیں ہوتی' کیوں مزدوریاں نہیں ملتیں' کیوں غیر قومیں جھپٹا مار رہی ہیں' کیوں معاملات اچھے نہیں رہے' کیوں دکانیں اجڑ رہی ہیں' کیوں غلامی میں جہنم کا کوئی عمدہ گوشہ نہیں ملتا' کیوں لفظوں اور قولوں پر سر پھٹول ہے کیوں سب طرف خود غرض اور مطلب پرستوں کی دکانیں سجی ہیں' کیوں بے غرض اور بے نفس آدمیوں کا کال ہے' کیوں محکومیت اور غلامی نے چہرے سیاہ کر دیئے ہیں' کیوں بدن پر چھیچڑے اور جوئیں ہیں' کیوں فکروں سے جان گھلی جاتی ہے' کیوں امن کی جگہ خوف اور ہراس لاحق ہے' کیوں و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا کی صورت پیدا نہیں ہوتی' کیوں لاخوف علیھم و لاھم یحزنون کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی' ہاں ہاں کیوں اس وقت فرعون مصر کی قوم کی طرح کم ترکوا من جنت و عیون۔ وزروع و مقام کریم و نعمتہ کانوا فیھا فکھین کذلک و اورثنھا قوما اخرین کے چکر میں قوم پھنسی ہے' کیوں ماھم بخارجین من النار اور فیھا زفیرو شھیق (یعنی وہ قومیں اس آگ سے نکلنے کے باوجود نہ نکل سکیں گی اور اسی آگ میں چیختی کراہتی رہیں گی) کی پیش گوئی لفظ بلفظ پوری ہو رہی ہے۔ خاکسار سپاہیو! مسلمان میں یہ سب فساد کی صورت صرف اس لئے ہے کہ مسلمان کی خدا سے برگشتگی ہے' شیطان سے الفت ہے' ماسوا کی طرف اس کا دل جم گیا ہے' اس کو اللہ الواحد القہار کا قہر یاد نہیں رہا' وہ اپنے آپ کو خدا کا لاڈلا سمجھ کر خدا سے باغی ہو گیا ہے خدا کا منکر ہے اس کے قانون کا منکر ہے' اس کے قانون کی سختی کا منکر ہے' اس کے قہر کو خیال میں نہیں لاتا' شیطان میں مگن ہے' اپنے نفس میں مگن ہے' اپنی ذلت میں مگن ہے۔ خاکسار سپاہیو! یاد رکھو ایسے بے مثال فساد کے وقت لازی ہے کہ خدا کی فوجیں ظاہر ہوں' لازم ہے کہ اس کی طاقتیں بے پناہ کام کرنے لگیں' لازم ہے کہ پہاڑوں اور آسمانوں' ستاروں اور سورجوں کو جو جھوٹی اور شیطانی روشنی سے چمک رہے ہیں روئی کے گالوں کی طرح اڑا دیا جائے' لازم ہے

کہ تمام شیطانی کارخانے مات کر دیئے جائیں لازم ہے کہ ضل عنھم ماکانوا یفترون (یعنی تمام بناوٹی اور مصنوعی بت دم دبا کر بھاگ جائیں) لازم ہے کہ یبدل الارض غیر الارض یعنی (اس زمین کے سوا کوئی دوسری زمین بدل جائے) کا سماں صاف آنکھوں کے سامنے آجائے۔ خاکسار سپاہیو! یقین رکھو یہ خدائی فوج تمہاری ہے' اللہ کے خاکساروں اور خدا کے غلاموں کی فوج ہے' بے غرض اور متحد فوج ہے' سپاہیوں اور لڑاکوں' جانبازوں اور جان نثاروں کی فوج ہے' جان ہتھیلی پر رکھ کر توپ اور تلوار سے لڑ جانے والوں کی فوج ہے۔ اللہ کی بھیجی ہوئی فوج اس لئے ہے کہ زمین کے ایک حصے پر فساد کی صورت پیدا ہے' اس قطعے پر خدا کی حکومت باقی نہیں رہی' خدا کے خدا ہونے میں وہاں پر شکوک پیدا ہو چکے ہیں' خدا کو معاذ اللہ خطرہ ہے کہ وہ زمین کا قطعہ اب شیطان کے قبضہ میں چلا جائے گا' للہ میراث السموت والارض کی رو سے زمین پر قبضہ خدا یا خدا کے کرایہ داروں کا ہونا چاہیئے' شیطان کے کرایہ داروں کو خدا کی زمین پر کیونکر بسایا جا سکے۔ الغرض خدا کے سپاہیو! تمہیں کیا کرنا چاہیئے' تمہاری کن مخالف طاقتوں سے جنگ ہے' تمہاری دشمن کون کون سی طاقتیں ہیں' تمہیں کس کس سے لڑنا ہے' تمہارا جرنیل کس عالمگیر طاقت کا مالک ہے' غور کرو کہ اتنے بڑے کمانڈر کے سپاہی کس قدر خطرناک ہونے چاہئیں' ان کو فتح و ظفر سے عشق کس بلا کا ہونا لازمی ہے' ان کی طاقت کے آگے مشکلات کے پہاڑ اور مخالف طاقتوں کی رکاوٹیں کس طرح پانی کی طرح بہہ جانی چاہئیں' ضروری ہے کہ اس خدائی فوج کے عصائے موسوی سے سمندر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں' اس کی لاٹھی سے زمینوں کے چشمے پھوٹ بہیں' اس کے ید بیضا سے سب طرف اجالا ہو جائے' گناہ کی ظلمتیں چھٹ جائیں اور ایک دفعہ پھر نورالسموت و الارض کی حکومت قائم ہو جائے!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! اس وقت دیکھ لو بعینہ وہی طاقتیں ہمارے خلاف جنگ کر رہی ہیں جو قرون اولٰے میں خالص اور سچے اسلام کے خلاف جنگ آزما تھیں! دیکھ لو! معلم الملکوت کے چیلے چانٹے سب جمع ہو رہے ہیں' سب ایک دوسرے کو آوازیں دے کر جمع کر رہے ہیں' لات و منات جبل اور عزٰے کے موٹے موٹے بتوں کے پجاری بڑے بڑے شاندار لباسوں اور جبوں میں نمودار ہیں۔ رسول خدا صلعم کی جنگ سب سے پہلے اپنی قوم سے تھی دیکھ لو آج ہماری جنگ بھی سب سے پہلے اپنی قوم سے ہے' رسول خدا صلعم اور اس کے مومن رؤف اور رحیم تھے' کسی سے الجھتے نہ تھے' لیکن اس نہ الجھنے کے باوجود تمام

دنیا ان کے خلاف تھی' ان کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے' ان پر اوجھیں پھینکی جاتی تھیں' ان کو پتھروں سے لہو لہان کر دیا جاتا تھا' دیکھ لو! آج خدا کے خاکساروں سے بھی یہی برتاؤ کیا جاتا ہے۔ صوبہ سرحد میں خاکساروں پر پتھر برسائے گئے' ان کو پنجاب میں لہولہان کر دیا گیا' ہمارے سات بڑے بڑے مجاہد اب تک شہید ہو چکے ہیں' بہاولپور میں مظالم ڈھائے گئے' سندھ میں ہم کو حد درجہ کمزور کیا گیا' دیکھ لو! آج بھی ابو جہل ہم میں ہیں' ہندہ سے جگر کو چبانے والے ہیں' صوبہ سرحد میں' ابھی ابھی ہمارے تین بڑے مجاہد جیل خانوں میں لے جائے گئے' ہمارے ایک سالار نے اپنی عرض داشت اسی وزیرِاعظم کے حضور میں گذرانی ہے جس نے ابھی ابھی کونسل کے ہال میں علے الاعلان کہا ہے کہ حکومت اپنی سی آئی ڈی کو صرف خاکساروں کی تقریریں رپورٹ کرنے کے لئے متعین کرتی ہے۔ الغرض اگر غور سے دیکھو تو وہی شیطانی قوتیں آج ہمارے راستہ میں حائل ہیں!

مسلمانو! غور کرو ہزاروں انجمنیں مسلمانوں کی ہیں' لیکن کسی ایک قائد یا اس کی بنائی ہوئی انجمن کے خلاف اس طرح منظم مخالفت پیدا نہیں ہوئی جیسا کہ خاکسار تحریک کے خلاف ہوئی۔ سب انجمنوں کے سردار چین سے اپنی اپنی انجمنیں بناتے رہے ہیں اور سب آپس میں مل کر اپنی مونچھیں پونچھتے رہے ہیں۔ کسی چور نے کسی دوسرے چور سے شکایت آج تک نہیں کی کہ تم کیوں زیادہ پلاؤ کھا گئے لیکن خاکسار تحریک کے قائد سے کوئی دوسرا قائد آنکھ نہیں ملاتا۔ سب اس کے خلاف مل رہے ہیں کیوں کہ سب کو اپنی چوری کا خطرہ ہے!

لیکن ہاں خاکسار سپاہیو! یاد رکھو اس ظلمت میں ایک نور کی کرن ہے جو آہستہ آہستہ ضرور ہویدا ہو رہی ہے دیکھ لو! سرحد میں مولویان حق بین مولویان سو سے علیحدہ ہو رہے ہیں ' دیکھ لو! شیطان کا ٹولہ کم ہو رہا ہے۔ دیکھ لو! کتنے بڑے رئیس اور امرا شامل ہو رہے ہیں' جو تنکا دہرا نہیں کر سکتے' آج بڑے سپاہی ہیں' لائل پور کے سپاہیو! تمہارا ضلع سپاہیانہ ضلع ہے یاد رکھو کہ تمہارے ضلع پر ہندوستان کی بہبودی کا تمام دارومدار ہے۔ تم سب کے سب تحریک میں شامل ہو جاؤ ہزاروں کی جماعت پیدا کرو د پھر دیکھو تمہاری بگڑی کس قدر جلد بنتی ہے۔ اس وقت جو عظیم الشان کام تمہارے سامنے رکھ دیا ہے' یہ ہے کہ ۱۱ دسمبر کو خاکسار تحریک کے ایک وفد نے تین گذارشات حکومت پنجاب کے وزیرِ اعظم کے سامنے پیش کی ہیں۔ یہ گذارشات اگر حکومت نے منظور کر لیں تو یاد رکھو کہ اگلے چند ماہ میں ہم کئی برس آگے بڑھ جائیں گے۔ سپاہیو! ہم حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری ان

تینوں گذارشات کو من و عن مان لے اور سمجھ لے کہ ہم ان گذارشات کو منوانے کا عزم کر چکے ہیں۔

عنایت اللہ خان المشرقی

قل سیروا فی الارض و انظروا کیف کان عاقبته المکذبین ○

(اے پیغمبر ان خدا کی جباری اور قہاری کو نہ ماننے والے اور قانون خدا کو اٹل نہ سمجھنے والے بے ہوشوں کو) کہہ دو کہ جاؤ اس زمین پر پھرو اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ جن قوموں نے ہمارے اٹل قانون کو جھوٹا سمجھ کر ٹھکرا دیا ان کی عاقبت کیا ہوئی' ان کا اس دنیا میں کیا حشر ہوا۔

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

۲۷ فروری ۱۹۳۸ء کے جلال پور جٹاں (گجرات) کیمپ میں خطاب

جس میں

بتلایا گیا ہے کہ زندگی کی صحیح قرآنی تعریف اور عاقبت کا قرآنی مفہوم کیا ہے۔ نیز آزاد ملکوں میں زندگی کیا ہے۔

○

جنت گفتی؟ کجاست جنت بہ بغل
آقائے دو کون یکی ست اے ہرزہ اہل
اینجاندہد خذف چو بے سعی بلیغ
گوہر بخشند چگونہ بے جہد و عمل

علامہ مشرقی

زندگی کی تعریف کیا ہے؟

جلال پور کے خاکسار سپاہیو! گجرات کا ضلع جس میں تم واقع ہو پنجاب کا زندہ ضلع ہے' ہر قوم اور ہر گروہ میں "زندگی" کے' اس کی حسیات کے زوال و صعود کے ہر مرحلے میں' نئے معنی ہیں۔ جرمنی اور جاپان میں "زندگی" آج کچھ معنی رکھتی ہے اور غلام ہندوستان میں کچھ' صوبہ سرحد کے پار تیراہ اور گندھاؤ کی بے آب و گیاہ وادیوں میں اس عجیب و غریب اصطلاح کا کچھ مفہوم ہے۔ لاہور کے انگریزی تہذیب کی چھری سے ذبح کئے ہوئے کالج کے نوجوانوں میں کچھ مطلب ہے' دہلی اور لکھنؤ کے ہندوستانی بانکپن سے شل کئے ہوئے شعر زدہ نامردوں میں کچھ مراد ہے! ہر شخص اور ہر قوم بجائے خود اور بزعم خود اس دنیا میں زندہ ہے' اپنی زندگی میں مست ہے' نہیں اسی "زندہ" ہونے کے زعم کی وجہ سے موجود ہے۔ اس کی اخلاقی حسی اور معاشری موت اس کو دنیا کی زندہ قوموں کی کسی قطار میں کھڑا ہونے کے قابل نہ رکھے مگر اس کا وجود' اس کا نہ ہونے کے برابر ہونا' اس کی موت اور پھر موت کے باوجود' اس کی کسی نہ کسی عنوان سے حیات' ہر ذی حیات کے لئے درس عبرت ہے' پیہم بانگ جرس ہے' مسلسل تنبیہ ہے۔

عاقبت کا قرآنی مفہوم

قرآن حکیم میں قانون خدا کے منکروں کو کہا گیا تھا "قل سیروا فی الارض و انظروا کیف کان عاقبته المکذبین"

"یعنی اے پیغمبر! ان خدا کی جباری اور قہاری کو نہ ماننے والے اور قانون خدا کو اٹل نہ سمجھنے والے بے ہوشوں کو کہدو کہ جاؤ' اس زمین میں پھرو اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ جن قوموں نے ہمارے اٹل قانون کو جھوٹا سمجھ کر ٹھکرا دیا ان کی عاقبت کیا ہوئی' ان کا اس دنیا میں کیا حشر ہوا"۔ الغرض یہ سب ان جسمانی آنکھوں سے دیکھنے اور تمام روئے زمین پر' ایک قوم کا دوسری قوم سے مقابلہ کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ زندگی کی تعریف دراصل کیا ہے؟ عاقبت کن لوگوں کی اچھی ہے' مکذب ہونا' خدا کو جھٹلانا' قرآن کو جھٹلانا' دین فطرت کو جھوٹا سمجھنا یا دین اسلام کا مصدق ہونا کیا شے ہے؟ آنکھوں کی دیدہ دری اور "وانظروا" کے عمل کے بغیر "درست انجام" کا دنیا کے اس حیران کن ہنگامہ

کشاکش میں کیا پتہ چل سکتا ہے؟ جب تک تمام روئے زمین کی قوتوں کی عاقبت کو پرکھ کر کھوٹا کھرا الگ کر دکھانے کی اہلیت آنکھوں میں موجود نہ ہو' ہلاکت یا حیات کی تصویر ذہنوں میں کیا آسکتی ہے؟ خدا کے عالم آرا قانون فنا و بقا کی زد کا احساس انہی صاحب نظر انسانوں کو میسر ہے جو اس قانون کو سامنے رکھ کر صاف دیکھ رہے ہیں کہ یہاں اور اس قوم میں خدا سے کھلی بغاوت ہے وہاں اور اس گروہ میں خدا سے صاف دوستی ہے۔ دین اسلام کے آج کل کے مولویوں نے مذہب کا کوئی تعلق آنکھ' کان اور ذہن سلیم سے نہیں رکھا' حالانکہ قرآن حکیم میں بار بار قانون خدا کو علم کہا ہے اور علم کی تعریف صاف الفاظ میں خدا کے دیئے ہوئے جسمانی کانوں' آنکھوں اور قلب سلیم کا صحیح استعمال بتایا ہے' مولویوں نے مذہب کی ہر شے کے متعلق مشہور کر دیا ہے کہ اس کو اس دنیاوی آنکھ سے کچھ کام نہیں' مذہب کی ہر بات کا تعلق صرف آخرت سے ہے۔ غیب اخروی سے ہے' "آگے چل کر ہے" روز قیامت کو ہے' ادھار اور نسیہ سے ہے' نقد اور ٹھوس یہاں کسی کو کچھ نہیں ملتا' انسانی آنکھ اس مردار اور قابل نفرت دنیا میں مذہب کے ثواب و عذاب کو کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ ہاتھ کچھ محسوس نہیں کر سکتے' لیکن خدائے عالم آرا اور پروردگار عالمیان نے قرآن عظیم میں صاف بتلا دیا کہ جاؤ روئے زمین کی امتوں کو اس میری دی ہوئی دنیاوی آنکھ سے خود دیکھ لو' یہی دنیاوی آنکھ تمھیں خود بتلا دے گی کہ میرا مصدق کون ہے' میرا مکذب کون ہے! فرمایا کہ مذھب اسلام کوئی راز والی اور خفیہ شے نہیں' کوئی مداری کا پاکھنڈ نہیں' کوئی ہاتھ کا کرتب یا فریب نظر نہیں' سراب یا لباس نہیں' کوئی ادھار یا دھوکے کی بات نہیں' کسی سے "وعدہ فردا" نہیں' دین فطرت نقداً نقد سودا ہے' "اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے" والی بات ہے' جو قوم اس دین فطرت کی مصدق ہے اس کو نفع اس دنیا میں ان آنکھوں کے سامنے مل جاتا ہے۔ جاؤ ان آنکھوں سے ان قوموں کی ہلاکت دیکھ لو جنہوں نے ہم سے مخول کیا' پوچھ لو ان کے کیا کرتوت ہوا کرتے تھے' دیکھ لو پھر ہم نے انہیں ان کرتوتوں کے عوض کیونکر دھر مارا اور بالآخر ان میں زندگی کا کوئی نشان نہ چھوڑا' صاف دیکھ لو کہ قرآن حکیم میں کسی کی عاقبت خراب ہونے کے کیا معنی ہیں؟ آج کل کے مولویوں نے اس لفظ عاقبت کے ساتھ کیا پاکھنڈ مچایا ہے' کیونکر دین اسلام کی روشن حقیقت کو انسانی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے! کیونکر اسلام سے فریب کھیلا اور دین فطرت کو ان آنکھوں کی تصدیق شدہ بات ہونے کے باوجود آخرت کی نادیدہ اقلیم میں منتقل کر دیا!

آزاد ملکوں میں زندگی کیا ہے

الغرض خاکسار سپاہیو! جن لوگوں نے روئے زمین پر قوموں کے عروج وزوال کا مقابلہ خود کیا ہے ان کی آنکھ دیکھ سکتی ہے کہ زندگی کی صحیح یا واقعی تعریف کیا ہے ابھی ابھی ہمارا ایک خاکسار سپاہی ہندوستان کی چار دیواری سے باہر نکلا اور ایک نسبتاً" آزاد اسلامی ملک میں اس نے قرآن حکیم کی تفسیر مسلمانوں کے ماتھے پر لکھی ہوئی ان آنکھوں سے دیکھی' پھڑک گیا' وہ "الاصلاح" میں لکھتا ہے کہ "بے شک آزاد اسلامی ملک میں ہوں لیکن غلام ہونے کی وجہ سے مقید ہوں ' یہاں کے حالات آپ کیا پوچھتے ہیں' سپاہیوں کی روزانہ مارچنگ' دن میں بیسیوں بار بگل کی آوازیں بے چین کر دیتی ہیں' غلام ہندوستان والے شہری کیا جانیں کہ قوت کیا چیز ہے' یہاں کی چھاؤنیوں میں رہنے والوں سے پوچھیں کہ حکومت کا رعب اور دبدبہ کیا ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ صبح دفتروں کو جاتے ہوئے بھی انگریز مارچنگ کرتے جاتے ہیں' چلتے بھی ہیں تو قدم ملا کر' چار ہوتے ہیں تو دو آگے اور دو پیچھے۔ موسم کی سخت سے سخت تبدیلی ان کے احکام کی تبدیلی میں رکاوٹ نہیں ڈالتی پھر کس طرح کہا جائے کہ یہ قوم صلح نہیں' ان کے ہوائی مستقر' بم سٹور اور دیگر فوجی ساز سامان دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بخدا میں ہندوستان میں اتنا بے چین نہیں تھا جتنا یہاں حالات کو دیکھ کر! دل میں کہتا ہوں کہ یا الہیٰ خاکسار بھی کسی دن ایسا نظام پیدا کر سکیں پھر اسی طرح دل کو تسلی دیتا ہوں کہ خدا کافی ہے۔"

مسلمانو یہ اس ملک کا حال ہے جو ابھی بیس برس نہیں ہوئے آزاد تھا اور جس کی گردن اب انگریز نے بری طرح دبا لی ہے۔ دیکھ لو ہندوستان سے ذرا باہر جانے اور روئے زمین کی تھوڑی سی سیر کرنے سے زندگی کا تخیل کیا کچھ ہو جاتا ہے۔ قل سیروا فی الارض پر عمل کرنے سے کیا ظاہر ہوتا ہے!

ہندوستان میں پچھلے سو برس کی اسلامی زندگی کا غلط تخیل کچھ اس طرح کا ذہنوں میں انقلاب پیدا کر گیا ہے کہ ہم سب باوجود مردہ ہونے کے اپنے آپ کو موجود سمجھ رہے ہیں' ہماری عاقبت ازروئے قرآن خراب اور ختم ہو چکی ہے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہیں' امت کی اس خوش فہمی کو ہندوستان کا ایک دقیقہ رس شاعر اکبر الہ آبادی اپنے مخصوص تمسخر میں یوں ادا کر گیا ہے۔

بعد مردن کچھ نہیں' یہ فلسفہ مردود ہے
قوم ہی کو دیکھیے مردہ ہے اور موجود ہے

گویا ہندوستان کے اجل زدہ مسلمان کا حشر آخرت کے یقینی طور پر واقع ہونے کا زندہ ثبوت ہے!

گجرات میں زندگی نسبتاً″ زیادہ ہے

ہاں! خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! میں نے بے شک گجرات کے ضلع کو زندہ کہا تھا' اس کی دلیل یہ ہے کہ گجرات کے ہوشمند لوگ قرآن کو نسبتہ″ وسیع نظر سے دیکھتے رہے ہیں' یہاں کی پبلک ایک مدت سے مسلمان کی ہر حرکت میں عمدہ حصہ لیتی رہی ہے' پنجاب میں سرسید علیہ الرحمتہ کے زمانے میں انگریزی اور دنیاوی تعلیم کو عمدہ سمجھنے والوں کی پناہ گجرات تھا' حضرت پیر شاہ دولہ صاحب علیہ الرحمتہ نے جن کا ایک ہوشمند ذی علم جانشین محترم پیر رشید الدولہ اس وقت تمھارے ضلع کا سالار اکبر ہے' خدمت خلق کا ایک بے پناہ اور اچھوتا سلسلہ اسی گجرات میں شروع کیا تھا' یہ خلقت کو نفع پہنچانے والا شخص ایک بڑی روحانیت کا مالک تھا کہ اس نے دور دور سے خدا کی پیدا کی ہوئی بے ہنگم مخلوق کے آرام کا مستقل انتظام کیا۔ جس مخلوق سے خلق خدا سب نفرت کرتے تھے اس کو اپنی مادری آغوش میں لیا' گجرات قرآن کے عقلی نقطۂ نظر سے مطالعہ کا ایک بڑا مرکز ہے' گجرات میں نسبتہ″ عقائد پر سر پھٹول کم ہے' گجرات کے مولوی نسبتہ″ زیادہ وسیع نظر ہیں' گجرات کے پیر زیادہ روشن دماغ ہیں' گجرات کا ایک بہت بڑا پیر محترم فضل شاہ جس نے اپنی پیری پر لات مار کر خدا کی مریدی پسند کی ہے اور اس سودے میں دس ہزار روپیہ سالانہ نقصان اٹھایا ہے' ہمارا سر سالار تبلیغ ہے گجرات کا ایک بہت بڑا کامیاب ایڈیٹر محترم ملک محمد الدین اس قدر وسیع الحیل ہے کہ تمام عمر قوم کی رہنمائی کرنے کے بعد خاکی وردی اور بیلچہ لے کر ستر برس کی عمر میں آج سپاہی کی صف میں کھڑا ہے اور تبلیغ کر رہا ہے' گجرات کے بڑے بڑے سرکاری عہدہ دار اس دل اور گردے کے مالک ہیں کہ افسر مال' مجسٹریٹ' کوتوال اور سرجن کے رتبوں تک پہنچنے کے بعد پنشن پا کر اور سفید ڈاڑھیوں کے ساتھ غریب اور عاجز مسلمانوں کے مونڈھوں کے ساتھ مونڈھا لگانا گوارا کر رہے ہیں' تمہارا سالار رشید الدولہ ایک بڑی وجاہت کا مالک ہونے کے باوجود ایک غریب دولہا کی چارپائی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی برات کی رونق کو بڑھانا عیب نہیں سمجھتا' تمہارا رخصتی سالار اکبر محترم میاں محمد شریف غریب اور بے نام ہونے کے باوجود اس ہیبت انگیز جاہ وجلال اور انتظامی قوت کا مالک ہے کہ اس نے اپنے

اسلامی خلق اور رافت سے بڑے بڑے جبابرۂ علم و وجاہت کے ناک میں محبت کی نکیل ڈال رکھی ہے۔ تمہارے ضلع کے خاکسار سپاہی بہت باتوں میں ممتاز ہیں' زیادہ مخلص ہیں' زیادہ خاموش ہیں' زیادہ مستقل مزاج ہیں' بات کی تہ کو پہونچنے والے ہیں۔ الغرض گجرات میں یہ سب کچھ ہے لیکن خاکسار سپاہیو یاد رکھو ابھی تم قوم کی صحیح زندگی سمجھنے میں کوسوں دور ہو۔ یاد رکھو کہ زندگی صرف توپوں کی گرج اور تلواروں کی چھاؤں میں ہے' خون کی ندیوں میں ہے' ہاں ہر قوم سے رواداری اور ربانی سلوک میں ہے' خدا کے ہر قوم پر فیض عام کرنے کے الٰہی اخلاق میں ہے' آپس میں کامل سلوک اور دشمن سے کامل رواداری اور شاہانہ تجرد میں ہے' قومی غلبہ یاد رکھو ایمان کی پہلی اور آخری منزل اور زندگی اس ایمان کی پہلی ابجد ہے' زندگی کا کسی قوم کے اندر اس ابتدائی سازوسامان کے بغیر آنا محال ہے۔

تین گذارشات قومی زندگی کی جان ہیں

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! ہم نے اب کے سال جو پروگرام قوم کے سامنے پیش کیا ہے سب پر واضح ہے۔ ہم نے حکومت پنجاب کے سامنے تین گذارشات رکھ دی ہیں جن کو ہم قومی زندگی کی جان سمجھتے ہیں

(۱) براڈ کاسٹنگ سٹیشن کا قیام
(۲) سرکاری ملازمین کو خاکسار تحریک میں شمولیت کی اجازت اور
(۳) مرکز تنظیم زکوۃ یعنی بیت المال کا قیام جس میں منظم طور پر زکوۃ جمع کی جائے۔

ہم سمجھتے ہیں اگر قوم کو مسجد شہید گنج کا غم ہے تو اس غم کی بنیاد یہ ہے کہ قوم میں زندگی کے اصول باقی نہیں رہے' اگر تیرہ سو برس تک بادشاہت کرنے والی قوم کو آج بدقسمتی سے رات کی روٹی کا ماتم ہے تو اس لئے کہ قوم اپنی زندگی کی بنیادی باتوں کو بھول چکی ہے' قوم اگر باہمی سر پھٹول کی وجہ سے آزردہ ہے تو اس وجہ سے کہ اس کو قومی اتحاد کے اصول یاد نہیں رہے' قوم اگر تنکا دہرا کرنے کے قابل نہیں رہی تو اس بنا پر کہ اس کی مجموعی طاقت تنکے کے برابر نہیں' قوم کی مجموعی طاقت کا آخری علاج ہماری یہ تین گذارشات ہیں جو ہم نے اس لئے پیش کر دی ہیں کہ ہمیں اور سب لوگوں سے زیادہ قوم کی اصل بہتری کا غم ہے' ہمیں ایک سو سترہ برس سے سکھوں کے ہاتھ میں گئی ہوئی مسجد شہید گنج کے علاوہ ہندوستان کی سب کھوئی ہوئی شہید گنجوں کی فکر ہے' ہمیں اس ملک' اس

سرزمین‘ اس روئے زمین کی کروڑ در کروڑ مسجدوں‘ عبادت گاہوں‘ مکتبوں‘ مدرسوں کا غم لگا ہے جس کے چلانے والے امام اپنی رات کی روٹی کے باعث آج غیر کے ہاتھ میں ہیں‘ باخدا ہونے کا دعوے کرنے کے باوجود غیر خدا کے قبضہ میں ہیں۔ ہم دعوےٰ کرتے ہیں کہ مسلمان قوم کے اندر مکمل نظام‘ کامل رواداری‘ حیرت انگیز اتحاد‘ حیران کن سیاسی اور اجتماعی طاقت‘ کامل اطاعت‘ فوجی اور جنگی نظام پیدا کر دینے کے صحیح آلے بھی یہی تین گذارشات ہیں۔ میں خوش ہوں کہ خاکسار تحریک کے سپاہیوں نے اس دو ماہ کے اندر ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے اندر کیا حیرت انگیز طاقت عمل ہے۔ ابھی ہماری عمر پانچ برس نہیں ہوئی اور پچاس برس کی بوڑھی اور تجربہ کار طاقتیں ہمیں حسد اور فکر کی نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ ہم اس رقابت میں‘ جو غیر طاقتیں ہمارے حسن کو دیکھ کر ظاہر کر رہی ہیں‘ بعض دفعہ خود شرما جاتے ہیں‘ لیکن خدائے عزوجل نے ہمیں یہ حسن اس لئے دیا ہے کہ ہم صرف خدا کے ہیں‘ کسی غیر خدا سے ہماری کوئی غرض نہیں‘ ہم سب شیر ہیں‘ کیونکہ ہم نے کسی سے روباہ بازی نہیں کی‘ ہم سب جوانمرد ہیں کیونکہ سب کی اپنی اپنی طاقت ہے، اور کوئی کرایہ کے انسان ہم میں نہیں‘ الغرض ہماری بے پناہ قوت قرآن حکیم کے اٹل اصولوں پر عمل کی وجہ سے ہے۔ ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان تین گذارشات کے منوا لینے کے بعد ہم قوم کو عروج کی پہلی منزل تک پہنچا کر رہیں گے‘ خاکسار سپاہیو! اس عزم کو پورا کرنے کے لئے کمریں خوب کس لو‘ جو کچھ آج تک ہوا ہے تمہارے دم قدم کی برکت سے ہوا اور جو آگے چل کر ہو گا تمہارے ہی عزم اور استقلال سے ہو گا۔

۲۷ فروری ۱۹۳۸ء

عنایت اللہ خان المشرقی

ان الارض یرثھا عبادی الصالحون

بے شک اس زمین کے بادشاہ میرے صالح العمل عبادت گذار بندے ہی ہوتے ہیں۔

مولوی کا غلط مذہب

یعنی

۲۸ اگست ۱۹۳۸ء کے مری کیمپ میں خطاب

جس میں

بتلایا گیا ہے کہ خدا کی عبادت کیا ہے اور اس سے کیا خوشگوار نتائج حاصل ہوتے ہیں نیز یہ کہ ازروئے قرآن و حدیث شریف علماء کی صحیح تعریف کیا ہے۔

قرآن ہے کتابچۂ سر کائنات
ملا کی شے نہیں ہے کہ ہنس ہنس کے ٹال دو

المشرقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مری کیمپ میں علامہ مشرقی کا خطاب

صحیفہ کائنات اور قانون خدا

خاسار سپاہیو اور مسلمانو! پہاڑی علاقہ اور خوبصورت ماحول کے سرور میں خدا کے مشکل پسند اور گراں جان سپاہیوں کی کثرت اس امر کی دلیل ہے کہ دین فطرت کا پیغام بالا و پست' دشت و جبل سب جگہ پہنچ رہا ہے' سچائی کسی منظر' کسی زمین اور اس کے باشندوں سے مخصوص نہیں' حقیقت میں ایک بے پناہ تندی ہے جس کے آگے سہل و حزِ' بر و بحر کچھ شے نہیں' ہاں ان سرسبز اور شاداب جنگلوں میں تمہارا ہجوم اس امر کا ثبوت ہے کہ دین فطرت کی یہ نام لیوا امت جن کا کوئی اصول' کوئی عمل' کوئی سبب اور کوئی اثر قانون فطرت کے ماتحت کسی جگہ باقی نہیں رہا خدا کی بنائی ہوئی فطرت کو ہر دم خوبصورت اور منظم بے بدل اور غیر مبدل دیکھ کر فاطر السموات والارض کے قانون کی طرف لپک رہی ہے۔ پھر غور وحوض سے اس اٹل اور قطعی آئین کی طرف متوجہ ہو رہی ہے جس کی بابت کتاب مبین میں لامبدل لکلمتہ (میرے ہاں قول بدلا نہیں کرتا) لکھا ہے جس کی ہر سطر کا دعوی مایبدل القول لذی' لایخلف المیعاد (خدا وعدے کے خلاف نہیں کرتا) اور لن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا (تو ہرگز خدا کے قانون میں تبدیلی نہ پائے گا) جس کے ہر قول کو مکمل' ہر حرف کو آخری اور ان کے قال تعالی کو انموڑ' عادل' کسی کی رعایت نہ کرنے والا نافرمان کے لئے جبار و قہار اور فرمانبردار کے لئے رحمان و رحیم اور رب العالمین سمجھ کر قرون اولے میں اس کے حامل دن کے چوبیں گھنٹے لرزتے رہتے تھے' وجلت قلوبھم (جب مومنوں کو خدا کے احکام پڑھے جاتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں) کی ان کی کیفیت رہا کرتی تھی' ان کے بدن کے رونگٹے ان کے جسم کے چمڑوں پر کھڑے رہتے تھے' خوف خدا سے ان کے بدنوں میں کپکپیاں پیدا ہو جاتی تھیں پھر تقشعر منہ جلود الذین (اور ان کے بدن کپکپا جاتے ہیں) اور انما یخشی اللہ (صرف وہی خدا

سے ڈرتے ہیں جو خدا کو جانتے ہیں) کا سماں' ان کے ہاتھ پاؤں میں عمل' ان کے اعضا میں لاانتہائی حرکت' ان کے تخیل میں غیر مختتم ہیجان' ان کے ارادوں میں غیر منقطع مضبوطی' ان کی نیندوں کو حرام' ان کی آسائش پسندیوں اور نفس نوازیوں کو باطل اور ساقط کر دیتا تھا' بستروں اور نرم نرم گدوں سے الگ ہو کر ان کے پہلو گھوڑوں کی پیٹھوں پر اور تلواروں کے رقص و سرود میں ہلا کرتے تھے' ان کی خدا سے امیدیں اور ان کا خدا سے خوف اسی قانون فطرت کے صحیح فہم و ادراک اور اٹل اور انموڑ خدا کے سخت گیر ہونے کے یقین کے باعث تھا' فطرت کی بے مثال سختی اور "عدل" کے "قال" نے ان میں تتجافی جنوبھم عن المضاجع یعنی بستروں سے دور اور آرام گاہوں سے میلوں پرے ان کے اعضاؤں میں پیہم حرکت کا حال پیدا کرکے یدعون ربھم خوفا و طمعا (وہ اپنے رب سے سزا کا ڈر اور انعام کی طمع رکھ کر اس کو پکارتے ہیں) کا نتیجہ خیز عمل پیدا کر دیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ان کا خدا سخت اور انموڑ خدا تھا' اصول کا پکا اور ہٹ کا پورا خدا تھا' ان کا قرآن ایک نقد ا نقد سودا اور نفع مند تجارت تھی' ان کا دین ایک تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم (کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتلاؤں جو تمہیں درد ناک عذاب سے بچلوے)' ان کے دلوں میں اس خدا کے متعلق ایک ڈر تھا کہ اگر اس کا حکم نہ مانا تو دردناک عذاب کا آنا یقینی ہے' نہیں اس خوف اور خشیت خدا کے ساتھ ساتھ ایک لازوال اور لم یزل طمع بھی تھی کہ اس کا حکم ماننے سے انعام اور تنخواہ کا مل جانا بھی اسی قدر یقینی ہے۔

بیم اور رجا کی صورت اور عبادت کا قرآنی مفہوم

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! خدا سے یہ خوف اور طمع کی صورت کا پیدا ہوجانا ہی اس پر ایمان اور یقین کی آخری سیڑھی ہے' یہی عبدیت' عبودیت اور عبادت کی جان ہے' یہی اللہ کی بندگی' خدا سے بستگی اور احکم الحاکمین کی سچی غلامی ہے' صاف دیکھ لو کہ اس دنیا کے طول و عرض میں کوئی آقا آج تک ایسا نہیں ہوا جس سے کوئی نوکر خوف اور طمع' بیم و رجا نہ رکھتا ہو' تنخواہ کی آس اور سزا کی دھڑک نہ رکھتا ہو' چوبیں گھنٹے اس کا ڈر' اس کی حاضری میں خدمت اور تعمیل حکم کا اضطراب' اس کی غیر حاضری اور غیبت میں اس کی رضا کا کھٹکا' اس کی قربت اور نزدیکی میں تنخواہ اور انعام کی طمع' اس کی دوری اور بعد میں ترقی اور بلندی کی آس ہر آن نہ لگائے بیٹھا ہو' آج تیرہ سو پچاس برس کے بعد کئی قرنوں سے ہم مسلمانوں کو نہ خدا کا خوف رہا ہے' نہ اس سے طمع کی آس' نہ بیم رہا ہے نہ رجا' نہ

کھٹک نہ غرض' نہ دل میں دھڑکن' نہ امید کی کرن' ایسی حالت میں انصاف سے بتاؤ کہ خدا کی بندگی ہو تو کیونکر ہو' اس سے ہماری بستگی کیونکر پیدا ہو' ہم کیونکر خدا سے بندھے رہیں' کیونکر خدا کے بندے کہلائیں' کیونکر عبد اور عابد بنیں' دنیاوی غلامی غلام کو چوبیس گھنٹے اپنے آقا سے باندھے رکھتی ہے' وہ مہینے کے اخیر پر تنخواہ کی امید میں مہینہ بھر اس سے لو لگائے رکھتا ہے' اور یہی لو اس سے تمام مہینہ کام کرائے رکھتی ہے' اسی تنخواہ کی کھٹک اس کو تیس دن تیار رکھتی ہے' مسلمانو! اگر آج تم میں تتجافی جنوبھم والا عمل' دن رات بے چین کر دینے والا عمل' نوکر کی تنخواہ والا عمل' انگریزی حکومت کے ہر چھوٹے اور بڑے ملازم والا عمل' سٹیشن کے قلیوں والا عمل' دفتر کے کلرکوں والا عمل' راتوں کی نیند حرام کرنے والا عمل' بڑے بڑے ڈپٹیوں اور ججوں' ڈپٹی کمشنروں اور گورنروں کو ٹھیک دس بجے دفتروں میں پہنچا دینے والا عمل مفقود ہو گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہیں اللہ کی سرکار کا خوف' اور اللہ کی سرکار سے آس نہیں رہی! نہ تنخواہ کا پتہ رہا ہے کہ اللہ کی جناب سے کیا ملا کرتی تھی' نہ سزا کی خبر رہی ہے کہ خدا کیونکر دیا کرتا ہے۔

عبادت اور ملازمت ایک شے ہے

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! مختصر یہ ہے کہ اب تمہارا خدا سے تعلق دس روپے تنخواہ والے آقا جتنا بھی نہیں رہا۔ دس روپے تنخواہ والا آقا تمام دن نوکر کو اپنی غلامی میں باندھے رکھتا ہے تمام دن اس کو بستۂ بندہ اور عبد بنائے رکھتا ہے' تمام دن اس کو اپنے حکم کی تعمیل کے لئے بیدار رکھتا ہے' تمام مہینہ اپنی مرضی پر چلاتا ہے اور اپنے حکم کے بالمقابل نوکر کی ہر مرضی اور ہر خواہش کو فنا کر دیتا ہے' اس دس روپیہ کی آس کا نتیجہ یہ ہے کہ آقا کا گھر ستھرا ہے' برتن سلیقے سے لگے ہیں' روٹی وقت پر پکی ہے' گھر کی ہر چیز' گھر کا کپڑا لتا' گھر کا کونہ کونہ درست ہے' نہیں اس تمام عمل کے ساتھ ساتھ دن میں کئی دفعہ جی ہاں' جی حضور' حاضر جناب' فوجی سلام یا جھک کر سلام' لکھنوی آداب عرض یا افغانی سینے پر ہاتھ رکھنا' لندنی چیخ کر سلام یا ہندوانی ہاتھ جوڑنا اور نمستے مہاراج بھی ہے اور مزا یہ ہے کہ یہ سارا دن ہاتھ باندھ کر سلام کسی عمل میں شمار میں نہیں آتا۔ آقا ان سلاموں کی کوئی اجرت نہیں دیتا ان کو اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے نوکر کا فرض منصبی سمجھتا ہے کہ سلام کرے' جھکے' خوشامد کرے' یہ سلام صرف فالتو اور علی الحساب سمجھتا ہے' نہ اس کے نزدیک ان کی کوئی تنخواہ ہے' نہ نوکر سمجھتا ہے کہ مجھے ان

کی کچھ اجرت ملنی چاہئے' تنخواہ صرف گھربار کو حسب حکم درست رکھنے اور ہمیشہ درست رکھنے کے عمل پر ہے اور کسی شے پر نہیں۔

نری پنجوقتہ نماز عبادت نہیں

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! آج کل کا قرآن سے محض بے خبر اور بے علم مولوی تمہیں پچھلے کم و بیش سو برس سے بتلا رہا ہے کہ تمہارے خدا کے آگے پانچ وقت کا ہاتھ باندھنا' تمہاری دو چار رکعتیں یا چند منٹ کا رسمی جھک جانا ہی تمہارا عمل ہے' یہی خدا کی غلامی ہے' یہی اللہ کی عبادت اور نوکری ہے۔ تم صرف دن میں پانچ وقت بغیر سوچے سمجھے' بغیر خدا کو خدا اور حاکم یقین کئے' بغیر دل کی سچی اور نوکر کی تنخواہ والی خواہش کے' بغیر صراط الذین انعمت علیہم کی انعامی تڑپ کے' بغیر دل میں غیر المغضوب علیہم کی سزا کے ڈر اور تعذیری خوف کے' الغرض بغیر خوفاً و طمعاً" کے علی الحساب خدا کے آگے جھک جایا کرو' اس چند منٹی نوکری کے بعد تم آزاد ہو' سلام پھیرتے ہی جو مرضی ہے کرو' بس اس مزے کی نوکری بلکہ پنشن کو عبادت سمجھو' اور اس عبادت یعنی نماز کے سوا اسلام میں کچھ لکھا ہی نہیں! آسمان سے کچھ اترا ہی نہیں! رسول خدا کچھ لایا ہی نہیں۔ روز قیامت کو کسی شے کی پرسش ہی نہیں' خدا کو معاذ اللہ اس قطرہ پیشاب سے خود بنائے ہوئے انسان کو اپنے سامنے پانچ وقت رسماً جھکا کر اس کی اکڑ توڑنے کے سوا اور کسی شے کی دھن ہی نہیں اس کا اور کوئی پروگرام ہی نہیں۔ مسلمانو! غور سے سوچو کہ مولوی کا یہ تمام فلسفہ لغو ہے' لچر ہے' اس کی بے عملی اور جہالت کی مضحکہ خیز داستان ہے اس کی قرآن سے کامل بے خبری کا مکمل ثبوت ہے۔ قرونِ اولےٰ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑی خوف والی اور بڑی طمع والی پانچ نمازیں بھی پڑھا کرتے تھے' لیکن ان کے ساتھ ساتھ نو نو شہر روزانہ فتح بھی کرتے تھے۔ مولوی صاحب اپنی سمجھائی ہوئی نمازوں کو عمل سمجھتا ہے اور جب ان نمازوں سے نو قلعے فتح کیا' نو شہر ہاتھ سے نکلتے ہیں' نو نو مسجدیں غیروں کے ہاتھ آتی ہیں' تو نہایت دیدہ دلیری اور جہالت کے کبر سے اس عمل کی جزا روز آخرت کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ وہ نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے سمجھتا ہے کہ روز قیامت کو تو سب طرف نفسانفسی ہو گی سب کو اپنی پڑی ہو گی' کون قوم مجھ سے پرانا حساب پوچھنے آئے گی۔ اس وقت تو کم از کم نمازوں کی پنج منٹی نوکری کو عمل اور عبادت کہہ کر باقی تمام

قرآن کے احکام کو بے ڈکار ہضم کرو' دین اسلام کو اپنی روٹیاں کھانے کے لئے آسان بناؤ اور اس عمل اور عبادت کا اس دنیا میں اجر نہ ملنے کی بلا تو سر سے ٹالو۔

خدا کی عبادت کیا ہے؟

الغرض خاکسار سپاہیو اور مسلمانو آج کل کے جاہل اور بے علم مولوی کا یہ کہنا کہ یہ رسمی اور بے روح نماز بھی بندگی اور عبادت تھی قطعا" اور سرتاپا غلط ہے' اس کا یہ کہنا کہ یہ پانچ وقت چند منٹ خدا کے آگے بے خبری اور بد نیتی سے جھکنا عمل ہے سرتاپا فریب اور دھوکہ ہے۔ بندگی' عبادت اور غلامی یہ ہے کہ بندہ اور نوکر اپنے خواجہ اور آقا سے چوبیس گھنٹے بندھا رہے' غلامی یہ ہے کہ ہر وقت غلام رہے۔ ہر لحہ بندہ بن کر رہے' حضوری اور غیبت دونوں حالتوں میں آقا کا کھٹکا لگائے رکھے' انعام کی آس رکھے' سزا کا ڈر رکھے' خوف رکھے' طمع رکھے' نقدانقد تنخواہ ہاں اس دنیا میں تیار اجرت کا مضبوط یقین رکھے اور یہ اجرت وقتا" فوقتا" لیتا رہے' اتنے بڑے حاکم کو جس کے قبضے میں زمین و آسمان کے خزانے کی کنجیاں ہیں (له مقاليد السموات والارض) محض مفت یا ادہار نوکری کرانے والا یا کام کرا کر تنخواہ نہ دینے والا نادھندہ نہ سمجھے' اس نادھندی سے کوئی ایمان کوئی یقین ہرگز نہیں پیدا ہو سکتا' کوئی نوکر نوکر نہیں رہ سکتا' کوئی نوکر اونےٰ سا عمل نہیں کر سکتا۔ مسلمان کے خدا کی عبادت اور عمل یہ ہے کہ مسلمان نوکر اور عبد کے ذریعے سے خدا کا یہ خوبصورت اور بے مثال گھر درست رہے' اس خوبصورت زمین پر اللہ کے بندوں اور نوکروں کا قبضہ رہے' کوئی خدا سے بغاوت کرنے والا (منہ سے نہیں بلکہ عمل سے بغاوت کرنے والا) کوئی خدا کا منکر (منہ سے نہیں بلکہ عملاً" حکم سے انکار کرنے والا) کوئی کافر اور مشرک اس خوبصورت گھر میں باقی نہ رہے' حتی لا تكون فتنته يكون الدين كلا لله مسلمانو! یہ صحیح عبادت ہے' یہ اللہ کے نوکر کا عمل ہے' یہی ان الارض يرثها عبادى الصلحون کے واحد معنی ہیں' یہی اللہ کے انسان کو کرایہ پر دیئے ہوئے گھر یعنی اس زمین کو درست رکھنا' اس کو آراستہ پیراستہ رکھنا' اس میں فتنہ وفساد کی کوئی گنجائش نہ رکھنا' اس کو ہر منکر اور خدا کے نافرمان کی خرابی سے بچائے رکھنا' اس کی ہر شے کو انا جعلنا ما على

الارض زينته لها لنبلوهم ايهم احسن عملا کی آسمانی ہدایت کے مطابق زینت اور آرائش سمجھ کر اس سے طلب عمل کرنا اللہ کے نوکر کا عمل ہے' اللہ کے نوکر کی عبادت ہے' اللہ سے بستگی ہے' اللہ کی بندگی ہے' حسن عمل و احسن عملاً" ہے' صلاحیت ہے' صالحیت ہے' عبادی الصلحون کا مصداق بنتا ہے قل یعبادی الذين امنوا ان ارضى واسعته فاياى فاعبدون والی وسیع زمین کو درست رکھنے والی کھری عبادت ہے' یہی "عبادت خدا" ہے' یہی اللہ کہ بندوں کا عمل ہے' اور یہی وسیع زمین کے وارث اور قابض بن کر اس کو ہر عنوان آراستہ اور پیراستہ' نافرمانوں سے پاک اور ظلم سے بری' عدل سے معمور' فتنہ وفساد سے الگ' امن سے بھرا رکھنا اللہ کے بندوں اور "عبادی الذین امنوا" کے عمل کی اجرت اور تنخواہ بھی ہے۔ اسی خواہش کا اظہار اور اسی انعام کی مانگ دن میں پانچ وقت اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم کے الفاظ ہیں' یہی مسلمان کی خدا سے طمع ہے' اسی طمع کے باعث خدا کے سامنے پانچ وقت گڑگڑانے کی ہدایت ہے' اسی تنخواہ کی جلد ملنے کی امید میں خدا کے آگے ہاتھ باندھنا' خدا کے آگے جھکنا خدا کے پاؤں پڑنا' خدا کے آگے گرنا نماز میں ہے۔ اس نعمت کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف غير المغضوب عليهم ولا الضالين کے الفاظ میں ہے' ضربت عليهم الذلته والمسكنته وباءوا بغضب من الله کے الفاظ میں اللہ کے غضب اور غصہ کی تشریح ہے' اسی باعث مسلمانوں کے علمائے اجل نے اس وقت جبکہ مسلمان تمام دنیا پر پھیلے ہوئے تھے اور سب طرف زمین کی وراثت ان کے ہاتھ میں تھی' یہودیوں کو ان کی سلطنت کے چلے جانے کی ذلت اور مسکنت کے باعث ہی مغضوب علیہم قرار دیا تھا' اسی باعث اس وقت نصرانی گمراہ' گم گردہ راہ اور ضال (یعنی گمراہ) تھے۔ مسلمانو! غور اور انصاف سے دیکھو کہ مالک مکان کی نوکر یا کرایہ دار سے غرض یہی ہو سکتی ہے کہ اس کا مکان ستھرا رہے آراستہ وپیراستہ رہے اس پر دشمن کا قبضہ نہ ہو' اس میں فساد نہ ہو' اس میں امن رہے' اس میں اس کی منشا کے مطابق اور اس کے حکم ماننے والے بندے قابض رہیں۔ خدا کو زمین پیدا کرنے کے بعد اور انسان کو زمین کا خلیفہ بنانے کے بعد انصاف سے کہو انسان کو بندہ بنا کر رکھنے اور عابد بنانے کی غرض اور اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔

صحابہؓ کرام کی عبادت کیا تھی؟

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! اسی "عبادت" اور "عمل" کے الفاظ کو صحیح طور پر سمجھ کر رسول خدا صلعم، صحابہ کرام، تابعیں اور تبع تابعین رضی اللہ عنہ اجمعین نے یکلخت اور بے دھڑک روئے زمین کے بڑے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا، ایک دن کے اندر اندر نو نو شہر اور قلعے فتح کر لئے، اسلام کا ہر مرد، ہر جوان، ہر بچہ، ہر بوڑھا، ہر طاقتور، کسی نہ کسی نوع کا سپاہی بن گیا، تمام زمین خود اللہ کے سپاہیوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالی، قیصر و کسریٰ کے تاج ملیا میٹ کر دیئے، بڑے بڑے فراعنہ اور جبارون کو ہتھکڑیاں پہنا کر اللہ کے دربار میں حاضر کر دیا۔ مسلمانو! تمھارا آج کل کا بے علم، بزدل جاہل، آرام پسند، خدا کے صریح احکام سے مکروفریب کرنے والا، خدا کے حکموں میں تاویل کرنے والا، جہاد سے بھاگنے والا، خوف کے نظارے سے کوسوں دور رہنے والا، نفس پرست، آسان طلب اور خدا سے باغی مولوی آج صرف دسترخوان کا سپاہی اور حلوے کا مجاہد بننا چاہتا ہے جو صرف پنجوقتہ نماز کو اللہ کی نوکری اور عبادت قرار دے کر مسلمان کو اللہ کی صحیح عبادت، اللہ کی راہ میں صحیح عمل، اللہ کی صحیح اجرت، اللہ کی یقینی تنخواہ، سے غافل کرنا چاہتا ہے، ورنہ اگر خدا لگتی کہو تو اس پانچ وقت کے دس منٹ اور بددلی کے سلام کو پوری نوکری سمجھ کر کون مالک تمھیں تنخواہ دے سکتا ہے جب کہ تم نے عمر بھر آقا کا کوئی کام نہیں کیا اور تمام عمر صرف سلام میں لگے رہے۔

موجودہ عبادت کا انعام کیوں نہیں ملتا؟

مسلمانو! یہی وجہ ہے کہ آج تمھیں اس جھوٹے اور رسمی سلام کے بدلے خدا کی جناب سے کچھ نہیں ملتا، دن میں پچاس دفعہ ایاک نعبد (یعنی اے خدا ہم تیری ہی نوکری اختیار کریں گے) کے اقرار کے بعد انعمت علیھم کا صراط نہیں ملتا۔ سنو تمھیں تنخواہ اس لئے نہیں ملتی کہ تم پانچ وقت سلام اور اقرار عبودیت کے بعد خدا کی نوکری نہیں کرتے، خدا کے لیے عمل تم میں اس لئے مفقود ہو گیا ہے کہ تمھاری خدا سے کوئی غرض نہیں رہی، طمع اور خوف کا ماحول نہیں رہا، تمنّائے نفع نہیں رہی۔ احساس زیاں نہیں رہا، وراثت اور سلطنت کا نصب العین نگاہوں سے مفقود ہو گیا ہے، غلامی اور ذلت پر قناعت ہو چکی ہے، مولوی چونکہ خود ذلت اور مسکنت کے ماحول میں گھرا ہے وہ سب کو کبڑا بنانا چاہتا ہے تاکہ کوئی اس کو کبڑا نہ کہہ سکے اس کو امامت اور پیشوائی کے معنے یاد نہیں رہے، اس کی تنگ اور پست

نظروں میں ساٹھ کروڑ انسانوں کی قوم سما نہیں سکتی، وہ صرف اپنے محلے کے چند آدمیوں کو قوم سمجھتا ہے اور ان کو باقی سب سے علیحدہ رکھنے کی فکر میں رہتا ہے، اس کو مسجد کی چاردیواری سے باہر کا علم نہیں، اس کو اپنی تاریخ یاد نہیں رہی، اپنا قرآن یاد نہیں رہا، اپنے صحابہؓ یاد نہیں رہے، اپنا حسینؓ یاد نہیں رہا، اپنا عمرؓ یاد نہیں رہا۔ اپنے صلاح الدین اور اورنگزیب یاد نہیں رہے، اپنا مصطفیٰ کمال پاشا، اپنا رضا شاہ۔ تک نظروں میں نہیں جچتا وہ ان سب کو کافر، گمراہ دین اسلام سے برگشتہ اس لئے کہتا ہے کہ اس کی اپنی گردن قرآن کے بے پناہ خنجر سے بچی رہے اور وہ اس ساٹھ کروڑ قوم کے ساٹھ کروڑ حصے بنا کر سب کو اپنے نفس کی خاطر ہضم کر جائے۔ مسلمانو! ایسا پیشوا اب پیشوائی کے لائق نہیں اگرچہ اس پیشوا کے پیشرو وہ عظیم الشان انسان تھے جنھوں نے اپنے بے مثال علم و عمل سے اور قانون فطرت کی صحیح درک سے روئے زمین کے تختے الٹ دیئے تھے کیا جناب خواجہ معین الدین اجمیری اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اس قطع کے انسان تھے جس قطع کا آج کل کا بڑے سے بڑا مولوی اور ملاّ ہے؟

عسکریت منتہائے عبادت ہے

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! یہ مسلمان کا کئی سو برس کے بعد پھر اللہ کے سپاہی بنانا قانون فطرت کی صحیح درک ہے پھر واعتصموا بحبل اللہ جمیعا پر صحیح عمل کی سعی ہے یا پھر اسی نقش قدم پر چلنا ہے جس عبودیت اور عبادت جس صلاحیت اور صالحیت کا صحیح نتیجہ قرآن حکیم میں کامل پانچ تاکیدوں اور تنبیہوں کے بعد وارث زمین بننا لکھا ہے جس کے متعلق لکھا ہے کہ یہی طریقہ زبور میں لکھا تھا، لکھا ہے کہ ہم نے یہی طریقہ قطعی طور پر فیصلہ کر دیا ہے (کتبنا) پہلے صحیفوں میں فیصلہ شدہ ہے، ہم نے اس کو لکھ رکھا ہے تاکہ اس میں کسی ردوبدل کی گنجائش باقی نہ رہے، یہ فیصلہ سنت خدا ہے اور قانون خدا میں کسی ردو بدل کی گنجائش نہیں ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون○ ان فی ھذا لبلغا لقوم عابدین○ (اور بلاشبہ اور بالتحقیق ہم نے کھول کھول کر بیان کر دینے کے بعد قطعی طور پر فیصلہ کر دیا ہے کہ بیشک اس زمین کے وارث میرے عمدہ عمل کرنے والے نوکر ہیں۔ لا ریب اس میں ملازم خدا قوم کے لئے ایک اہم پیغام ہے۔ (گویا اس میں پانچ دفعہ تاکید ہے) ہاں! اس فیصلے میں جو ہم نے دراثت زمین کے متعلق کر دیا

عبادت گزار قوم کے لئے ایک بڑا اہم پیغام ہے۔ دو دفعہ اسی فیصلے میں عبادت اور غلامی خدا کا ذکر ہے' پانچ تاکیدوں' زبور کے ذکر کتبنا کے قطعی لفظ کے بعد من بعد الذکر کے الفاظ میں گویا صاف کہہ دیا کہ ہم نے عبرت اور نصیحت کے طور پر اس فیصلے کے خلاف چلنے والوں کے واسطے مثالیں اور تفصیلیں بھی بیان کر دیں اور پھر ان سب باتوں کے بعد عبدیت کا ذکر دو دفعہ اور صالحیت کی تعریف کر کے قطعی طور پر بتلا دیا کہ قوم کی اجتماعی غلامیٔ خدا کا اٹل نتیجہ وراثت زمین ہے' دنیا کی بادشاہت ہے۔

ازروئے قرآن علماء کون لوگ ہیں

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! میں نے تمہیں اس خطاب میں بار بار اور تکرار سے واضح کیا ہے کہ غلامی اور نوکری سے ہاتھ پاؤں کا عمل اور ہاتھ پاؤں کا عمل صرف خوف یا طمع سے پیدا ہوتا ہے۔ اس خطاب کے شروع میں اشارہ کر دیا تھا کہ خوف صرف اس صورت میں پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کے قانون کے اٹل ہونے کا یقین ہو' حاکم انموڑ ہو' بے لحاظ ہو' وہ رعایت کسی کی نہ کرے' عادل محض ہو' اس کے قانون سے بھاگنے کی گنجائش کسی قوم' کسی نفس' کسی فرد کو نہ ہو' میں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ خدا کی بنائی ہوئی فطرت کو برائی العین اور ان دنیاوی آنکھوں سے دیکھ کر ہی خدا کے قانون کی سختی کا اندازہ ہو سکتا ہے' اس کے اٹل ہونے پر یقین ہو سکتا ہے اس سے بدن میں خوف پیدا ہو سکتا ہے' جسم کے رونگٹے کھڑے ہو سکتے ہیں' دل لرز سکتے ہیں' خدا کی یاد اور احکم الحاکمین کا کھٹکا انہی معنوں میں پیدا ہو سکتا ہے جن معنوں میں ایک تنخواہ دہ آقا کا چوبیس گھنٹے کا کھٹکا اس دنیا میں تنخواہ شروع ہونے کے وقت سے پیدا ہو جاتا ہے' اسی تنخواہ ' سختی قانون اور سخت گیر حاکم کے یقین سے عمل پیدا ہو جاتا ہے۔

گویا اس تمام منطقی بحث سے ظاہر ہوا کہ عمل اور خوف کا پہلا مرحلہ علم اعمال خدا ہے' حاکم کی نوکری میں عمل اور کھٹکا اسی وقت پیدا ہو گا جب اس حاکم کے کاموں اور کارناموں کا ان دنیاوی آنکھوں کے ذریعے سے براہ راست علم ہو کتابی اور سماعی علم سے یا زبانوں پر رسمی طور سے اللہ کا نام پکار لینے سے یہ خشیت خدا پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس عظیم الشان نکتہ کو مدنظر رکھ کر اللہ صاحب نے قرآن حکیم میں اپنی ہاتھ سے بنائی ہوئی کائنات فطرت کو ان دنیاوی آنکھوں سے اور بچشم خود دیکھنے کی ترغیب دینے کے بعد انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا (اللہ سے صرف وہی لوگ خوفزدہ ہیں جو اس کی

فطرت کا علم رکھتے ہیں)۔ (۳۵: ۲۸) کے الفاظ کہے ہیں گویا کہا ہے کہ وہی لوگ صحیح معنوں میں علماء' وہی صحیح طور پر علم والے' وہی قانون خدا کو صحیح طور پر جاننے والے وہی سچے بندے ومن عبادہ' وہی سچے غلام' وہی سچے نوکر ہیں جو اس چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر کسی تہ کو پہنچتے ہیں کہ خدا نے آسمان سے پانی اتارا (الم ترا ان اللہ انزل من السماء ماء") (اے انسان تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا) اس تہ کو پہنچتے ہیں کہ یہ پانی کس قانون سے آسمان پر چڑھا اور کیونکر اترا' اس تہ کو پہنچتے ہیں کہ پہاڑوں میں کیوں مختلف رنگ کے طبقے ہیں' کوئی کیوں سفید ہے' دوسرا کوئی بھجنگ کالا ہے' کوئی سرخ ہے اور کیوں سرخ ہے "من الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانہا و غرابیب سود" (اور پہاڑوں میں سفید سرخ اور بھجنگ کالے طبقے بھی ہیں) الغرض مسلمانو اور خاکسار سپاہیو' اگر تحقیق اور انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو قرآن حکیم کی رو سے علماء کی اصطلاح خدا کے صرف ان بندوں کی لئے مخصوص ہے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اس کائنات فطرت کو کامل غوروخوض سے دیکھ کر اور اس کے قانون کو اٹل اور لازوال ثابت کر کے خدا کے قانون کی کامل اطاعت (یعنی عبادت) کو اپنا مستقل شعار بنا لیا ہے اور انہی علمائے فطرت کی بابت قرآن حکیم کہتا ہے کہ یہی دراصل وہ لوگ ہیں جو خدا سے سچے طور پر ڈرنے والے ہیں۔

آج کل کا ملاّ اور مولوی ازروئے قرآن علماء سے ہرگز نہیں

تعجب ہے کہ خدا کے اس سچے اور حیرت انگیز فیصلے کو آج کل کے مولویوں نے کس حیرت انگیز طریقے سے چھپا کر اپنے آپ کو علماء کا لقب از خود دے دیا ہے' تعجب پر تعجب ہے کہ خدا کے قانون کو آنکھوں سے چلتا ہوا دیکھنے کے بغیر اور محض قرآن کے روان پڑھ لینے سے خشیت خدا کا درجہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے' شہر کے ایک تحصیلدار سے ڈرنے والا تو اس کا ڈر اس وقت تک پیدا نہیں کر سکتا جب تک کہ تحصیلدار کے سپاہیوں کو وردی میں کسا ہوا اور ہاتھوں میں ہتھکڑی لئے ہوئے نہیں دیکھ لیتا (پھر کائنات فطرت کے حاکم تعالےٰ کا خوف صرف قرآن کی رسمی تلاوت سے کیونکر نزدیک بھی پھٹک سکتا ہے۔ کیونکر سمع و بصر کا بلند درجہ (یعنی علم) عربی حروف کی تلاوت سے حاصل ہو سکتا ہے' مختصر یہ ہے کہ آج کل کے مولوی صاحبان

نے مولانا (یعنی ہمارا خدا) اور علمائے کرام کے بلند ترین القاب اپنے لئے "ثنائے خود" کے طور پر اختیار کر لئے ہیں جن کی سند قرآن حکیم میں حتماً کہیں موجود نہیں' خود مولوی کا لفظ قرآن حکیم اور حدیث شریف تمام لٹریچر میں کہیں نظر نہیں آتا اور معلوم ہوتا ہے کہ قرون اُولےٰ اور اس کے بعد کئی سو برس تک مولوی کا وجود ہی دنیا میں نہ تھا' سب مسلمان مساوی طور پر خدا کے عبد اور بندے تھے' سب اس قرآن عظیم کو بطور خود اور اس کائنات عظیم کو بہ چشم خود دیکھتے تھے' سب اس قرآن پر عمل بہ حیثیت مجموعی عمل' بہ ہیئت اجتماعی عمل' منظم اور بہ یک آواز عمل کی چپتا میں پھنسے تھے' سب چار وناچار اس کو قانون خدا سمجھ کر بدنوں میں کپکپیاں محسوس کرتے تھے۔ سب خدا کے بندے تھے اور خدا ایک تھا' کوئی ارباب من دون اللہ نہ تھا' کوئی احبار اور رھبان کی طرح اپنے پجاری پیدا کرنے والے نہ تھے' آج ان "مولاناؤں" اور "علمائے کرام" نے اپنے لئے قرآنی القاب وضع کرکے مسلمانوں کے گرداگرد خداؤں کے جمگھٹے پیدا کر دیئے ہیں اور ان کو شکست کے بے پناہ گرداب میں ڈال دیا ہے۔

مُلّاؤں کے خود ساختہ قرآنی القاب

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! اسی قطع کے القاب جوان خود پسند مولوی صاحبان نے کچھ مدت سے اپنے لئے وضع کئے ہیں' "اولوالالباب اولوالامر" اور "اہل الذکر" اور "اولیاء" کے قرآنی الفاظ ہیں "اولو الالباب" کی تعریف قرآن میں بعینہٖ علمائے فطرت کی تعریف ہے' اور فاطر السموات والارض نے صاف الفاظ میں صحیفہ فطرت کے برائی العین مطالعہ کرنے والوں کو اولوالالباب کہا ہے "اولیا" از روئے قرآن صرف وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں شہید ہونے کی تمنائیں کر رہے ہیں (ان کنتم اولیا اللہ فتمنوا الموت' جو اپنی بے پناہ مادی قوت کے باعث دنیا کی تمام طاقتوں سے بے خوف و خطر ہو چکے ہیں (الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم لایحزنون) "اولوالامر" سے قرآن کا الٰہی مفہوم وہ سیاسی اور اجتماعی حکام ہیں' جو تلوار کو اپنے ہاتھ میں لے کر روئے زمین پر خلیفہ المسلمین کی جانب سے حکمرانی کرتے تھے۔ مولوی یا پیر صاحبان کے لئے اولوالامر کا مضحکہ خیز لقب کسی عنوان ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ نہ اس نکتہ کو پیش نظر رکھ کر کسی طرح ان کی اطاعت ازروئے اسلام فرض ہے۔ دین اسلام میں صرف اسی مسلمان

حاکم کی بے چون و چرا اطاعت فرض عین ہے جس کے ہاتھ میں وراثت زمین کی تلوار موجود ہو' ان مولوی صاحبان کی اطاعت جو تلوار کو ہاتھ میں پکڑنا تک نہیں جانتے بے معنی اور مضحکہ خیز ہے۔

علماء کی تعریف ازروئے حدیث

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! مولوی صاحبان کے متعلق ایک آخری نکتہ ازروئے حدیث شریف واضح کرنا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ دین اسلام میں علمائے امت کی درحقیقت کیا عظمت تھی۔ پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوۃ والسلام کی صحیح اور مشہور حدیث "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ میری امت کے علماء میری امت میں وہ جلیل القدر کام کریں گے جو بنی اسرائیل کے نبیوں نے بنی اسرائیل کے بارے میں کیا تھا علمائے امت کی اس قطعی اور ناقابل تاویل تعریف کو مدنظر رکھ کر کیا ہندوستان کی بڑی سے بڑی مولویوں کی مجلس کا بڑے سے بڑا جبہ پوش مولوی اس تعریف پر پورا اترنے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ کیا پچھلے سو برس کے مولویوں میں سے ایک واحد مولوی بھی علمائے امت کی جو پہلے ہو گزرے خاک پا کی برابری کا ادعا کر سکتا ہے؟ مسلمانو! میری دانست میں اس وقت اگر مسلمانوں کا کوئی بڑا کامیاب پیر اور اولوالامر ہے تو غازی مصطفےٰ کمال پاشا کہا جا سکتا ہے! کوئی بڑا "مولانا" ہے تو غازی ابن سعود' کوئی بڑے علمائے کرام میں سے ہے تو اعلےٰ حضرت رضا شاہ پہلوی' کوئی اولوالباب میں سے ہے تو غازی عبدالکریم کوئی کامیاب فقیر اور سجادہ نشین تھا تو نادر شاہ غازی' کوئی ہوش مند امام تھا تو امان اللہ خان غازی' کوئی اولیا اور اولوالامر صحیح معنوں میں تھا تو غازی انور پاشا۔ مجھے اس غلام ہندوستان کی چار دیواری کے اندر ایک عالم ایک اولوالامر' ایک پیر ایک ولی' ایک فقیر' پچھلے دو سو برس سے نظر نہیں آتا مجھے اگر مریدی ہی اختیار کرنی ہے تو میں نے بے شک خاک از تودہ کلاں بردار کے مصداق ان جلیل القدر عالمان دین اسلام اور عاملان دین متین کے قدموں کو چوموں گا کیونکہ انہوں نے اسلام کی ڈوبتی کشتی کو جہاں تک ان سے ممکن تھا بچایا اور آج دنیا میں لوائے محمدؐ کو بلند رکھنے والے یہی لوگ ہیں۔

مسلمانوں اور خاکسار سپاہیو! تم بھی انہی اخیار دین اور برادر قوم کے قدم بقدم چلو اور سپاہیانہ زندگی کو بدرجہ اتم حاصل کرکے قوم کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچا کر رہو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔

۲۸ اگست ۱۹۳۸ء

عنایت اللہ خان المشرق

باب : ۲

پیامِ صُبحگاہی

غلبۂ اسلام

اے محمد صلعم! ان یہود و نصاریٰ سے صلح و صفائی سے کہہ دیں کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے اور اس کتاب پر جو ہم کو دی گئی اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب پر اتارا گیا تھا اور جو کچھ بھی موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور دنیا کے پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا تھا' اسی خدا کی طرف سے تھا' ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی فرق تسلیم نہیں کرتے اور ہم تو ہمہ تن اسی خدا کے فرمانبردار غلام ہیں (۳ : ۸۳)

مذاہب عالم کانفرنس

اندور میں ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو خطبہ صدارت

جس میں

مذہب کی حقیقت' سچائی کی ماہیت

اور

وحدت انسانیت

کے عالم آرا اور فکر انگیز' مسائل قرآن حکیم کے علم کی روشنی میں بیان کئے گئے اور ان کے متعلق انسانی تعصبات کو دور کرنے کا حل بھی بتایا گیا

○

نہ قوم اس کی' نہ نسل و رنگ و مذہب
خدا کی انجمن کوئی نہیں ہے
مسلمان کا خدا جب ہر جگہ ہے
تو مسلم کا وطن کوئی نہیں ہے

المشرقی

مذاہب عالم کانفرنس اندور میں
علامہ مشرقی کا خطبہ صدارت

حضرات و حاضرات!

میں اس امر پر کچھ کم فخر محسوس نہیں کرتا کہ مجھے دنیا کے ممتاز ترین انسانوں کے اس عظیم الشان اجتماع میں' آپ صاحبان کے افکار و تجاویز کوبروئے کار لانے کی غرض سے صدارت کی دعوت دی گئی ہے' جو آج سے اپنا سر جوڑ کر اس لئے بیٹھیں گے کہ ایک ایسے بڑے عظیم الشان مسئلے کا حل دریافت کریں جو شاید بلکہ یقیناً وہ حیران کن مسئلہ ہے کہ اس سے زیادہ مشکل مسئلہ انسان کے سامنے حل کے لئے آج تک پیش نہیں ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ اس مجلس میں ایک شخص بھی ایسا موجود نہیں جو یہ کہنے کی جرات کرے کہ "مذہبیت" یا "ایمان" (جس کے متعلق فکر و فہم کے لئے ہم آج جمع ہوئے ہیں) انسان کی اخلاقی یا اجتماعی سہولت کا ایک غیر ضروری لازمہ ہے۔ ہم میں سے اکثر خوف بلکہ دبک سے کہیں گے کہ اگرچہ ہم صاف طور پر نہیں کہہ سکتے کہ مذہب کیا چیز ہے' اگرچہ ہمارے پاس اس امر کی تفصیل موجود نہیں کہ مذہب کیونکر انسان کے نہایت اندرونی اور قلبی محسوسات کا ایک ناگزیر حصہ بن گیا' ہاں اگرچہ ہم اس بات کا کھلا اقرار نہیں کر سکتے کہ تمام جو کچھ ہم مذہب کے متعلق مان رہے ہیں یا جس پر چاروناچار عمل کر رہے ہیں وہ سب کا سب عقل اور دلیل کے احاطے میں آسکتا ہے' لیکن بایں ہمہ ہر جگہ ہر شخص میں عام طور پر ایک طبعی اور اندرونی حس اس امر کی موجود ہے کہ مذہب بحیثیت مجموعی ایک قابل احترام بلکہ قابل خوف شے ہے! ہاں ایک ایسی چیز ہے جس کو کم از کم ایک محض انسان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ نہیں بلکہ جوں جوں ہم انسانی ہیئت اجتماعی کے نچلے طبقوں میں جاتے ہیں مذہب انسانی بہجت اور عام خوشحالی کی ترقی کے لئے زیادہ مفید اور زیادہ اہم ہوتا جاتا ہے۔

حضرات! جب تک اور تاحالیکہ اس حقیقت کا سختی سے اعتراف نہ ہو مجھے یقین ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب اور اقوام اور ملکوں کے درمیان باہمی رواداری' صلح اور اخوت کے جذبات کو پیدا کرنے کے لئے ہماری تمام تجاویز (جو میری دانست میں اس کانفرنس کا نصب العین ہے) بیکار اور بے معنی ہو جائیں گی!

۲- مذہب کے متعلق انسانی تعصب اور سچائی کی صحیح تعریف!

حضرات اس مسئلے کا جو ہمارے پیش نظر ہے ایک اور زیادہ سنجیدہ پہلو بھی ہے۔ خوش قسمتی یا بدقسمتی سے تمام روئے زمین پر مذہب کے متعلق ہر شخص کا دعوےٰ ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ دنیا میں یہ نعرہ کہ "حقیقت کیا ہے؟" بعینہٖ وہ نعرہ تھا جو سلطنت روما کے مشہور مجسٹریٹ پانٹس پائلیٹ نے بے اختیار عین اس وقت' جب کہ خود حضرت عیسٰی علیہ السّلام ایسا عظیم الشان پیغمبر بحیثیت ملزم اس کے سامنے کٹہرے میں کھڑا تھا' لگایا اور آج تک کوئی شخص اس عظیم الشان سوال کا قطعی اور فیصلہ کن جواب نہیں دے سکا۔

یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ ہر فرد جو کسی مذہب کو مانتا ہے اس کے متعلق دعوےٰ کرتا ہے کہ وہ "سچا" ہے' نہیں بلکہ دنیا میں سچائی صرف اسی کے مذہب کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی زندہ ضمیر کی آواز اس کے متعلق کچھ بھی ہو لیکن وہ بہرحال اور بہ ضد اسے سچ کہنے پر مصر ہے۔ میرے خیال میں یہاں ایک ناقابل حل معمہ ہے جس میں تمام دنیا آخری انسان تک مبتلا ہے۔ اکثر اشخاص جانتے ہیں کہ کارلائل جیسے معقول پسند انسان اور ممتاز ترین فیلسوف کو بھی (کیونکہ اس کا اپنا مذہب عیسائی تھا) اپنے عیسائی قارئین کے سامنے "ابطل انبیاء" کا مضمون پڑھتے وقت پہلی ہی چند سطروں میں حضرت عیسٰی علیہ اسلام کی شخصیت کو انبیائے جہاں کے زمرہ سے علیحدہ کر کے خارج از بحث کرنے کے لئے معذرت کرنی پڑی' پیشتر اس کے کہ وہ رسول عربی صلی اللہ علیہ و سلم کے متعلق ایک تعریفی حرف زبان پر لا سکے! حضرات یہ وہ معمہ ہے جس کی پیچ در پیچ بھول بھلیاں میں تمام دنیا مبتلا ہے۔ یعنی ابطال کی عبادت' سچائی کی عبادت یا خدا کی عبادت سے پہلے تعصب کی عبادت۔ مجھے یقین ہے کہ اگر یہ تعصب اور جذبات کی عبادت کسی خفیہ طریقے سے انسان کے اخلاق سے بالکل علیحدہ کر دی جائے تو آج ہی دنیا کے تمام مذاہب کے درمیان سب اختلاف نیست و نابود ہو جاتا ہے۔

۳ ۔ لیکن حضرات ابھی اس حیران کن حقیقت کی طرف غور کرنا باقی ہے کہ بنی نوع انسان نے عام طور پر اپنے مذہب کو "سچائی" تسلیم کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمام دنیا اس مخصوص سمت تخیل میں حیرت انگیز طور پر غلط ہے۔ میرے بلکہ ہر ایک شخص کے نزدیک سچائی ہمیشہ سے وہ شے رہی ہے جس پر دنیا کا ہر فرد و بشر بعینہٖ کسی ادنیٰ سی جھجک اور تامل کے متفق ہو گیا ہو۔ کوئی علمی سچائی مثلاً" یہ کہ آگ جلاتی ہے ہر شخص کو بلا عذر اس

حقیقت پر متفق کر دیتی ہے۔ نہیں آگ کے جلانے کے متعلق کسی جگہ کوئی دو شخص مختلف رائیں نہیں رکھتے۔ ہر حسابی بلکہ "رواجی" سچائی بھی مثلاً" یہ کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں اسی معیار سے ہمیشہ پرکھی جاتی ہے کہ سب اس پر متفق ہیں' لیکن یہ مذہب اور صرف مذہب ہی ہے جس کے سچ ہونے کا نہایت عجیب و غریب طور پر صرف وہی شخص دعوےٰ کرتا ہے جو اس کا پیرو ہے اور ہر دوسرا شخص اس سچائی کو رد کرنے میں سب سے پیش پیش ہے!

۴۔ سچائی کے بالمقابل مذہب کا افتراقی پہلو!

حضرات و حاضرات! اس مسئلے میں کچھ اور بھی گہرا جانے کی ضرورت ہے۔ دنیا کی تمام سچائیاں بنی نوع انسان کو متفق کرنے کے لیے آئی ہیں' یہ اس لئے کہ سچائی ہر جگہ ایک ہی شے ہے۔ ہر شخص اس کو اس لئے بطور حقیقت تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے کہ وہ اس سچائی کا مفید ہونا ہر وقت اور بہرحال اپنی آنکھوں کے سامنے عملاً" دیکھتا ہے۔ برخلاف اس کے مذہب وہ سچائی ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے' ایک ملک کو دوسرے ملک سے اور ایک قوم کو دوسری قوم سے جدا کرتی ہے۔ اور باوجود اس تمام افتراق کے ہر شخص یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ اس کا اپنا مذہب "سچا" ہے۔ کیا ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر پھر ہم یہ نہ کہیں کہ تمام دنیا مذہب کے بارے میں بے پناہ طور پر غلطی میں پھنس گئی ہے۔ کیونکہ وہ مذہب کے صرف انفرادی طور پر سچا ہونے سے مطمئن ہے۔ اور کبھی اس بات کی طرف دھیان نہیں کرتی کہ آیا وہ انفرادی سچائی عام طور پر مسلم یا عالمگیر سچائی بھی ہے؟

۵۔ مذہب کی دہشت ناک اہمیت

متذکرہ صدر حالات میں شاید کوئی ایک مرد معقول بھی رسمی اور اعتقادی مذہب کی اس معمائی حقیقت پر توجہ دینا گوارا نہ کرتا لیکن مذہب کے وجود کے متعلق ایک خطرناک بلکہ دہشت انگیز اہمیت ہے جو قرون ماضیہ کی عالمگیر تاریخ ہی اپنے بھیانک اور خون آلود صفحات میں عیاں کر سکتی ہے۔ حضرات کیا یہ عام طور پر درست نہیں کہ روئے زمین کی تمام تاریخ میں اکثر بڑی سے بڑی لڑائیاں لڑی اور جیتی' یا لڑی اور ہاری اس لئے گئیں کہ وہ مذہب اور صرف مذہب کی خاطر تھیں؟ ہاں کیا یہ ایک مسلم حقیقت نہیں کہ روئے زمین پر

سب سے بڑے بین الاقوامی انقلابات اور سیاسی جغرافیوں میں سب سے اہم تبدیلیاں اس واسطے واقع ہوتی رہیں کہ ایک قوم دوسری قوم پر صرف مذہبی فوقیت حاصل کرنا چاہتی تھی؟

دنیا کے اکثر مخلص ترین خون جو انسان نے آج تک بہائے ہیں اکثر اسی رسمی اور اعتقادی مذہب کی انفرادی سچائی کا بول بالا کرنے کے لئے بہائے ہیں' جس کو ہر دوسرا شخص اسی ولولے اور سرگرمی سے دنیا کے تمام جھوٹوں میں سے بڑا جھوٹ شمار کرتا ہے۔ اور یہ کہنا بھی مساوی طور پر سچ ہے کہ بنی نوع انسان اس تمام مضحکہ انگیز خودکشی اور استہلاک کے بغیر جو ہزارہا سال سے جاری ہے اب تک بھی ذرہ بھر عقلمند اور زیرک تر اس معاملہ میں نہیں ہوئی!

٦۔ مذہب کا سائنس سے حیران کن اختلاف!

حضرات! اس مسئلے کا ایک اور عجیب و غریب پہلو بھی ہے جو اسی قدر مضحکہ انگیز اور حیران کن ہے جس قدر وہ پہلو جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ غور کی بات ہے کہ رسمی اور اعتقادی مذہب کا' جس کے متعلق ہر شخص کا دعوےٰ ہے کہ اس کی سچائی کو خود خدا نے براہ راست آسمان سے بھیجا' سائنس کے ساتھ ہمیشہ سے کتے بلی کا بیر رہا ہے۔ حالانکہ سائنس کے متعلق عام طور پر مسلم ہے کہ یہ وہ تسلیم شدہ سچائی ہے جو انسان نے براہ راست اس صحیفہ فطرت سے خود اخذ کی ہے!

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمین پر خدا کا کلام اس لئے بھیجا گیا کہ خدا کے کام یعنی صحیفہ فطرت کو ہر دم جھٹلاتا رہے! کیا خدا کے قول اور خدا کے فعل میں یہ اختلاف کسی طرح روا ہو سکتا ہے؟

حضرات! اعتقادی مذہب نے اس دنیا میں ہمیشہ ہر قوم سے جانی و مالی جرمانہ وصول کیا ہے۔ مذہب شاذ و نادر ہی کسی قوم کو کچھ نقد دیتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے سائنس نے ہمیشہ نقد اجرت انسان کو دی۔ بلکہ بے خوف و خطر کہا جا سکتا ہے کہ اب تک جو کچھ انسان کو جسمانی طاقت اور نفع کی صورت میں ملا ہے وہ سب سائنس کی طفیل ہے!

حضرات! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ "خدا کے بھیجے ہوئے اعتقادی مذہب" کی کھوسٹ بڑھیا' جس نے دنیا کو آج تک کوئی نقد انقد نفع نہ دیا بلکہ اس دنیا کے طول و عرض میں بہت سی بربادی پھیلائی' سائنس کی اس نئی اور دلفریب معشوقہ سے برسرِپیکار ہے جو کہ نقد انقد ادا

بھی کرتی ہے' انسان کے ضمیر کو مطمئن بھی کر دیتی ہے اور دلوں کو موہ بھی لیتی ہے! کیا مذہب کی اس عام ہجو کے بعد پھر ہم اس نتیجے پر نہ پہنچیں کہ مذہب کی کہانی نہایت ہی افسوس ناک ہے۔ مذہب انسانی ترقی کی راہ میں ہمیشہ سدراہ رہا ہے۔ نہیں بلکہ یہ اب افسردہ اور بے قیمت ہو گیا ہے' یہ صاف طور پر خطرناک اور مضحکہ خیز جھوٹ کا پلندا بن چکا ہے اس لئے اس کانفرنس کے لئے بہترین قرارداد یہ ہے کہ وہ "دنیا میں مختلف اقوام کے درمیان صلح و آشتی پیدا کرنے کے لئے" لوگوں کو اس بات پر متفق کرے کہ مذہب کو انسان کے حیطہ فکر و احساس سے بالکل ہی خارج کر دیا جائے!

۷۔ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہونے کے باوجود مذہب کی عالم آرا اہمیت:

میرا یقین ہے کہ اگر اس کانفرنس نے یہ فیصلہ کیا تو وہ بدترین اور نہایت ہی نقصان دہ فیصلہ ہو گا۔ مذہب یا بالفاظ دیگر ایمان بالغیب کو انسانی ضمیر سے نکال دینا اور پھر دوسرے انسانوں کے ساتھ "صلح و آشتی" سے رہنے کی امید رکھنا اس سے بدرجہا مشکل اور پریشان تر خواب ہے کہ ہر مذہب کو نسل انسانی کے سب سے بڑے محسن ہونے کا اعلان کیا جائے اور پھر یا اس امر کی کوشش کی جائے کہ ہر مذہب میں سچائی کے عنصر کا یقین دلا کر تمام بنی نوع انسان کو ایک مشترک مذہب پر لایا جائے' یا نیکیوں اور سچائیوں کو نمایاں کر کے تمام نسل انسانی کے لئے باعث سہولت و آرام بنا دیا جائے۔

دنیا غالباً آج سے دس گنا زیادہ مصیبت میں مبتلا ہو جائے گی اگر ہم ایمان یا اعتقادی مذہب کو کسی علمی یا مافوق الطبیعی ذریعہ سے سطح زمین سے دھکیل کر کسی نزدیک کے سیارے میں منتقل کر دیں۔ میرا یقین ہے کہ اگر مذہب کا وجود اس زمین سے نیست و نابود ہو گیا تو تمام سطح زمین پر ایک لامتناہی فساد کا پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ نزدیک ترین سیارے کو ممکن ہے کہ اس جلاوطنی سے کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ لیکن اس ہماری زمین کا سب کچھ کھو بیٹھنا یقینی ہے۔ اور دنیا کی تمام علمی ترقیاں اس نقصان کی تلافی ہرگز نہ کر سکیں گی۔

عقیدہ یا مذہب اس دنیا میں انسانی ضمیر پر کوتوال بن کر رہنے کا کام دنیا کی ممکن انسانی پولیس سے بڑھ کر کر رہا ہے اور اگرچہ یہ ہماری بے چاری زمین لکھو کھا سال سے آباد ہونے کے باوجود حضرت شیطان کے سپرد اب تک نہیں ہوئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہب نے شیطان کو اپنی مناسب سطح پر رکھنے میں حیرت انگیز کام کیا ہے۔ مجھے

شک ہے کہ گوشت اور خون کی اس دنیا میں کیا کوئی نعم البدل عقیدے یا ایمان کا ہو سکتا ہے' نہیں' کوئی ایسا بدل جو' اور زیادہ نہیں' اس سے نصف ہی اچھا ہو!

۸۔ انسانی تعصب کی بے پناہ فرقہ بندیاں

حضرات! لیکن جس غرض و مطلب کے لئے یہ کانفرنس جمع ہوئی ہے اس مسئلہ کے حل کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ ہمیں کہا گیا ہے کہ ہم یہاں پر اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ "دنیا کے تمام مذاہب کے پیروؤں کے درمیان جو ہندوستان میں بس رہے ہیں صلح و آشتی کے ذرائع پیدا کریں۔" بے شک یہ ایک نہایت عظیم الشان اور دلچسپ مسئلہ ہے۔ لیکن حضرات! کیا کانفرنس کو اس بات کا علم بھی ہے کہ انسان نے اس تمام حیرت انگیز اور سریع ذہنی اور علمی ارتقا کے باوجود جس پر وہ گذشتہ دو یا تین ہزار تاریخی سالوں سے برابر چڑھ رہا ہے' ہاں یہ وہ مدت مدید ہے جس میں بنی نوع انسان کا واحد نصب العین وقت اور فاصلے کی تمام طبعی رکاوٹوں پر حاوی ہو کر نسل انسانی کو متحد کرنا تھا' تو کیا یہ کانفرنس جانتی ہے کہ انسان نے اب اس تمام مدت ارتقا میں' اور تو خیر' رنگ اور نسل' طبعی موانعات اور جغرافیائی حدود' پہاڑوں اور جنگلوں' آبناؤں اور خلیجوں کے پیدا کردہ تعصبات سے بھی اپنے دل کو خالی نہیں کیا! نہیں بلکہ اس نے ابھی انسانی فرقہ بندی کے ادنیٰ ترین حسیات سے بھی اپنے آپ کو برتر ثابت نہیں کیا۔ ایسے بڑے بڑے اعلےٰ تہذیب یافتہ ممالک مثلاً" انگلستان اور فرانس بھی ابھی تک رود بار انگلستان کی پیدا کی ہوئی تعصب کی خلیج کو پاٹ نہیں سکے۔ باوجودیکہ انسانی ہیئت اجتماعی اخوت اور حقوق ہمسائیگیت کے متعلق کم از کم دو ہزار سال سے ہزارہا بلند بانگ وعظ کہہ رہی ہے! میں پوچھتا ہوں کہ خود غرضی اور نفس پرستی کی اس خطرناک حالت میں بے چارے ہندوستان کے "غیر مہذب اور ناترقی یافتہ" لوگوں سے کیا امید ہے کہ وہ مذہب اور عقیدے کی بنائی ہوئی آسمانی رکاوٹوں یا دوسرے قلبی تعصبات سے محض اس لئے درگذر کریں کہ اس کانفرنس نے اتحاد مذاہب کے متعلق چند مشفقیانہ خواہشات ظاہر کی ہیں یا اس مطلب کی لفظی

قراردادیں اپنے اجلاس میں پاس کیں!

۹- پیغام خدا کو غلط سمجھنے کی وجہ سے تمام سر پھٹول ہے:

مجھے یقین ہے کہ اگر اس کانفرنس کا ارادہ یہ ہے کہ ہم اس موضوع کے متعلق کچھ ٹھوس اور عملی کام کریں اور صرف اس بات پر قانع نہ ہو جائیں کہ بڑے بڑے عظیم الشان کاغذی ریزولیوشن پاس کر دیں تو ہمیں جو کچھ آج تک اس مسئلے کے متعلق ہوا اس سے بہت زیادہ گہرے اور مکمل طور پر غور وخوض کرنا پڑے گا اور اس مذہب کے معاملے کو ایک اور نقطۂ نظر سے بھی سمجھنا پڑے گا۔ میں نے ابھی آپ کی توجہ اس معمے کی طرف ولائی ہے کہ دنیا کا ہر فرد اپنے مذہب کے سچے ہونے پر یقین رکھتا ہے اور باقی تمام افراد کے مذہب کے جھوٹے ہونے پر مصر ہے۔ میں نے یہ بھی پیش کر دیا ہے کہ سچائی دنیا میں ہر جگہ ایک شے ہے اور اس کے تسلیم کرنے میں کسی بشر کو جائے تامل نہیں۔ علمی نقطہ نظر سے اس بنا پر دنیا کا کوئی مذہب سچے ہونے کا دعوےٰ نہیں کر سکتا جب تک کہ اس مذہب کو تمام دنیا سچ ماننے پر مجبور نہ ہو جائے۔ الغرض ان دونوں حقیقتوں کو تسلیم کرنے کے بعد کھلا اور صاف نتیجہ یہ ہے کہ یا یہ تمام پیغمبر جو خدائے واحد و بے ہمتا سے پیغام لانے کا دعوےٰ لے کر آئے (معاذ اللہ) بدترین فریبی اور دغا باز تھے جنہوں نے تمام دنیا کو دھوکہ دیا یا اگر یہ نہیں تو اس ایک پیغام کو جو وہ خدا کی طرف سے لائے بنی نوع انسان نے نہایت غلط طور پر سمجھا۔

آج دنیا میں ہر شخص اپنے مذہب کو صرف اس لئے سچ کہہ رہا ہے کہ وہ اس شخص کی انتہائی صداقت کا قائل ہے جو مذہب لے کر آیا تھا۔ اگرچہ وہ اس بات کی طرف اکثر دھیان نہیں کرتا کہ وہ پیغام کیا تھا اور اس کا اصلی مقصد کیا تھا؟ بلکہ وہ اس بات کی بھی چنداں ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس کا سمجھا ہوا پیغام کیا کسی علمی آزمائش کے بالمقابل ٹھہر سکتا ہے یا کم از کم اس معیار پر پورا اتر سکتا ہے جو تمام دنیا کی دوسری سچائیوں کے لئے مقرر ہے۔

۱۰- سب پیغمبر سچّے تھے اور ایک خدا سے ایک ہی پیغام لائے تھے!

مجھے یقین ہے کہ دنیا اب کم از کم اتنی بے دماغ اور بیوقوف نہیں رہی کہ اس بات پر

یقین کرے کہ روئے زمین کے یہ عظیم ترین انسان اور مقنن جن کا اثر اپنی امتوں پر اس قدر حیرت انگیز ہے معاذ اللہ فریبی تھے یا وہ اپنی قوت خیال اور شدت اعتقاد سے دھوکہ کھائے ہوئے تھے۔ مشہور فلسفی کارلائل کہتا ہے کہ "اس نظریے کو اب ہمیشہ کے لئے ذہنوں سے رخصت کر دینا چاہیئے"۔ ہر ہوشمند شخص کے نزدیک ایسا فیصلہ نہایت طفلانہ ہے۔ اور ایسی دنیا کے لئے جس میں پختگی فہم اور پختگی تجربہ پیدا ہو چکی ہے از بس ناشایان شان ہے۔ وہ حیرت انگیز اثر جو ان عجیب و غریب انسانوں نے اپنے وقتوں میں پیدا کیا اور وہ عظیم الشان کام جو انہوں نے اپنی حین حیات میں کر دکھایا اس تمام بد عقیدگی کو جھٹلا دیتا ہے جو انسان کو ان کے متعلق ہے۔ دنیا کے تمام داناؤں کی رائے متفقہ طور پر اس امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ یہ عظیم المرتبہ انسان صرف ایک ہی پیغام خدائے لاشریک سے لائے۔ غیر متعصبانہ نظر سے جچی تلی ہوئی شہادت اور بلند ناقدانہ نظر جو ایمانداری سے کی گئی ہو دونوں اسی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ رہا یہ امر کہ وہ پیغام دراصل کیا تھا۔ ہمیں یہاں اس پر بحث نہیں، لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ میں اپنی کتاب تذکرہ میں اس قرآن حکیم پر جو انسان کے قبضے میں سب سے آخری اور غیر محرف آسمانی صحیفہ ہے بلند ناقدانہ نظر علمی طور پر ڈالنے کے بعد اس حقیقت کے ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں کہ یہ پیغام ابدالآباد تک انسان کے لئے ایک عظیم الشان اہمیت اور بے مثال فضیلت اپنے اندر رکھتا ہے۔

۱۱- اتحاد مذاہب کی بنیاد وحدت پیغام پر قائم ہو سکتی ہے!

پیغام خدا کی یہ اصلی اور بنیادی وحدت اور اس کی بے مثال علمی اہمیت درحقیقت ایک ایسی بنیاد عملاً ہو سکتی ہے جس پر ہم نسل انسانی کے لیے آئندہ اتحاد کی تعمیر قائم کر سکیں یا کم از کم اس کے آئندہ بین المذاہبی تحمل اور رواداری کو جاری کریں۔ یہ عمل اگرچہ منطقی طور پر نہایت صحیح اور یقینی طور پر کامیاب عمل ہے لیکن عملاً فوری یا مکمل نتائج نہیں پیدا کر سکتا۔ قرن قرنہا گذریں گے پیشتر اس کے کہ دنیا کا ایک عظیم تر حصہ پیغام خدا کی وحدت کا اصلی منشا سمجھنے لگے۔ یا مذہب کی دی ہوئی تعلیم کی علمی اہمیت کو صحیح طور پر سمجھنے کی قابلیت ظاہر کرے۔ میں نے "تذکرہ" شروع کرنے سے پہلے اس بات کو سمجھ لیا تھا لیکن نری یہ بات مجھ کو اس انتہائی طور پر مفید عمل کرنے سے باز نہ رکھ سکتی تھی۔

۱۲۔ اتحادِ مذاہب کا دوسرا ذریعہ خدمت خلق ہے:

لیکن مذاہب عالم میں صلح و آشتی قائم کرنے کے لئے پیغام خدا کی وحدت کو عملی طور پر ثابت کرنے سے بہتر اور زیادہ سریع الاثر ایک اور طریقہ بھی ہے جس نے عملی طور پر حیرت انگیز نتائج پیدا کئے ہیں اور جس کی تشریح میں ابھی کروں گا میں نے ابھی کہا ہے کہ مذاہب عالم کے پیروؤں کے درمیان دائمی آشتی اور وحدت پیدا کرنے کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ یا ہم تمام بنی نوع انسان کو ایک مشترک اور عام طور پر قابل تسلیم مذہب پر اسی طرح لے آئیں جس طرح کہ سائنس یا علم حساب کی کوئی حقیقت دنیا کے ہر شخص کے لئے قابل تسلیم ہے اور یا یہ ہو کہ ہم ہر مذہب کو تمام بنی نوع انسان کے واسطے باعث آسائش و سہولت بنا دیں تاکہ اس مذہب کا وجود دنیا کے لئے مفید ثابت ہو جائے۔ اس دوسرے طریقے کی تشریح کے لئے کسی غور و خوض کی ضرورت نہیں۔ یہ ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ ہر مذہب نیک اعمال کی ترغیب کچھ نہ کچھ ضرور دیتا ہے' نہیں بلکہ روئے زمین پر ایک مذہب بھی ایسا نہیں جس نے اپنے پیروؤں کو کسی نمایاں برائی (مثلاً" چوری یا بددیانتی یا قتل) کے واسطے کہا ہو۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو انہی نیکیوں کی تعلیم کی بنا پر ہر مذہب کے سچے ہونے کا دعوےٰ ہے۔ ان تمام امور سے واضح ہے کہ ہر مذہب کو تمام بنی نوع انسان کے واسطے باعث آرام و سہولت بنانے کے لئے لازم ہے کہ ہندوستان کے ہر مذہب کے پیرو اس امر کو اپنے مذہب کا لازمی حصہ بنا لیں کہ وہ ہر دوسرے مذہب کے پیروؤں کے ساتھ ہر ممکن نیکی کریں۔ اسی طریقے سے ہر مذہب تمام بنی نوع انسان کے لئے درحقیقت باعث اطمینان ہو سکتا ہے۔ جب دنیا کے لوگ عملاً اور حقیقتاً دیکھ لیں گے کہ ہر مذہب بنی نوع انسان کے لئے مفید ہے۔ آشتی اور صلح کے جذبات طبعی طور پر بطور نتیجہ ظاہر ہوں گے۔

۱۳۔ خاکسار تحریک اور خدمت خلق:

کوئی پانچ سال گذرے میں نے ہندوستان کے باشندوں کو اخلاقاً" بلند کرنے کا یہ طریقہ خاکسار تحریک کی صورت میں شروع کیا۔ اس قلیل مدت کے اندر درحقیقت نہایت حیرت انگیز نتائج ظاہر ہوئے ہیں۔ ہم نے مسلمانان ہندوستان کو یہ کہہ کر کہ "دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو"۔ نہ صرف تمام برادر اقوام سے اپنے کام کے متعلق بہترین رائے حاصل کر لی ہے بلکہ لکھوکھا انسانوں کو ان کے سالہا سال کے جمود اور طبیعت ثانیہ بنی ہوئی غفلت سے

عملاً الگ کر دیا ہے۔ نہیں ہم نے ناقابل یقین عجلت سے اس زمانے میں نہایت طاقتور لیکن آج اندرونی نفاق اور پست شدہ ملائیت کے زہر آلودہ اثر سے ٹکڑے ہوئی ہوئی قوم کے نصب العینوں اور نقاط نظر کو بے انتہا بلند کر دیا ہے۔ ایک مسلمان جس کے نزدیک' پانچ سال پہلے "اعتقادی اسلام" دنیا بھر کی مصیبتوں اور کذب وریا کا وہ مجسمہ معلوم ہوتا تھا جس کا منتہا اس کو بداعمالی' بدنی ضعف' افلاس اور غلامی کی ادنیٰ ترین منزلوں تک پہنچانا تھا' آج خاکسار بن کر اس اسلام کے اندر عین الیقین سے وہ الہی اور آسمانی پیغام عملاً دیکھتا ہے' جس کا مدعا اس کی تمام دنیاوی بدحالیوں اور روحانی برائیوں کو دور کرنا ہے۔ اس تحریک میں داخل ہو کر اسے معلوم ہو رہا ہے کہ **قرآن کا ہر لفظ** جس کو وہ کسی زمانے میں بے مقصد اور مردہ سمجھتا تھا کسی بجلی کی رو سے پھر زندہ ہو گیا ہے۔ ہم نے اس تحریک میں انسانی ارادوں کے اندر درحقیقت بجلی کی لہر دوڑا دی ہے! ہم نے نئی امنگیں نئے مدعا آنکھوں کے سامنے لا بٹھا دیئے ہیں! ہم نے نئے نصب العین از سر نو زندہ کر دیئے ہیں! **خدمت خلق بلالحاظ مذہب و ملت** اس تحریک میں درحقیقت وہ ربانی پیغام ثابت ہو چکی ہے کہ اس کے اندر نہ صرف ان چند نفوس کی جو عملاً کام کر رہے ہیں بہتری پنہاں ہے بلکہ نہایت حیران کن طریقے سے اس میں **تمام و کمال قوم کی بہتری کا راز مضمر ہے!**

۱۴۔ تحریک کا عملی پروگرام:

ہمارا عملی پروگرام جو کہ روزانہ ہے بالکل سیدھا سادھا ہے۔ ایک محلے کے تمام خاکسار اپنا دن بھر کا کام کرنے کے بعد' شام کے وقت اپنے گھروں کے سامنے بازار میں ایک قطار میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ امیر اور غریب' اعلے اور ادنے کا ایک قطار میں کھڑا ہونا (جس کا کہ اسلام نے دن کی پانچ نمازوں میں قرن اول میں مطالبہ کیا تھا) ہر شخص کو روحانی اور اخلاقی طور پر بلند کر دیتا ہے۔ غریب سمجھتا ہے کہ دولت مند نے اس کے ساتھ مونڈھے سے مونڈھا ملا کر اور ایک قطار میں کھڑے ہو کر نیک سلوک کیا ہے۔ دولت مند بھی اپنی قربانی کی قیمت یہ سمجھتا ہے کہ اس سے غریب کے حوصلے اور اخلاق بلند ہوں گے۔ گوشت اور خون کی یہ روحانی اور مقدس قطار جس وقت روزانہ عین لوگوں کی آنکھوں کے سامنے جو قریبی اور عزیز ہیں' نیز ان لوگوں کے سامنے جن سے جان پہچان مدت سے ہے اور جو اس کی پہلی کمزوریوں سے خوب واقف ہیں عالم وجود میں آئی ہے تو خاکسار سپاہی کو آدھے گھنٹے کے لئے ایک ایسے سالار کے حکم کے ماتحت جو اکثر اسی محلے کا ہوتا ہے' اور بسا اوقات

معمولی حیثیت کا ہوتا ہے' نہایت تیزی سے مارچ کرنے کا حکم دیتا ہے' یہ سپاہیانہ قواعد اور فوجی اتحاد (جو پھر اسی اسلامی نماز کا نقش ثانی اور نمونہ ہے) خاکسار سپاہی میں روزانہ اس امر کی روح پھونکتی ہے۔ نفس امارہ کے دلفریب حکموں کے برخلاف اس کے اپنے سالار کی بے مزد اطاعت وہ روحانی خوراک ہے جو روز بروز اس کی اخلاقی قوت کو بزرگ تر کر دیتی ہے' اور ساتھ ہی اس کی جسمانی اور بدنی صحت کے لئے بے انتہا مفید ہے۔ ادھر "خاکسار" کے لفظی معنی عاجز ہونے کے ہیں اور یہ لفظ بھی ہر وقت اس کے دل پر اثر کرتا رہتا ہے بلکہ امیر و غریب دونوں کے اندر یکساں وہ زندہ انکساری پیدا کرتا ہے جو درحقیقت لفظ اسلام کے مترادف ہے اور جس کے لفظی معنی رضائے خدا کے آگے سر جھکانا ہے! ادھر تمام خاکساروں کی پوشاک خاکی ہے اور یہ رنگ زمین کے رنگ سے مشابہ ہے۔ اسلام اور قرآن کہتا ہے کہ "دیکھو ہم نے تم کو اس زمین سے پیدا کیا اور اسی زمین کے اندر تم چلے جاؤ گے۔" تو خاکی وردی علاوہ اس کے کہ جماعتی عصبیت پیدا کرنے کا ایک عظیم الشان وسیلہ ہے' غریب کو ہر وقت یاد دلاتی رہتی ہے کہ وہ خدا کا ایک عاجز بندہ ہے اور دولت مند کو ہر وقت تنبیہ کرتی رہتی ہے کہ اس کو خدا کا عاجز بندہ بننا چاہیئے۔ علاوہ ازیں اس زمین کے خاکی رنگ کو سب امیر و غریب یکساں نہایت خوشی اور ولولے سے اس لئے پسند کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت کے مغرور اور تنخواہ دار سپاہیوں کا بھی یہی رنگ ہے۔ خاکسار سپاہی طبعاً یہ چاہتا ہے کہ خدا کا خاکسار ہو کر وہ دنیا کی ہر مغرور اور طاقتور شے سے نہ صرف مساوات کا حس قائم کرے بلکہ اس سے اپنا برتر ہونا ثابت کر دے کیونکہ وہ اس احکم الحاکمین کا بے مزد خادم ہے جس سے بڑا حاکم اس کائنات کا کوئی نہیں!

۱۵۔ خاکسار تحریک کے نشان کی حکمت:

ہمارا نشان بیلچہ ہے اور اسی بنا پر تحریک کو اکثر بیلچہ تحریک کہا جاتا ہے۔ بیلچہ انکساری کی ایک اور علامت ہے اور ہمارا اس کو کندھے پر لئے پھرنا علی الاعلان ظاہر کرتا ہے کہ ہم دنیا میں مزدوروں کی شان بلند کرنے کے لئے اٹھے ہیں۔ بیلچہ زمین کو ہموار کر دیتا ہے ہم خاکسار تمام نسل انسانی کی اونچ نیچ کو برابر کرنے کے لئے اٹھے ہیں! دولت مند بیلچہ اٹھا کر یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے غریب بھائی سے ملنے کے لئے ذرا نیچے اتر آیا ہے۔ غریب آدمی بیلچہ لے کر یہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس اس کو مضبوط کرنے کے لئے ایک طاقت ور اوزار ہاتھ میں آگیا ہے۔ بیلچے نے اس تحریک میں درحقیقت معجزے سے کم کام نہیں کیا!

۱۶۔ روحانی بننا دراصل نڈر اور خطرناک بننا ہے!

قریباً آدھ گھنٹے تک بیلچے کے ساتھ خاکی وردی میں بے پناہ سپاہیانہ قواعد اور مارچ کے بعد خاکسار کو حکم دیا جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹے تک سب بنی نوع انسان کی بلالحاظ مذہب و ملت خدمت کرے! یہاں بلندی اخلاق ایک نہیں کئی طریقوں سے نشوونما پاتی ہے۔ ناواقف آدمیوں کو درخواست کرنے کی اخلاقی جرات کہ ہمیں کوئی خدمت دی جائے۔ اس عمل سے خودبخود پیدا ہو جاتی ہے اور خاکسار سپاہی بے ہمہ ہو کر باہمہ بن جاتا ہے۔ یہ جرات خادم کو یک لخت بلند کر دیتی ہے اور مخدوم کو ایک روحانی سبق دیتی ہے۔ مخدوم لوگ "خاکسار" کے متعلق اس قدر نہیں' بلکہ مسلمان کے متعلق معاً عمدہ خیالات کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس مذہب زدہ بلکہ فرقہ زدہ ہندوستان میں ہر عمل کا برا یا نیک عمل ہندوستان کے ریلوے سٹیشنوں کے "ہندو پانی" یا "مسلمان پانی" کی طرح "ہندو نیکی" یا "مسلمان نیکی" یا "ہندو برائی" یا "مسلمان برائی" کی طرف فوراً منتقل ہو جاتا ہے!

خدمت خلق خواہ وہ کسی شکل میں ہو' خادم اور مخدوم دونوں کے درمیان انتہائی باہمی رواداری پیدا کر دیتی ہے لیکن اس شخص کی روحانی بلندی جس نے کہ خدمت کی ہے' اور بالخصوص اس کا یہ احساس کہ اس نے خدمت اپنے آسمانی حاکم کو خوش کرنے کے لئے کی ہے' اس خادم کو فی الحقیقت ایک نڈر اور خطرناک سپاہی بنا دیتی ہے جس کا مقابلہ کوئی دوسرا سپاہی نہیں کر سکتا۔ خاکسار تحریک میں یہ خوبی اس قدر نمایاں طور پر ظاہر ہوئی ہے کہ اس تھوڑی سی مدت کے اندر خاکسار سپاہی نے اپنے انتہائی طور پر منظم اور سخت جان فوجی' نہ کہ جنگی سپاہی ہونے کی شہرت کافی طور پر حاصل کر لی ہے۔ انڈین نیشنل کانگرس کے پچھلے صدر پنڈت جواہر لعل نہرو نے سندھ کے ایک خاکسار افسر کو خط لکھتے وقت' دو سال ہوئے اقرار کیا کہ "خاکسار سپاہیوں کے حیرت انگیز نظم و نسق نے مجھے قطعاً حیرت زدہ کر دیا ہے اور جو انتہائی طور پر اچھا کام وہ بطور خادمان خلق کر رہے ہیں میں اس سے متاثر ہوا ہوں"۔ انہی صاحب نے پنجاب کے خاکساروں کا ایک منظم فوجی سلام لیتے ہوئے مسرت سے کہا کہ "کیا اچھی بات ہوتی کہ یہ خاکسار کانگرسی ہوتے" اور ایک اور صاحب نے جو ان کے پاس کھڑے تھے اس پر مستزاد یہ کر دیا "کہ خاکساروں نے تین یا چار سال کی مدت میں وہ شے حاصل کر لی ہے جو کانگرس کو پچاس سال میں حاصل نہ ہو سکی"۔ اس وقت سے

معاملات بہت ترقی کر گئے ہیں، نہیں بلکہ خاکساروں نے ان پچھلے سالوں میں فوجی نقطہ نظر سے نظام اور وحدت عمل میں وہ عظیم الشان کامیابیاں حاصل کی ہیں جن کی نظیر کسی اور جگہ ملنی مشکل ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ ایک تحریک خوبیوں کا مجسمہ کس قدر بن جاتی ہے بشرطیکہ اس کو مذہبی اور روحانی طریقے سے چلایا جائے اور اس میں کسی دنیاوی جزا کی امید کے بغیر بنی نوع انسان کی خدمت شامل ہو۔ ہم خاکسار اب اس امر کے درپے ہیں کہ دنیا میں کسی جگہ کسی شخص کے ساتھ کوئی بڑی سے بڑی نیکی کرنے کے قابل ہو جائیں۔ ہم عظیم الشان کیمپ مقرر کرتے ہیں جن میں بعض دفعہ دو ہزار سے پانچ ہزار خاکسار سپاہی شامل ہوئے ہیں اور تمام اقوام اور مذاہب کے سربرآوردہ لوگ، بشمولیت حکومت کے یورپین اور ہندوستانی افسروں کے، نہایت خوشی سے ان کیمپوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ ہم نے آج ان لوگوں کو بھی جو شروع شروع میں ہماری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے، یقین دلا دیا ہے کہ روحانی بننا دراصل طاقتور بننا ہے۔ لیکن اس طاقت کا نتیجہ لازما نقصان دہ ہونا نہیں اور یہاں پر دنیاوی طاقت اور روحانی زور کے درمیان جو لگاؤ ہوا کرتا ہے اس کے متعلق میرے اعتقادات نہایت پختہ ہیں۔ میرے نزدیک دنیاوی طاقت اور روحانی زور دونوں ایک ہی شے ہیں۔ میرا مطالعہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے عقاید کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام کو صلیب اس لئے دی گئی کہ روما کی حکومت کو حضرت کی خطرناک روحانی طاقت کا جس کا طبعی اور لازمی نتیجہ خطرناک دنیاوی سلطنت کی صورت میں رونما ہونا تھا، یقین ہو گیا تھا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا پہاڑی پر وعظ صاف طور پر ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے "مبارک ہیں وہ لوگ جو دل سے خاکسار ہیں کیونکہ زمین کی سلطنت انہی کی ہے"۔ اور یہ الفاظ اس وقت روما کی سلطنت کے لئے بے انتہا پر معنی تھے اور ہمیشہ پر معنی رہیں گے۔ میرا یقین ہے کہ وہ لوگ جو صحیح معنوں میں مذہبی ہیں دنیا میں ماسوا اس کے کہ انتہائی طور پر مفید اور بے پناہ طاقتور ہوں اور کچھ نہیں ہو سکتے۔

۱۷۔ خاکسار تحریک کی وسعت:

میں یقین کرتا ہوں کہ اس کانفرنس کے لئے یہ ایک نہایت مفید مشورہ ہو گا کہ وہ خاکسار تحریک کے نقش قدم پر بعینہ یا بہرنوع ایک حد تک، ایک عملی اور روزانہ پروگرام وضع کرے۔ ہم خاکساروں کو ابھی صرف پانچواں سال ہے لیکن اگر ہماری یہی رفتار رہی تو ہمارا دعوے ہے کہ اگلے پانچ سال میں ہم اپنے سپاہیوں سے تمام ہندوستان کو لپیٹ لیں

گے۔ ہمارے اس وقت پشاور سے راس کماری تک ایک طرف، اور کراچی سے رنگون تک دوسری طرف تمام ہندوستان میں عمدہ طور پر منظم کم و بیش تین ہزار پانچ سو مرکز ہیں۔ ہمارے رجسٹروں پر ڈھائی لاکھ سے زیادہ عمدہ قواعد جاننے والے سپاہی اور لاتعداد معاون ہیں۔ ہم کسی شکل میں کوئی چندہ نہیں لیتے۔ خاکسار کو اس کی اجازت بھی نہیں کہ وہ کسی شخص سے برف کے پانی کا ایک گھونٹ بھی پئے کیونکہ اس کا فرض ہے کہ دنیاوی اجر کی ادنےٰ ترین امید کے بغیر عام خدمت خلق کرے۔ ہمارے خزانے میں جس کا نام بیت المال ہے منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد، بشمولیت نقد روپیہ بیس لاکھ روپیہ سے زیادہ قیمت کی ہے لیکن خاکسار کو اجازت نہیں کہ اس میں سے ایک پائی اپنے اوپر خرچ کرے۔ اس بیت المال کا روپیہ عام طور پر قوم کی اجتماعی بہتری کے لئے صرف ہو گا۔ لوگوں نے بن مانگے اور اپنی رضا سے ہمیں یہ نذرانے دیئے ہیں اور ہم قومی جائیداد اور قومی روپیہ کے بہترین امین تمام ہندوستان میں مشہور ہیں۔ ہماری سپاہیانہ قطار میں تمام مذہبی فرقے اور مذاہب مثلاً" ہندو، برہمن، سکھ، ہریجن، عیسائی اور تمام فرقوں کے مسلمان شامل ہیں۔ ہندوستان سے باہر بھی ہماری تحریک برما، ایران اور عرب میں جاری ہے ہمارے ہندو اور سکھ خاکساروں نے بعض نہایت قابل لحاظ اور خوش کن خدمات خلق کی ہیں۔ بہت سے اچھوت کم ذات اور پس ماندہ جماعتوں کے خاکسار ہمارے بہترین قواعد دان سپاہی ہیں۔

۱۸۔ اتحاد مذاہب کے لئے غیر سیاسی ہونا ضروری ہے

جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا اس کانفرنس کے لئے یہ عمدہ مشورہ ہو گا کہ ہم پر حصر کرے یا ہم سے علیحدہ رہ کر، ہمارے پروگرام کو اختیار کر لے۔ لیکن یہ کانفرنس جو راہ بھی اختیار کرے اس میں کم از کم ایک بات یقینی ہے۔ ہندوستان کی مختلف اقوام کے درمیان صلح و آشتی کے جذبات پیدا کرنے میں ہمارا کافی سے زیادہ تجربہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس تحریک کے لئے جس کا یہ قصد ہو لازمی ہے کہ وہ اور باتوں کو نظر انداز کر کے سب سے پہلے غیر سیاسی ہو۔ میں خوش ہوں کہ یہ کانفرنس اس حقیقت کو اس سے پہلے تسلیم کر چکی ہے۔

۱۹۔ کانگریس کی نفرت انگیز سیاست:

پچھلے چند سالوں سے سیاست نے ہندوستان میں وہ ناگوار بلکہ بعض جگہ وہ قابل نفرت

رویہ اختیار کیا ہے' اور میں پوری سوچ و بچار کے بعد یہاں یہ بھی ضرور کہوں گا کہ محکوم قوموں پر انگریزی طرز حکومت بھی کچھ اس طرح کا بے پناہ طور پر اخلاق سے عاری اور غیر روحانی رہا ہے کہ اکثر وہ عناد اور نفرت جو آج ہندوستان کے مختلف فرقوں میں موجود ہے اور اس صدی کے شروع سے بڑھ رہی ہے اس کا یقینی باعث وہ سیاسی پروگرام ہے جو انگریزی سیاست دانوں نے انڈین نیشنل کانگرس کے سیاسی نصب العینوں کی روک تھام کے لئے بطور ایک درمیانی رکلوٹ کے پیش کیا ہے۔ یہ کانگرس جو شروع شروع میں اس غیر عملی' گونا ممکن نہ سہی' تخیل سے شروع ہوئی تھی کہ کسی الہ دین کے چراغ کی مدد سے جس میں باہمی رواداری اور بین الملی ہمدردی کا روغن موجود نہ ہو' تمام ہندوستان کو ایک قوم جھٹ پٹ بنا دے' آج ہندوستان کے مغربی حاکموں کی اس گہری سیاسی چال میں وہ بری طرح پھنس چکی ہے اور اس نے پچھلے چند سالوں میں ہندوستانی' قومیت کے تخیل کا وہ بری طرح ستیا ناس کیا ہے کہ آج انڈین نیشنل کانگریس کے واسطے اس سیاسی مکروفریب اور مداری کے کرتبوں میں سے ہندوستان کو قومی آزادی کی طرف لے جانا تو درکنار صرف ہندوستانی قومیت کو پیدا کرنا بھی تقریبا ناممکن ہو گیا ہے۔ یہ کانگریس آج ہندوؤں' مسلمانوں اور سکھوں سے جدا کسی نئے مذہب کا متعصب فرقہ بن رہی ہے۔ وہ خود غرض سیاسی جوشیلوں' نیم مذہبی' اور نیم اشتراکی فرقہ بندیوں' نیم فوضوی اور نیم فرقہ وار متعصبوں کا جو بقالی' سرمایہ داری اور جھوٹی روحانی مکاری کے چونے سے جڑے ہیں ایک بے ہنگم ڈھیر ہے۔ میں بار دگر کہتا ہوں کہ یہ سیاسی مکاری اس کانفرنس کے مقاصد سے بالکل معدوم ہونی چاہیئے۔

۲۰۔ اتحاد مذاہب کے لئے روحانی پروگرام کی اہمیت

بیگمات و حضرات! اس کانفرنس میں میرے خطبے نے آپ کے صبر و تحمل کو بہت آزمایا لیکن مجھے ابھی کچھ اور کہنا باقی ہے۔ میرا یقین ہے کہ مختلف فرقوں اور گروہوں کے بتیس کروڑ انسانوں کو جو ایک چھت کے نیچے رہ رہے ہیں' جن کے نصب العین اور جن کی امنگیں ایک دوسرے سے قطعاً" مختلف ہیں' جن کے عقیدے اور جن کی تہذیبیں ایک دوسرے کی قطعی مخالف ہیں' جن کی امیدوں اور نقاط نظر کے درمیان مشرق و مغرب کا بعد موجود ہے' جن میں جہالت اور تعلیم کی مختلف منازل کے باعث تضاد قطبین ہے' ایک ایسی یکساں اور متحدہ قومیت میں جوڑنے کے لئے سب کے سب کسی مشترک بہجت اور مشترک

امن کی تلاش کرتے رہیں' انتہائی طور پر لازم ہے کہ آپ ان کے لئے ایک نہایت سیدھا سادھا متحد کرنے والا پروگرام تجویز کریں جو عام طور پر ہر شخص کے دل لگے۔ نیز ہندوستان کی مختلف اور برسرپیکار اقوام کے درمیان صلح و آشتی کے جذبات کو ترقی دینے کے لئے لازمی ہے کہ آپ اس نازک گوشت کو نہ چھیڑیں جس کے باعث فرقہ وارانہ طبیعت کے آدمی ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگتے ہیں۔

ایک اور غوروفکر کی بات یہ ہے کہ دوستی یا محبت چونکہ لازماً" ایک فطری اور انسانی جذبہ ہے' یہ جذبہ کبھی نشوونما نہیں پا سکتا' بلکہ جڑ بھی نہیں سکتا جب تک دونوں طرف زبانیں بلکہ دل اور ہاتھ پاؤں' اس محبت کو پیدا کرنے کے لئے کام نہ کر رہے ہوں! اور جب تک شیطان نہیں بلکہ خدا نے دونوں طرف کے دلوں پر قبضہ نہ کر لیا ہو' اس بنا پر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس خیال سے آپ کا پروگرام قابل عمل اور مفید ہو اسے انتہائی طور پر سادہ' غیر فرقہ وارانہ اور ساتھ ہی انتہائی طور پر روحانی اور خدائی پروگرام ہونا چاہیئے۔ یاد رکھیں شیطانی پروگرام یا وہ پروگرام جو شیطانی جذبات کے نیچے چھپے ہوئے ہوتے ہیں ایسے ملک پر جیسا کہ ہندوستان ہے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کوئی پروگرام جس کا منتہا ایک قوم کو دوسری قوم پر قربان کرکے اس کو نیست و نابود کرنا ہو' لازمی طور پر یہاں ناکامیاب رہے گا۔ نہیں بلکہ لازم ہے کہ دونوں قوموں کا معاملہ خراب کر دے۔

مشرقی قوموں کی تہذیب یا مذہبوں یا زبانوں کو مغربی طریقوں سے اور روباہی حکمت عملیوں سے معدوم کرکے' ان کو ایک قومیت میں منسلک کرنے کی سعی کرنا' یا کفر و الحاد کی آب و ہوا پھیلا کر مذہب کو وطنیت کے دیوتا کے اعلا کی خاطر قربان کرنا سخت فاش غلطی ہے۔

مشرقی قوموں کے لئے لازمی ہے کہ وہ سرتاپا مذہبی بنی رہیں تاکہ وہ سرتاپا اپنے وطن کی محبت میں سرشار اور سیاسی طور پر طاقتور بنیں۔ آریائی' عربی' چینی اور تمام مشرقی تہذیبوں کی تاریخ میرے اس دعوے کو نہایت روشن اور ناقابل انکار طور پر ثابت کر رہی ہے۔ بعض بیوقوف اور نام نہاد ہندوستانی مفکر جن کے پاس یورپی سیاسی انقلابات کا صرف کتابی علم موجود ہے' کچھ مدت سے ہندوستان کو اس غلط طریقے پر تعمیر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور بری طرح ناکام ہوتے ہیں۔ اگر یہ کانفرنس خاکسار تحریک کا جو میں نے شروع کی ہے بغور مطالعہ کرے گی تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کے اندر متذکرہ بالا تمام خوبیاں موجود ہیں اور مذکورہ بالا تمام برائیاں معدوم ہیں۔

قول کے بالمقابل عمل کی اہمیت:

حضرات! میرے خیالات کو صبر و تحمل سے سننے کے لئے میں آپ صاحبان کا شکرگزار ہوں۔ اپنے مرکز سے اس قدر دور پہنچنے کے لئے میرے پاس قطعاً کوئی فرصت نہ تھی اور میں نے پچھلے سالوں میں ایک سے زیادہ دفعہ بڑی بڑی کانفرنسوں اور مشہور کانگرسوں میں شامل ہونے سے معذرت کی ہے' کیونکہ میرے اندازے میں یہ مجلسیں باتیں بہت کرتی ہیں اور کام کچھ نہیں کرتیں۔ لیکن انتہائی مصروفیت کے باوجود میں یہاں یہ دیکھنے کے لئے آیا ہوں کہ یہ نیک مقاصد والی کانفرنس کیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس بنا پر میں آپ سے گزارش کروں گا کہ کانفرنس میں جو کہا جائے اس مقصد کو سامنے رکھ کر کہا جائے۔ یاد رکھیں! اس دنیائے کسب و عمل میں شاندار الفاظ اور اقوال کی قدروقیمت تبھی ہے کہ ان سے شاندار نتائج پیدا ہوں۔

بیگمات و حضرات! میں اجتماع مذاہب عالم کے معزز انتداب کو جو جلیل القدر فاصلہ سے مسز کلیرنس گاسک کی قیادت میں سات مختلف اقوام کی قائم مقامی کر رہا ہے' تہ دل سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ نیز مذاہب عالم کے ان ممبروں کو جنہوں نے یہاں حاضر ہو کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ میں ان سربرآوردہ اشخاص کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں کہ جو کانفرنس کے مختلف اجلاسوں کے چیئرمین ہو کر آئے ہیں' نیز وہ جو بطور ممبر اور مندوب حاضر ہوئے ہیں۔ میں آپ سے اب التجا کرتا ہوں کہ شائع شدہ پروگرام کے مطابق فوراً اب اپنی سوچ بچار شروع کر دیں۔

۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء

عنایت اللہ خان المشرقی

○

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا

(قرآن حکیم)

جب خدا کی مدد اور فتح قریب آئی اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دستورالعمل پر گروہ در گروہ عامل ہو رہے ہیں تو .....

قومی غلط کاریاں

یعنی

۵ جون ۱۹۳۸ء کے لدھیانہ کیمپ میں خطاب

جس میں بتلایا گیا ہے

(۱) مسلمانوں کا انحطاط عام ہے لیکن ہر جگہ زوال کا رنگ جدا ہے۔
(۲) شعرپسند قوم اصلاً" بے عمل ہو جاتی ہے۔ (۳) حصول طاقت کے بعد کانگریس کا ہمسایہ اقوام سے رویہ غلط ہے (۴) اسلامی اخبارات قومی اصلاح کے دشمن ہیں۔

○

قتل کی شعر نے امت، کہ شرارۂ اس کا
برق ساں لپٹے' کرے ذہن کو پل میں بیکار
المشرقی

قوم کے مختلف حصوں کے زوال کے مختلف اسباب ہوتے ہیں

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! لدھیانہ کا یہ کیمپ کئی وجوہات سے تمہارے اس گردونواح میں باوجود اس کے کہ اس میں لدھیانہ کے سپاہیوں کی کوئی بڑی تعداد موجود نہیں' ایک مخصوص اور نمایاں حیثیت رکھتا ہے' تمہیں شاید معلوم نہ ہو' لیکن وہ جو میدان عمل میں نکلے ہیں انہیں معلوم ہے کہ قوم کے مختلف حصوں کی گراوٹ کے مختلف رنگ اور اسباب ہوتے ہیں' قوم کے مختلف علاقوں کی زمینیں مختلف ہوتی ہیں مختلف جغرافیائی حدود میں ملت کے عالم آرا زوال کی نوعیتیں الگ ہوا کرتی ہیں' صوبہ سرحد میں مسلمان کا زوال الگ قسم کا ہے' پنجاب میں اس کی نوعیت قطعاً" جدا ہے' سندھ میں نیا سبب کارفرما ہے' غریب طبقے کی عام گراوٹ الگ نوع کی ہے' امیر حصے کا زوال جدا رنگ کا ہے' تعلیم یافتہ حصہ نئے مرض میں گرفتار ہے' تہذیب زدہ طبقے کے گرنے کے کچھ اور عنوان ہیں' جاہل طبقے کے طریق تخیل میں زوال الگ طرز کا ہے' ایک شہر کے مسلمان کسی ایک غالب اثر سے گرے ہیں' دوسرے قصبے کے مسلمان کسی اور وجہ سے مرچکے ہیں' کسی علاقے میں ماسوا پرستی کا ہلاکت انگیز چرچا ہے' کسی جگہ ملاؤں کا جمود انگیز زور ہے' کسی طبقے میں شعر کی لت نے قوم کو مردہ کر دیا ہے' کسی حصے میں تہذیب کی بے اندازہ پکار قوم کو کمزور کر رہی ہے' کہیں غربت قوم کو خاص طور پر ذلیل کر رہی ہے' کہیں لیڈروں کی تہلکہ انگیز سیاستیں امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہیں۔ کہیں مولوی کی مولویت اور قوم کی شعرپسندی شکست کے سامان پیدا کر رہی ہے۔ دہلی اور لکھنؤ' لاہور اور پشاور الغرض اس نقطہ نظر سے بھی صاحب عمل کارکن کے لئے الگ الگ زمینیں ہیں۔ جاہل اور تعلیم یافتہ' امیر اور غریب' دنیا دار اور دیندار لوگ' تاجر اور مزدور لوگ ان کی نگاہوں میں الگ الگ میدان ہیں۔ قوم میں زوال اور شکست سب جگہ موجود ہے۔ سب حیثیات اور سب نقاط نظر سے قوم کی اکثر عمدہ خاصیتیں مٹ چکی ہیں۔ لیکن ان کے اثرات اور اسباب' دائرے اور حلقہ ہائے عمل علیحدہ علیحدہ ہیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات

ابھی ابھی قوم کے ایک مشہور شاعر ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات واقع ہوئی۔ تمام ہندوستان کا شعرپسند طبقہ بلکہ سخن شناس طبقہ بھی ایک سرے سے دوسرے سرے تک' اس ماتم میں سیاہ پوش ہے۔ چہلم قریب آن لگا ہے' لیکن مرحوم امت کا سینوں کو پیٹنا ابھی ختم

نہیں ہوا' جس اخبار کو اٹھا کر دیکھو وفات کا ایک مادہ تاریخ موجود ہے' الگ زمین میں مرثیہ ہے' ہر شخص مضمون کی نئی ہوا باندھنے میں مصروف ہے' اپنا خراج عقیدت ادا کرنے میں پیش پیش ہے' ابھی ابھی وفات سے کچھ دن پہلے اس عظیم الشان شاعر کا ایک عظیم الشان "ڈے" یعنی یوم اقبال منایا گیا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ ایک گری ہوئی قوم میں اس کثرت سے عقیدت کا اظہار کہیں نہیں ہوا ہو گا' اگر وہ سب جلسے اور ترانے جو اس بلند بانگ شاعر کے اعزاز میں اخبارات کی اطلاع کے مطابق کئے اور گائے گئے سچ ہیں تو قوم کے زندہ ہونے کا کافی اور وافی ثبوت صرف یوم اقبال کی روئیداد ہو سکتی ہے! وہ قوم درحقیقت ابھی مری نہیں جو اپنے ایک شاعر کی موت پر اس قدر غم زدہ ہے۔ جو اس کی سالگرہ کی رسم اس شوکت اور طمطراق سے مناتی ہے' ہاں یہ سب کچھ ہوا اور ابھی تک ذہنوں میں اس عیاشی کا سرور باقی ہے' لیکن اس یوم اقبال کی تقریب پر کسی شخص نے درد دل سے ایک تجویز پیش کر دی کہ اس بڑے شاعر کی سالگرہ پر جس کے شعروں نے قوم کی رگ رگ میں "حمیت اور خودی کی روح تاقیامت بھر دی ہے"۔ جس کی تعلیم نے "**دین اسلام کی حقیقت کا راز صدیوں کے بعد پھر کھول دیا ہے**۔" قوم کی طرف سے ایک رقم بطور نذرانہ پیش کی جائے۔ مجوز کا خیال ہو گا کہ یوم اقبال کی تقریب سے یہ اجل زدہ امت کافی طور پر گرم ہو گی' ایسے موقعے کم ملتے ہیں کہ ساری مسلمان قوم گرما گرم ہو جائے' چلو لگے ہاتھ نذرانہ کی تجویز پیش کر دیں تاکہ ٹیگور کے ساتھ ساتھ ہندو قوم کے سیاسی لیڈر گاندھی کی ریس بھی ہو جائے اور ادھر ڈاکٹر اقبال صاحب کو کچھ نہ کچھ شعروں کی قیمت مل جائے۔

قوم اندر سے عملاً" کھوکھلی ہو چکی ہے!

الغرض ہندوؤں کی بیدار اور بطل نواز قوم کی نقل کرنے اور اس کی ریس میں پورا اترنے کے لئے یہ تجویز کچھ ایسی بری نہ تھی اور کچھ دور نہ تھا کہ اس ہماہمی اور گرماہٹ میں جو اس موقعہ پر قوم نے دکھائی یہ تجویز کامیاب ہو جاتی' مگر قوم کا زوال قوم کا زوال ہے قوم کے زوال کی نشانی یہ ہے کہ قوم اندر سے ہر عمل میں کھوکھلی ہو چکی ہے' قوم صرف ڈھول کی طرح اوپر سے بولتی ہے لیکن اس کے اندر پول ہے' خلاء اور جوف زمین و آسمان ہے۔ نہیں ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمتہ نے غالباً" ڈر کر کہ اس کے شعروں نے درحقیقت قوم میں کوئی خودی اور خودداری پیدا نہیں کی' ہاں خوب سمجھ کر کہ اس نے اس کم بخت امت کو دین اسلام کا راز کچھ نہیں بتایا! اس نذرانہ کی تجویز کو نئے رنگ میں بدلنے کی سعی کی اور

اعلان کیا کہ یہ نذرانہ کسی مستقل قومی کام کے لئے صرف ہو گا' اس کی اپنی ذات کے لئے نہ ہو گا۔ یہ نذرانہ دو لیکن کالج میں پروفیسری کی چیئر (Chair) بنا کر اپنی ہی بہتری کے لئے صرف کر دو وغیرہ وغیرہ۔ پنجاب کے وزیر اعظم بہادر نے ڈر کر کہ اگر اس موقعہ پر نذرانہ کی اپیل ناکامیاب ہو گئی تو قوم کی انتہائی ناتوانی کا پول کھل جائے گا ایک دردناک اپیل اس تجویز کی تائید میں شائع کی تاکہ شعر کی علت میں مری ہوئی قوم کچھ اسی طرح جاگے مگر قرآن میں انک لا تسمع الموتی لکھا ہے۔ لکھا ہے کہ اے پیغمبر! تو ہرگز مردوں کو کچھ نہ سنا سکے گا۔ قوم ہاں پوری آٹھ کروڑ قوم جو محترم اقبال کے شعروں اور ترانوں میں پشاور سے راس کماری تک مست اور شرابور رہتی تھی' جس کے ہر درودیوار پر "عمل سے زندگی بنتی ہے" کا نغمہ پند بر دیوار کے طور پر لکھا ہے' جس نے قوم کو شعر اور راگ کی لے میں "جبرئیل اور یزدان" پر کمند ڈالنے کا مردانہ سبق دیا تھا' وہ قوم ان تمام اپیلوں اور ہنگاموں پر کچھ اس طرح بے حس اور بے عمل ہو گئی کہ ایک کھوٹا پیسہ اس نذرانے کے لئے جمع نہ ہوا۔ ایک نبض شناس قوم نے بالآخر ایک سو روپیہ کی مشروط شہ دے کر مہرے کو آگے چلانا چاہا تھا کہ بازی کو مات کرنے کی کوئی راہ پیدا ہو مگر امت کا رخ یہی تھا کہ یہاں ڈاکٹر اقبال کے بتائے ہوئے عمل' زندگی' جنت' جہنم' خودی' جبرئیل اور یزدان سب سے مکمل بے خبری ہے۔ قوم کے شاعر نے ہمیں شعر اور ترانے ہی سنائے ہیں۔ شعر اور سخن کا تقاضا یہ ہے کہ دہلی اور لکھنؤ والی زبانی داد خوب خوب جی بھر کر لیجئے۔ داد و دہش اور زر طلبی کا اس تقریب پر سوال پیدا کرنا درست نہیں!

ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کی اکثریت بے عمل ہے!

سپاہیو اور مسلمانو! میرا مقصد اس ناگوار واقعہ کی ناگوار تشریح سے یہ ہے کہ قومی زوال اگرچہ سب جگہ یکساں ہے۔ لیکن اس کے اسباب اور اثرات ہر طبقے اور علاقے میں جدا جدا نوعیت کے ہیں۔ کم از کم پچھلے تیس برس سے قوم کا یہ بڑا شاعر قوم قوم اور دین دین پکار رہا تھا۔ شعر پسند طبقوں میں اس کا ہر رطب ویابس شعر دلوں میں ایک ناقابل یقین گداز اور ذہنوں میں ایک ناپیدا مثال جنوں پیدا کر رہا تھا لیکن جب امت کے جھوٹے عشق کی آزمائش کا وقت آیا تو قوم کا ایک مرد واحد اور سر اقبال کا ایک بڑے سے بڑا عاشق بھی ایک قدم عمل کے میدان میں آگے نہ بڑھ سکا۔ یہ دردناک اور عبرت خیز واقعہ اس امر کی بین اور روشن دلیل ہے کہ ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کا شعر زدہ طبقہ جو غالباً بڑی اکثریت

میں ہے سرتاپا بے عمل ہے۔ اپنی قوم کی لاج رکھنے کی ادنیٰ غیرت نہیں رکھتا' ضد اور ہٹ' ریس اور نقل کی شہ پر بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اپنے اس عظیم الشان سردار کی ذاتی عزت افزائی کے لئے بھی کچھ نہیں کر سکتا جس نے برسوں اور پہروں تک ان کے ذہنوں کو اپنے شعروں سے مست اور دلوں کو اپنے گداز سے گرم کر رکھا تھا۔ سپاہیو! قرآن حکیم کا آخری اور قطعی فیصلہ والشعراء یتبعھم الغاون ہے' یعنی شاعروں کے پیچھے گمراہ لوگ ہی لگتے ہیں اور اگر قرآنی حقیقت ایک اٹل اور انموڑ حقیقت ہے تو آج اس کی تصدیق اس عبرت انگیز واقعہ کے اندر موجود ہے جو ابھی چند روز ہوئے تمہاری آنکھوں کے سامنے تیرہ سو ستاون برس کے بعد ہوا اور جو دین اسلام کے راز کو شاعرانہ انداز میں اپنے آپ کو "دانائے راز" کہنے والے شاعر کی آنکھوں کے سامنے کھول کر رکھ گیا!

قوم کا پیرزدہ حصہ بھی بیکار ہو چکا ہے!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! بعینہ یہی حالت قوم کے اور نابکار حصوں کی ہے۔ ابھی چند برس نہیں گزرے قوم نے ایک بہت بڑے پیر کو جس کے کئی لاکھ مرید اور جانثار چار دانگ ہندوستان میں مشہور ہیں' جس کے جوتے کی مٹی کو اس کے چاہنے والے آنکھوں میں سرمہ کے طور پر لگاتے ہیں' جس کے کپڑوں کو چھونا مرد اور عورتیں اپنے لئے باعث نجات اخروی سمجھتی ہیں' ہاں قوم نے اس بڑے پیر کو اپنا امیر بالاتفاق تسلیم کیا۔ چند دنوں کے اندر اندر اس پیر کی پیری اور امیری کا پول صاف کھل گیا! یہ اس لئے کہ قوم کا پیرزدہ حصہ بھی معناً اور اصلاً بیکار ہو چکا ہے۔ پیروں کی پیری کے اثر نے آج قوم کو تنکا دہرا کرنے کے قابل نہیں رکھا۔ الغرض قوم کے اس حصے کا زوال بھی مکمل ہے اگرچہ یہ زوال شعر زدہ حصے کے زوال سے مختلف اور الگ نوعیت کا ہے' اگر قوم کے پیرزدہ حصے کا زوال مکمل نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ یہ عظیم الشان پیر جس کے فدائی اور شیدائی حیرت انگیز طور پر اس کی تنظیم میں مصروف تھے اپنی امارت کے ایام میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا نہ کر دیتا۔ آج مولوی زدہ علاقوں میں جو دین کی پیشوائی کے دعویدار ہیں ملائیت کا زوال مکمل ہے' جہالت زدہ طبقوں میں جو بالعموم تہذیب یافتہ طبقوں سے زیادہ خطرناک اور طاقتور ہوتے ہیں جہالت کا زوال مکمل ہے' تعلیم یافتہ طبقوں میں جن کی ذہنی قوتوں سے زندہ قومیں اکثر کامیابی کی راہ لیتی ہیں تعلیم کا زوال مکمل ہے۔ سرحد کے سرحدیوں کا اپنی مخصوص نوعیت میں زوال مکمل ہے۔ پنجاب کے پنجابیوں کا اپنی طرز پر زوال مکمل ہے۔ نہیں لاہور کے مادر پدر آزاد لیڈر زدہ

مسلمانوں میں الگ قسم کا زوال ہے۔ دہلی کے مولوی زدہ طبقے کا زوال نئی طرز کا ہے۔ سندھ کے پیرزدہ حصوں میں مردنی خاص نوعیت کی ہے۔ دکن کے مسلمانوں کی بے حسی کا رنگ الگ انداز کا ہے۔ خاکسار تحریک اگر ہندوستان کے ایک گوشے سے لے کر دوسرے گوشے تک بالیقین اپنا اثر پیدا کر رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہر قسم اور ہر رنگ کے زوال کو عروج سے بدل دینے کا مکمل سامان موجود ہے۔

لدھیانہ مذہبی مناظروں کا شہر ہے!

مسلمانو! لدھیانہ کا شہر بھی علیٰ ہذا القیاس ان مختلف قسم کے زوالوں کی کسی نہ کسی فہرست میں داخل ہے۔ یہاں کے ملاؤں نے اس شہر میں مدت سے مذہبی مناظروں اور ہنگامی شوروشر کا بازار گرم کرکے قوم کی عملی قوتوں کو شل کر دیا ہے' بڑی بڑی لفظی عیاشیاں اور ذہنی عشرتیں اس شہر کے محلوں میں ہوتی سنی جاتی ہیں یہاں کے ایک بڑے شخص نے جو اب ایک بڑے عہدے پر ہے' میری پہلی مہمانی اور خاطر تواضع طبلہ اور ستار سے کی تھی۔ یہاں کے ایک ادیب نے اس شہر کو ارضِ لُدّ یعنی نفاق اور افتراق کی زمین بتلایا ہے اور اپنے مہدی ہونے کی وجہ کہا ہے۔ یہاں کا ایک مشہور باشندہ تمام عمر مذہبی جنگ وجدل میں مصروف رہا ہے۔ الغرض لدھیانہ کی زمین کی خاصیت بھی اور شہروں کی زمین کی خاصیت سے طبعاً" جدا ہے' یہاں کا ایک رئیس جو اس مجمع میں موجود ہے دو برس تک ہمارا سالار رہ کر گلی گلی رسوا ہوا مگر چند آدمیوں سے زیادہ خاکسار سپاہی پیدا نہ کر سکا۔ یہاں کئی بڑے بڑے اور تعلیم یافتہ اشخاص تحریک میں شامل ہونے کے باوجود اس کو آگے نہ بڑھا سکے۔ پچھلے چند ہفتوں سے خاکساروں کی عنان حکومت محترم خواجہ غلام صادق کی رخصت کے سلسلے میں ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جو رئیس نہیں' اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں' شعر زدہ نہیں' پیر اور ملا نہیں۔ مگر میں خوش ہوں کہ محترم عبدالعزیز نے اس راکھ کے ڈھیر سے چنگاریوں کی کافی تعداد باہر نکال کر رکھ دی ہے۔ اب لدھیانہ والوں کا کام ہے کہ ان انگاروں سے قبس نور کریں اور لدھیانہ کی سرزمین میں قومی غیرت کا شعلہ آسمان تک بلند کر دیں۔

قوت کا راز عاجزی اور خاکساری ہے!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! تحریک ہر جگہ ایک ایسی عمدہ رفتار سے بڑھ رہی ہے کہ اب ہم چھوٹے چھوٹے ضلعوں میں دو دو ہزار سپاہیوں کے مقامی کیمپ کرنے میں کامیاب ہو

رہے ہیں۔ لاہور' پشاور' بہرائچ' گلبرگہ' راولپنڈی الغرض اب ہمارا نقطہ نظر اس سے بلند تر ہے کہ ہم اپنے آپ کو بیکسوں اور عاجزوں میں شمار کریں لیکن یاد رکھو کہ اس قوت کا راز بے گمان طور پر ہماری عاجزی اور خاکساری ہی ہے۔ اس بنا پر ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم اس خاکساری کے جذبے کو اور عام کر دیں۔

میں چاہتا ہوں کہ خاکسار سپاہی اس آئندہ جدوجہد میں خاکساری اور خدا پرستی کا ایک مکمل نمونہ بنتا جائے' جس قدر عروج تحریک کو ہوتا چلا جا رہا ہے اسی تناسب سے عجز اور انکساری اختیار کرے' قوت کے حاصل کرنے میں غرور اور اکڑ کو بالائے طاق رکھ دے۔اس وقت حصول طاقت کے دوران میں خاکسار کا صحیح پروگرام یہ ہے کہ وہ اور زیادہ مطیع' اور زیادہ منکسرالمزاج' اور زیادہ حلیم الطبع اور زیادہ خدا کے آگے سجدے کرنے والا' اور زیادہ باعمل اور زیادہ ایثار کرنے والا بنتا جائے۔

کامیابی ایک سرور اور نشہ ہے جو بہتوں کو مست اور بے ہوش کر دیتا ہے۔ کامیابی کے دور میں ذہنوں کو صحیح سطح پر رکھنا کامیابی کی آخری منزل تک پہنچنا ہے' جس طرح ہر صبح صادق کے پہلے ایک صبح کاذب ہے' اسی طرح ہر کامیابی سے پہلے ایک جھوٹی اور نمائشی کامیابی ہوتی ہے۔

کانگریس کو دیکھو کہ پچاس سال کی تگ و دو کے بعد کامیابی کی ایک منزل تک پہنچی ہے جو آزادی کی حقیقی منزل سے ابھی کوسوں دور ہے لیکن انگریزوں کی عطا کی ہوئی سیٹوں کی جھوٹی کامیابی کو سوراج فرض کرکے اپنی تھڑدلی اور غرور سے برادر اقوام کے لئے اس سوراج کو اس قدر ناقابل برداشت بنا رہی ہے کہ اصلی اور حقیقی سوراج کا منظر اب فی الحقیقت پرے ہٹتا جا رہا ہے۔

کانگریس ہندوستان کی آزادی کا نصب العین کھو چکی ہے:

کانگریس کو چاہیے تھا کہ اس منزل پر سوراج کی ذہنی تصویر اس قدر خوشگوار کر دیتی' ہر قوم سے رواداری' ہر نفس کو آرام' ہر درد کی دوا' ہر فرد سے ملاطفت' ہر مشکل کی حل طلبی' الغرض طاقت کی اس غیبی بخشش کو ہر کس و ناکس کے لئے وہ مفید عام اور جاذب نگاہ کر دیتی کہ لوگ اس حقیقی سوراج کے آنے کی آرزوئیں کیا کرتے! اس کے حصول کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہاتے۔ کانگریس نے یہ نہیں کیا اس لئے اس صبح کاذب کی کوئی فجر ممکن نہیں۔ کانگریس چند برسوں کے اندر بلکہ اسی پانچ سال میں **آزادی ہندوستان کا نصب العین** کھو کر ناقابل تحمل فرقہ وارانہ جماعت بن چکے گی جس کے **بالمقابل کئی اور** فرقہ وارانہ جماعتیں ضد اور حسد سے کام کریں گی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ **انگریز** مدت تک امن سے پھر بادشاہت کرے گا۔ گری ہوئی قوم کے **کیریکٹر کو دیکھ کر ہنسے گا** کہ بدبخت ہندوستانی کو جہانگیری اور جہانبانی کے ابتدائی اصول کی **ابجد** یاد نہیں رہی' اپنے گرے ہوئے وقار کو ہندوستان کی **باہمی سرپھٹول** کے طاقتور ہتھیار سے پھر بلند کرے گا۔ ہندوستانیوں کے دل میں از خود یہ یقین پھر پیدا ہو گا کہ **ہم ذلیل لوگ فی الحقیقت کسی بادشاہت کے اہل نہیں۔ اس سوراج سے بہتر وہی فرنگی راج تھا۔** جس میں رعیت کے دلوں میں اتنے گہرے زخم ہرگز نہیں تھے۔ کم از کم مدرسے' ملازمتیں مسجدیں مزدوریاں محفوظ تھیں۔ انگریز سب قوموں کے درمیان اپنی سہولت یا نشر عدل کے لئے **ایک توازن** رکھا کرتا تھا۔ یا کبھی ایک کو چڑھا اور دوسری کو اتار **انتظار وصل کا تماشہ** دیکھتا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ خاکسار اپنی ان ابتدائی کامیابیوں میں کہ وہ ہندوستان میں پھیل رہا ہے' **اپنا دماغ** اول سے آخر تک درست رکھے' ہر نئی کامیابی کو **رحمت خدا اور فضل ایزدی** سمجھ کر خدا کے آگے سربسجود ہو جائے' جتنا پھل لگتا جائے اور جھکے' جس قدر **کامران** ہوتا جائے' اور **طلب مغفرت** کرے' اپنی واماندگیوں پر پردہ پوشی کی درخواستیں اور کرے' اپنے عمدہ اعمال سے خدا کا بول اور بلند کرے' لوگوں کو جوق در جوق دین خدا میں داخل ہوتا دیکھ کر اور توبہ کرے' اور گناہوں سے بچے اور **خدا کے قانون** کی طرف لوٹ آنے کا تہیہ کرتا جائے' اور اس **فتح و نصرت کو خدا کا نام بلند کرنے اور اس کا نوکر ہونے کی شہادت** بنائے۔

خاکسار سپاہیو یاد رکھو! کوئی فتح و نصرت دنیا میں پائیدار نہیں ہوتی جب تک کہ اس فتح و

نصرت کے بعد انسان کی طرف سے اس فتح و نصرت کو مضبوط کرنے **کا عمل** موجود نہیں' خاکسار تحریک کے چند سال کے اندر اندر اس حیرت انگیز طور پر بڑھنے کا راز یہ ہے کہ خاکسار صرف **خدا کے لئے کھڑا ہوا**' خدا کا سپاہی بن کر کھڑا ہوا' **خدمت خلق** کے لئے کھڑا ہوا' مخالف سے **رواداری اور خاموشی** اس کا شعار رہا۔ اب اگر خاکسار کامیابی کی ابتدائی منزلیں طے کر رہا ہے تو اس کے شایان شان اور اس کی آئندہ نصرت کا راز یہ ہے کہ اپنے **اخلاق' اپنے سلوک' اپنی خدمت خلق' اپنی رواداری' اپنی نیکیوں کو پے در پے** اور مسلسل طور پر اور زیادہ کرتا جائے۔ کسی فتح کے غرور میں اپنے **دماغ کے توازن کو** خراب نہ کرے' اپنے بقیہ گناہوں سے سچی توبہ کرے' باقی برائیوں سے استغفار کر لے' **خدا کا** صحیح معنوں میں تسبیح خوان اور مدح خوان ہو جائے۔ قرآن حکیم میں فتح و نصرت کا **منطقی راز** قرآن کی مشہور سورت کے الفاظ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس ید خلون فی دین اللہ افواجا کے عین بعد فسبح بحمد ربک و استغفرہ انہ کان توابا کے الفاظ میں اور بالخصوص فسبح کی ف میں ہے۔ گویا دین اسلام ہر قوم کو فتح و نصرت کا راز یہ بتلاتا ہے کہ کامیابی کے بعد اور **خدا کے قانون** کی طرف لوٹ آؤ' اور بہتر بنو' اور نیک بن جاؤ' اور **خدا کے غلام بن کر اس کی حمد کرو**' اور گناہوں سے بچو' اگر یہ نہ کرو گے تو یاد رکھو وہ **عارضی اور ابتدائی کامیابی پھر شکست سے بدل جائے گی**' مخالف تمہاری کامیابیاں دیکھ کر تمہیں دم نہ لینے دیں گے جب تک کہ تم میں **ایک قصور' ایک گناہ' ایک واماندگی' ایک سوء تدبیر' ایک غلط رویہ' ایک ناروا داری' ایک ظلم' ایک عدم عدل** باقی رہے گا۔

مخالف کو ختم کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار خدمت خلق ہے!

خاکسار سپاہیو! دنیا میں **موافقت** کو پیدا کرنے اور **مخالفت** کو ملیا میٹ کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار **خدمت خلق** ہے' اسی میں دنیا کی بادشاہت اور مخدومی کا راز مضمر ہے۔ اسی میں خدا کی خوشنودی کی گٹھلی بھی ہے' اس میں دین اور اسی میں دنیا ہے' اسی میں دنیا کی رس بھری **بادشاہت** کا "ہم خرما" اور اسی میں آخرت کا "**ہم ثواب**" بھی ہے۔ یہی وہ خوبانی ہے جس کی گٹھلی بھی بادام اور جس کا اوپر کا پوست بھی رس سے بھرا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم فتح کی **دوسری منزل** تک اسی **خدمت خلق** کو اپنا دن رات کا شعار بنا لو۔ ہندوؤں اور غیر قوموں کے دلوں سے اپنی پرانی **فرقہ وارانہ** باتیں اور کم نگاہ لیڈروں کے

پیدا کیے ہوئے سر پھٹول محو کر دو' یہ لیڈر تمہاری قوم کو فتح کی کسی منزل پر پہنچانے کے سامان پیدا نہیں کرتے' نہ ان کی نیت ہے کہ تم کہیں پہنچو' نہ ان میں قابلیت ہے کہ تمہیں کہیں پہنچا کر رہیں' وہ صرف اپنے حلوے مانڈوں اور پھولوں کے ہاروں کی فکر میں ہیں اور لوٹ کا مال حاصل کرکے پھر چوروں کی طرح حساب پوچھتے ہیں کہ تمہیں کس قدر ہاتھ آیا' وہاں سے کیا ملا' اس گروہ کو کس قدر الو بنایا' اس جماعت سے کیا فریب کیا۔ یاد رکھو! قوم کو بادشاہت کی منزل تک پہنچانے والا رہنما تمہیں کبھی شیطانی جذبات کے ابھارنے کے لئے نہیں کہہ سکتا۔ تمہیں کبھی اپنے گھر میں لڑائی پیدا کرنے کے لئے نہیں کہہ سکتا۔ نرا قید ہونے اور صرف مرنے کے لئے حکم نہیں دے سکتا۔

کامیاب لیڈر تمہیں دشمن کی زد سے بچنا ہی سکھائے گا' دس کو مار کر مرنا ہی سکھائے گا۔ نفس کو مار کر روح کو زندہ کرنا سکھائے گا' نیکی سکھلائے گا' قوت اور جنگ کے طریقے سکھلائے گا' سب سے رواداری سکھلائے گا' دنیا کو قبضے میں لے کر پھر دنیا کو دیر تک قبضے میں رکھنے کے طریقے سکھلائے گا۔

خاکسار سپاہیو! میں چاہتا ہوں کہ نیکیوں کا جذبہ عام ہوتا جائے تاکہ ہم جلد از جلد منزل تک پہنچیں۔ میں چاہتا ہوں کہ خدائے بے ہمتا کے بے شمار افضال کی طرح انسانی نیکیوں کی کوئی اجرت نہ ہو۔ خاکسار اپنے قول کا سچا ہو' لین دین میں کھرا ہو' خدا کو ہر دم اپنے پر کوتوال بنا کر رکھے۔ اس کے پانچ وقت کے سجدے خدا کی اطاعت کے نشان ہوں رسمی اور بے مطلب سجدے نہ ہوں' گناہوں کی شہ دینے والے سجدے نہ ہوں' الغرض فتح اس کے قدم چومتی جائے اور وہ اور باخدا بنتا جائے۔

لدھیانہ کیمپ کے سپاہیو اور مسلمانو!

خاکسار تحریک نے مسلمانوں کی بگڑی بنانے کا تہیہ جو کچھ کرلیا ہے اس کو پورا کرنے میں جو کچھ ممکن تم سے ہو سکتا ہے اپنے ہاتھ پاؤں کے عمل سے کرو۔ کیا عجب ہے کہ تمہاری بگڑی بن جائے اور خدا اس اجل زدہ قوم کی فریاد سن لے۔

میں کیمپ کی کامیابی پر تم سب کو مبارکباد دیتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ ہو!

عنایت اللہ خان المشرقی

۱۰ جون ۱۹۳۸ء

انما المومنون اخوۃ (القرآن)

ایمان والے تو وہی ہیں جو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کو اڈوری (سندھ) کیمپ میں

خطاب

جس میں

قرونِ اُولےٰ کے مسلمانوں کے عمل کے ساتھ ساتھ خدا کے عدل کی بھی توضیح کی گئی ہے۔ اور بتایا ہے کہ قرآن کا مغز کیا ہے۔ جب کہ آج کا مسلمان قرآن کے مغز کو چھوڑ کر چھلکے کو پکڑے ہوئے ہے۔

کرے گی داورِ محشر کو شرمسار اک روز
کتاب صوفی و ملاّ کی سادہ اوراقی
اقبال

سندھ عرب مجاہدوں کے سعی و عمل کا ایک پسماندہ نشان ہے

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! صوبہ سندھ کے عین وسط میں کئی قرنوں کے جمود کے بعد ہزارہا سپاہیوں کا عسکری اجتماع اس امر کی دلیل ہے. کہ اس صوبہ کے دن پھرنے کو ہیں۔ سندھ کے صوبہ کا ذکر مسلمان کے تخیل کو اب بھی کچھ نہ کچھ ضرور گرما دیتا ہے۔ سندھ وہ دروازہ ہے جس رستے سے دین اسلام ہندوستان میں داخل ہوا۔ سندھ اسلام کے مشہور قائد محمد بن قاسم سے وابستہ ہے' سندھ سے مسلمان کی وابستگی قرون اولےٰ سے وابستگی ہے' سندھ قرون اولےٰ کے عرب مجاہدوں کی سعی و عمل کا ایک پسماندہ نشان ہے' سندھ میں عرب تمدن اور کلچر کے مٹے ہوئے نشانات باقی ہیں اور سندھ میں جیسا کہ اب خاکسار تحریک کے ایک عمدہ کارکن اور بااثر سجادہ نشین محترم پیر منظور احمد شاہ نے معلوم کیا ہے' پیری اور مریدی کے سلسلے میں اسلامی اطاعت امیر اور مجاہدانہ عمل کا صحیح تصور موجود اور مولوی صاحبان کی خانہ برانداز اور تفرقہ انگیز تعلیم مفقود ہے سندھ کے وسط میں جو محترم میر نور حسین' محترم پیر منظور احمد شاہ' محترم نصیر محمد خان نظامانی اور ان کے ماتحت سالاروں کے عمل کا ایک بے مثال کارنامہ ہے' خاکسار تحریک کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی خشت اول ہے۔ میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تم سب نے مل کر اس اجتماع کو اس حد تک پہنچایا کہ ہاتھ پاؤں کی حرکت اور دلوں میں خدا کا تصور سوکھی ہوئی کھیتوں کو کس قدر جلد ہرا کر دیتے ہیں! فانظر الی اثار رحمتہ یعنی اللہ کی رحمتہ کی نشانیوں کو دیکھو! کا ایزدی میثاق کس قدر جلد پورا ہوتا ہے!

سندھ میں "جہالت" زیادہ ہے؟

سندھ میں کہا گیا ہے کہ جہالت زیادہ ہے پنجاب میں کہتے ہیں کہ "علم" زیادہ ہے۔ پنجاب کو عسکری راہ اور کامیابی کی منزل تک لاتے لاتے ہمیں کئی برس گزر گئے۔ پنجاب کے عالم لوگ اور بڑی بڑی کتابیں پڑھے ہوئے فاضل ہماری بگل کی آواز سن کر چونک اٹھتے ہیں' کچھ دیر آنکھیں ملتے ہیں' کن انکھیوں سے ہماری طرف گھور کر دیکھتے ہیں کہ ہمیں کیوں اٹھایا گیا' دل میں کہتے ہیں کہ یہ کس بد سلیقہ نے ہماری نیند میں خلل ڈالا۔ چڑھے دن کو دیکھ کر کچھ دل میں لاتے ہیں کہ اٹھنے کا وقت بھی ہے کیونکہ باقی لوگ بھی اٹھے ہوئے ہیں مگر تعلیم کی افیون کا خمار ان کی آنکھوں میں اس قدر ہے کہ نیم غنودگی میں پھر لیٹ جاتے ہیں اور پھر ہمارے بگل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے! سندھ کی مشہور جہالت کا یہ کارنامہ

ہے کہ محترم میر نور حسین اکیلا چند ماہ کے اندر اندر بہتوں کو بیدار کر گیا' پیر منظور احمد شاہ چند ہفتوں سے سندھ میں مقیم ہے اور اس چند ہفتوں میں اس نے ایک جم غفیر کو اپنے اشاروں سے کھڑا کر دیا! انگریزی معنوں میں جاہل اور پسماندہ شخص کے اندر ایمان' صحیح علم' اور آزادی کا عظیم الشان نور ہے جو انگریز کے ایجاد کئے ہوئے کئی برقی قمقوں کو مات کر دیتا ہے' انگریزی معنوں میں عالم اور ایجوکیٹڈ شخص خوف' بزدلی' مصلحت اندیشی اور غلامی کا مجسمہ ہے' اس کا علم کتاب کے حجاب اکبر تک محدود ہے' اس سے آگے اس کو کچھ نہیں سوجھتا' اس کی آنکھ حرفوں اور لفظوں کے مردہ ڈھانچوں کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ وہ منطق اور مصلحت کے گورکھ دھندے میں پھنسا ہے اور جتنا سلجھنے کی سعی کرتا ہے اور پھنس جاتا ہے۔

عرف عام میں "جاہل" شخص کی آنکھ براہ راست واقعات اور تلخ حقیقتوں کو دیکھتی ہے' کان بلاواسطہ دنیا کا شور اور غوغائے قیامت سنتے ہیں' کان آنکھ اور اس کا سیدھا سادا غیر منطق دماغ واقعات کی موٹی سی جانچ پڑتال کرتے ہیں اور جھٹ صحیح نتائج تک پہنچ جاتے ہیں۔ کتابی عالم کا دماغ صرف سوچ اور بال کی کھال نکالنے کے لئے ہے۔ اس کے دماغ سے کوئی حکم ہاتھ پاؤں کو نہیں ملتا' اس کے اعضا شل ہیں' حس مردہ ہے' نور اور صحیح روشنی کالعدم ہے۔ عرب کے بدو کسی کالج یا سکول کے پڑھے نہ تھے جب ان کے پاس سادہ اور آسان لفظوں میں قرآن آیا اور حقیقت کھل گئی۔ وہ پابہ رکاب ہو گئے' تمام دنیا کو فتح کر لیا۔ کوس لمن الملک بجا دیا۔ درجنوں مہذب منور اور مشرقی سلطنتیں زیر و زبر کر لیں۔ بڑے بڑے کتابیں پڑھے ہوئے جرنیل ہکے بکے رہ گئے۔ قران کی ایک چھوٹی سی سطر انما المومنون اخوۃ یعنی ایمان والے تو وہی ہیں جو بھائی بھائی ہیں' نے اس روئے زمین پر تہلکہ مچا دیا۔ تم ابھی کسی بوڑھے کھوسٹ شخص کے سامنے جس نے تمہارے انگریزی کالجوں اور سکولوں میں تعلیم نہیں پائی ایک خاکسار سپاہی وردی میں کسا اور بیلچہ بر پشت لا کھڑا کر دو' فورا تمام حقیقت سمجھ جائے گا۔ فورا دعا دے گا۔ فورا تاڑ جائے گا کہ معاملہ کیا ہے۔ بیلچہ' وردی' پیٹی' پٹیاں' چستی' فوجی سلام' سب کچھ سمجھ جائے گا' یہ اس لئے کہ اس کی آنکھ براہ راست دیکھتی ہے' کتابوں کے پردہ کے پیچھے نہیں دیکھتی۔ وہ مسلمانوں کی پہلی حالت سے واقف ہے' ان ایام سے قریب تر ہے' جب کہ مسلمان سپاہی تھے' بادشاہ تھے' ان کی حکومت تھی' انہیں دنیا کا علم اور صحیح خبر تھی۔ انہیں یونیورسٹی اور کالج کی تعلیم کا زہر نہ دیا گیا تھا' وہ اس سرزمین پر ہاتھ پاؤں اور دماغ کے علم سے حکمران تھے۔ جہانگیر اور جہانبان تھے' قرآن

دان تھے' قرآن خوان نہ تھے ' قرآن حکیم کا ایک ترجمہ اردو میں نہ تھا' ایک تفسیر نہ تھی' دنیا پر سلطنت کرنے اور ہر طرف چھا جانے کا دماغ تھا' قوموں پر خوش اسلوبی سے حکومت کرنے کی تجویز و تدبیر تھی' میدانوں اور قلعوں کو سر کرنے کا صحیح تدبر تھا' رعیت کو خوش رکھنے کی عظیم الشان سیاست تھی۔ حفظ نفس اور جہاد بالسیف کی طرف تیز نظر تھی۔

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! تم غور کرو کہ خود انگریز جب ہندوستان میں آیا۔ انگلستان میں ایک مدرسہ نہ تھا' تمام انگلستان میں دو یونیورسٹیاں جن میں چار کروڑ انگریز آبادی میں سے صرف چند سو لوگ تعلیم پاتے تھے' انگریز نے جب مدراس اور بنگال فتح کیا ایک مدرسہ انگلستان میں موجود نہ تھا' انگریز نے جب پلاسی کی لڑائی لڑی انگریزی معنوں میں جاہل اور اسلامی معنوں میں عالم تھا۔ مغلیہ سلطنت کو اپنے دست و بازو سے گرانے کی خوفناک تدبیریں کر رہا تھا' قلعے بنا رہا تھا' اخوت اوراطاعت پیدا کر رہا تھا' اخلاق اور دیانت قائم کر رہا تھا۔ انگلستان کی سرزمین میں پہلا مدرسہ سر جان لینکاسٹر نے ۱۷۰۷ء میں بنایا اور اس وقت انگریز ہندوستان کے ایک بڑے حصے کے مالک تھے!

محمد بن قاسم کا علم و عمل!

محمد بن قاسم ایک بیس برس سے کم عمر کا نوجوان تھا' غور کرو کہ یہ نوجوان سندھ کے ملک کو فتح کرنے کی غرض سے آیا تھا کیونکہ ہندوستان کے کسی مہاراجہ نے عرب کے تجارتی جہاز لوٹ لیے تھے۔ غور کرو کیا محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کے ماتحت سپاہی سب کے سب سترہ برس سے کم عمر کے تھے' جو سب نے اس کی ماتحتی قبول کی۔ اگر تمہارے آج کل کے دنبوں کی طرح پلے ہوئے موٹے موٹے نفسوں کو صحیح مان کر فرض بھی کر لیا جائے کہ سب کے سب چھوٹے بچے تھے تو مجھے بتاؤ کہ ان لونڈوں نے کیونکر سندھ کو مسخر کر لیا اور ملتان تک پہنچ گئے۔ تمہارے مسٹنڈے نوجوان' کوٹ پتلون پہنے ہوئے بابو' بڑے بڑے پگڑ باندھے ہوئے مولوی اور قرآن رٹے ہوئے ہادیان دین سب مل کر ایک ادنی سا جھونپڑا آج کیوں فتح نہیں کر سکتے؟ کیونکہ یہ تمام اقسام کے علم اور رنگ رنگ کے جسم اور آٹھ کروڑ کی تعداد عورتوں کی طرح چوڑیاں پہنے بیٹھی ہے اور عورتوں کی طرح ایک دوسرے کو مہنے دینے' منطق چھانٹنے سیاپا کرنے' اور جنت کے سبز باغ دیکھنے کے سوا ان کا کوئی کام نہیں رہا۔

تفسیروں اور ترجموں کی بھرمار

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! غور کرو تمہارے باپ دادوں نے ایک ہزار برس ہندوستان

کے کسی نہ کسی حصے پر اور آٹھ سو برس تمام ہندوستان یا ہندوستان کے بڑے سے بڑے حصے پر سلطنت کی۔ جو کچھ انہوں نے باقی دنیا میں کیا وہ اس کے علاوہ تھا۔ غور کرو کہ اس تمام اثنا میں قرآن حکیم کا ایک اردو یا فارسی ترجمہ رائج نہ تھا' کیا اس تمام ہزار برس میں تمہارے باپ دادا قرآن سے بے بہرہ تھے اور آج تم نے اس کا ترجمہ کرکے چاروں طرف روشنی پھیلا دی ہے' کیا آج تمہاری تفسیروں' بحثوں' مناظروں اور مذہب پر بے معنی تنقیدوں کا نتیجہ یہ نہیں ہوا کہ قرآن تم سے مکمل طور پر اوجھل ہو گیا ہے' تم نے قرآن سے عظیم الشان فریب کرکے خدا کے قانون کو پس پشت ڈال دیا ہے اور تمہارے گرداگرد کئی قومیں اسی قرآن کو نہ پڑھنے اور قرآن کو رسماً" نہ ماننے کے باوجود قرآن حکیم کے دستور العمل سے وہ عظیم الشان باتیں اخذ کئے بیٹھی ہیں کہ تم ان کے قرآن پر چلنے کا اجر اپنی انگلیاں غصے اور رنج میں کاٹ کاٹ کر دیکھ رہے ہو!

مسلمانو! علم اور جہالت کی نسبت بے مغز کتابوں' لاطائل ادب' شعرو شاعری' مرثیہ خوانی اور نوحہ نویسی' بیکار قائدوں کی ہائے وائے کی مقدار میں ہرگز نہیں' صحیح علم وہاں ہے جہاں عمل ہے خواہ ان عمل والوں نے ایک کتاب بھی پڑھی نہ ہو' علم کا مغز وہیں ہے۔ تمہارے پاس قرآن کا صرف چھلکا ہے اور قوموں کے پاس اس کا مغز موجود ہے۔ یاد رکھو بادام کے چھلکے کو رگڑ رگڑ کر تم دماغ کی بیماری کا علاج نہیں کر سکتے' بادام کا چھلکا بھی بادام نظر آتا ہے' اس کی شکل و صورت بھی وہی ہے' جو بادام کی ہے' مگر مغز بادام کچھ اور خاصیت رکھتا ہے اور چھلکا کچھ اور۔ اس کو سمجھنے کے لئے کسی بڑے دماغ کی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں کے زمانہ انحطاط کا ایک مشہور شاعر کہہ گیا ہے۔

من ز قرآں مغز را برداشتم
استخواں پیش سگاں انداختم

لیکن چونکہ وہ قرآن کا مغز اپنے زعم میں صرف کتاب کے میدان پر رکھ سکا اور اس مغز کو سینوں' دماغوں اور آنکھوں تک پہنچانے کی کوئی ترکیب نہ کی وہ مغز کتاب میں ہی دھرا رہ گیا اور کچھ نہ ہوا!

قرآن کا مغز کیا ہے؟

سپاہیو اور مسلمانو! قرآن کا مغز کیا ہے؟ تم قرآن حکیم کے کسی صفحے کو کھول کر دیکھو تمہیں قرآن اور موجودہ اسلام میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ تم حیران رہ جاؤ گے کہ

اس زمانے کے لوگ جن پر قرآن اترا تھا' ان کو کیا حکم مل رہے تھے' ان کو کیا تنبیہیں دی گئی تھیں' انہیں کیا کچھ عمل کرنے کے لئے کہا گیا تھا' آج اسلام کسی اور شے کا نام ہے' قرآن کو پڑھنے سے کسی ایک آیت کا مطلب حسب حال نہیں ملتا' کسی ایک فقرے کا ربط دوسرے فقرے سے ظاہر نہیں ہوتا۔ ابھی ابھی ایک خاکسار سپاہی نے خاکساری کا رنگ اختیار کرنے کے بعد اپنی خانگی مصیبتوں کا کچا چٹھا میرے پاس بھیجا۔ لکھا کہ اس مجاہدانہ زندگی سے جو میں نے اختیار کی ہے' باپ الگ ناراض ہے' بھائی ملامت کر رہے ہیں' بیوی راستے میں روک ہے' بچے خدا کی راہ میں رکاوٹ ہیں اور سچے بت نظر آرہے ہیں' میری زندگی ایک طعنوں اور ملامت کی زندگی ہے' کئی کافروں اور منافقوں' اور مشرکوں کے گھر میں ایک مسلمان مجاہد کا نقشہ صاف نظر آرہا ہے' کوئی کہتا ہے کہ تمہیں سپاہی بنا کر فوج میں بھرتی کر لیا جائے گا۔ تم اپنی زندگی کو کیوں خطرے میں ڈالتے ہو' جہاد سے کیا فائدہ ہو گا' روزی کس طرح کماؤ گے' تجارت میں گھاٹا پڑے گا' تمہارے باپ دادا کب سپاہی تھے' تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ **ایک خراب دماغ والے انسان کے پیچھے لگے ہو** وغیرہ وغیرہ۔ وہ کہتا ہے طعنوں اور ملامت کو سن کر طبیعت کھٹی سی ہو گئی ہے لیکن قرآن حکیم کی آیت مجاھدون فی سبیل اللّٰہ و لا یخافون لومتہ لائیم۔ (یعنی وہ لوگ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے) آج ہی سمجھ میں آئی ہے' اس سے پہلے دماغ میں نہ آسکتا تھا کہ ان دونوں فقروں کا آپس میں ربط کیا ہے' آج ہی ذہن میں آیا ہے کہ اوہو! جو اللہ کے راستے میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو یہ اٹھ کر کھڑا ہو جانا ہی ملامت کا باعث ہوا کرتا ہے' غرض مند اور غافل' جاہل اور کافر لوگ ان کو روکتے ہیں' یصدون عن سبیل اللّٰہ کا مطلب بھی ابھی معلوم ہوا' یہ بھی ابھی معلوم ہوا کہ **جاہل ہونا ہی کافر ہونا ہے'** اسی لئے ہی زمانہ کفر کو زمانہ جہالت کہا گیا تھا' جہاد کا ملامت سے تعلق بھی آج ہی سمجھا' وغیرہ وغیرہ۔ اب تک مجھے چند نہیں درجنوں خاکسار لکھ چکے ہیں کہ خاکسار تحریک میں آکر قرآن حکیم کی ایک ایک آیت خود بخود واضح ہو رہی ہے' حکموں کی حکمت آج واضح ہو رہی ہے' شرک اور بت پرستی واضح ہو رہی ہے' توحید اور خدا کو ایک ماننا واضح ہو رہا ہے' قرآن کا پروگرام صاف کھل رہا ہے' قرآن اور اسلام کا مغز مل رہا ہے' بے چارہ مولوی جو اپنے بنائے ہوئے دین کی گود میں گرما گرم بیٹھا ہے اور **"سبک ساران ساحل ہا"** کا مصداق ہے قرآن کے ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے الگ کر کے اس کو کیا سمجھے اور کیا سمجھائے۔ وہ قرآن کو **ناقابل فہم**

سمجھ کر اب **حدیث اور فقہ** کو لے بیٹھا ہے جو اس سے بھی مشکل تر کتابیں ہیں اور ان سب چیزوں کے چھلکے کو لے کر اپنے زعم میں ہادی دین بنا بیٹھا ہے۔

مجھے حال ہی میں ایک کالج کے دینیات کے پروفیسر جس کی تعلیم مدرسہ دیوبند میں ہوئی یہ حیرت انگیز حقیقت واضح کی کہ دیوبند میں قرآن حکیم سے **عام بغاوت ہے'** جو شخص **حدیث اور فقہ کو چھوڑ کر قرآن کی کسی آیت** کا حوالہ دیتا ہے اس کو **دقیانوسی** سمجھا جاتا ہے' اس پر آوازے کسے جاتے ہیں۔ پروفیسر موصوف کہتا تھا کہ ہم **دیوبند کے باغی** تھے کیونکہ قرآن کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایسے کئی باغی اب خدا کے فضل سے اب دیوبند میں ہیں' وہ بے چارے چھپ چھپ کر رہتے ہیں کیونکہ **قرآن کو آخری کلام** سمجھتے ہیں۔ دیوبند میں اس مرد حق شناس نے کہا کہ **قرآن حکیم قطعاً بھولا جا چکا ہے!**

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! تم **قرآن بھول جاؤ** اور **خدا تمہیں نہ بھولے** یہ کیونکر ہو سکتا ہے' تم خدا سے مکر کرو اور خدا اپنی چال نہ چلے یہ کس طرح ممکن ہے!

خدا کا عدل کیا ہے؟

یاد رکھو خدا بندوں پر قطعاً" ظلم نہیں کرتا' بندے ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ قرآن کی آیت ہے اور خدا کے عدل و انصاف کی روشن سند۔ اب اس وقت جو تمہارے ساتھ سلوک ہو رہا ہے **خدا کا عدل ہے**۔ جو کئی سو برس تک تمہارے ساتھ عمدہ سلوک کیا **خدا کا عدل تھا**۔ یاد رکھو خدا کسی ایک قوم کا نہیں' کسی ایک نبی کی امت کا نہیں' وہ رب العٰلمین ہے۔ رب المسلمین یا رب الھنود نہیں' سب دنیا میں اس کی اپنی امتیں ہیں' کئی امتوں کو اس نے ہلاک کر مارا' وہ اسی وقت ہلاک کرتا ہے' جب امتیں اس کے دیئے ہوئے قرآن سے بگڑ بیٹھتی ہیں' اسی وقت زندہ کر دیتا ہے جب امتیں اس **قرآن کے مغز کو پھر پکڑ لیتی ہیں**۔ یاد رکھو! **توبہ کا دروازہ** ہر وقت کھلا ہے' جب قرآن کو بعینہٖ ان معنوں میں جن معنوں میں وہ **صدر اسلام** میں نازل ہوا تھا' پھر پکڑ لو گے اسی وقت سے بہتری اور بہبودی شروع ہو جائے گی۔ **ایک ہزار برس تک** اس سے مکر کرتے رہو گے **ایک ہزار برس تک** کچھ نہ بنے گا بلکہ غالب یہ ہے کہ دیر کرنے سے تمہاری طاقتوں کا **زوال** اس قدر مکمل ہو جائے کہ تمہیں اس دنیا سے **بہ یک بینی و دو گوش نکال دینے** کے سوا چارہ نہ رہے!

خاکسار تحریک قرآن کا تھوڑا سا مغز ہے!

اس وقت قرآن حکیم کا تھوڑا سا مغز تمہارے سامنے خاکسار تحریک ہے۔ تمہیں ذاتی اغراض کو فنا کرنے کی تعلیم دی جا رہی ہے تاکہ تم خدا کے بنو' اخوت بھری جا رہی ہے کہ تم طاقتور ہو جاؤ۔ اطاعت کا سبق دیا جا رہا ہے تاکہ خطرناک ہو جاؤ' خدمت خلق پر زور دیا جا رہا ہے تاکہ تم میں روحانیت اور خدا سے تقرب پیدا ہو۔ تم تمام دنیا کو اپنا سکو' تمہارے دشمنوں کی تعداد کم سے کم رہ جائے۔ تم میں تالیف قلوب کا مادہ ظاہر ہو' تم جہانگیری کے بعد جہانبانی کر سکو۔ دوسری قومیں تمہارے ساتھ رواداری اور الفت کے جذبات رکھیں' تم خادم بنو تاکہ سید القوم بن جاؤ' تم میں سپاہیانہ رنگ پیدا کیا جا رہا ہے تاکہ اپنے نفس' اپنی قوم' اپنے دین' اپنے ملک کی لڑائیاں لڑ سکو' تم کو صحت مند بنایا جا رہا ہے تاکہ تمہارے خیالات میں صحت اور بلندی ہو۔ تمہارا اخلاق بے داغ ہو۔ تم بدنی کمزوریوں کے باعث ادنیٰ برائیاں نہ کر سکو۔ اپنی نظریں اونچی رکھو' تمہیں ایک قطار میں کھڑا ہونے کا سلیقہ سمجھایا جا رہا ہے تاکہ تم میں مساوات اور رواداری کے اعمال پیدا ہوں۔ تمہیں خدا کا نوکر بنایا جا رہا ہے تاکہ نفس کے نوکر بن کر بیکار اور عیش پسند نہ بن جاؤ۔ تمہارے بت ہر دم توڑے جا رہے ہیں تاکہ تم خدا کی پرستش کا صحیح کیف سمجھ سکو۔ قرآن کی توحید کی عظیم الشان نافعیت کو سمجھ سکو کہ قرآن حکیم کی' جس نے تم کو تمام دنیا جہان کا حکمراں بنا دیا تھا' اصلی توحید کیا تھی! اس توحید کے معنی صرف خدا کو منہ سے ایک کہنا نہ تھا۔ بلکہ سب بتوں سے جو انسان کے ساتھ ہر دم لگے ہیں عملاً رشتہ توڑ کر خدا کے حکموں کے آگے عملاً سر جھکانا تھا' سمجھ سکو کہ قرآن حکیم کے پروگرام میں وہ کیا زبردست حکمت تھی جس نے عرب کو یکدم زندہ کر دیا تھا۔ تمام عرب اپنی غرضوں اور ہوا و ہوس کے بتوں کو توڑ کر صرف خدا کا بن گیا اور خدا کا بننے کے باعث کس قدر جلد خدا نے اپنی زمین کی حکومت ان پابند خدا' روادار' رؤف اور رحیم مگر برگزیدہ ماسوا اور خطرناک بندوں کے حوالے کر دی! اس تحریک میں تم کو بتایا جا رہا ہے کہ قرآن ایک زندہ دستور العمل ہے! تمام زندہ قومیں (ان آنکھوں سے دیکھ لو) اسی دستور العمل پر چل رہی ہیں۔ سب اسی مغز کو لئے ہوئے ہیں کسی زندہ قوم کا اسلام اور قرآن پر چلنے کے سوا چارہ نہیں۔ کسی قوم میں ہزارواں حصہ اسلام کا ہے اس کو اس ہزارویں حصے کا اجر مل رہا ہے کسی میں سوواں حصہ ہے وہ اسی قدر فیض پا رہی ہے' ہم مسلمانوں میں اسلام کا کوئی حصہ باقی نہیں رہا اس لئے ہم دکھ اٹھا رہے ہیں!

قرونِ اُولیٰ کا سماں

سپاہیو اور مسلمانو! تمہیں اس تحریک میں عملاً بتایا جا رہا ہے کہ دیکھو جب دین خدا پر چلنے لگو گے فوراً تمہارے مخالف پیدا ہو جائیں گے۔ خدا کے احکام کے منکر پیدا ہو جائیں گے' کافر پیدا ہوں گے' منافق پیدا ہوں گے' تمہارے ساتھ تلوار کی لڑائیاں لڑنے والے' تم پر اوجھ اور گندگی پھینکنے والے' تمہاری اچھائیوں کو برا کہنے والے' تم پر خدا کی زمین تنگ کرنے والے' گرمی اور سردی کا عذر کرنے والے' لنگ عذرات کرنے والے' جہاد سے بھاگنے والے' اللہ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والے' بزدلی سے لڑنے والے' الغرض ظالم' منافق' مشرک' کافر' فاسق کے جو اعمال حرف بہ حرف قرآن کی آیتوں میں موجود ہیں' سب کے سب ظاہر ہوں گے۔ قرونِ اولیٰ کا وہی سماں پھر آنکھوں کے سامنے پھرے گا' غرض مند لوگ جو اپنی اغراض کی پرستش کر رہے ہیں تمہیں دین خدا پر چلنے نہ دیں گے' تمہاری راہ میں روڑے اٹکائیں گے۔ تمہارے اپنے اور خون کے رشتے تمہارے جانی دشمن بنیں گے' یہ کس لئے؟ صرف اس لئے کہ انسان وہ بدبخت وجود ہے کہ پیشاب کے قطرے سے پیدا ہو کر خدا کا کھلا دشمن ہے' اپنے نفس کا کھلا بندہ ہے' اپنی غرض اور اپنے نفس کے سوا کسی کو نہیں دیکھ سکتا! خدا کو ہمیشہ "باخدا" ہونے کا دھوکہ دیتا ہے' لیکن دراصل وہ خود غرض ہے' صرف نفس پرست ہے' ہوا پرست ہے' لذات پرست ہے۔ قومیں صرف اپنے نفس کو ہلاک کرنے سے بنتی ہیں' صرف ایثار اور جہاد بالسیف سے بنتی ہیں' صرف بت شکنی اور توحید سے بنتی ہیں۔ انسان اس تکلیف دہ زندگی کو قطعاً پسند نہیں کرتا' خدا کے احکام کی تاویلیں ڈھونڈتا پھرتا ہے' خدا کے کلام کو توڑ مروڑ کر اس میں تحریفیں پیدا کرتا ہے' اس سے بھاگنے کے حیلے وضع کرتا ہے' دین کے نئے نئے رنگ پیدا کرتا ہے' تاکہ کسی رنگ میں آسانی پیدا ہو۔ خدا کے رنگ کو شیطان کے رنگ سے بدلنا چاہتا ہے' کبھی قرآن حکیم کو جس کے متعلق تمت کلمہ ربک صدقا و عدلا لکھا ہے (یعنی اللہ کے کلمے اس قرآن میں سچائی اور انصاف سے ختم ہو گئے) ناسخ اور منسوخ قرار دیتا ہے' کبھی کہتا ہے کہ یہ آیت فلاں جگہ اتری اس کا فلاں جگہ شان نزول ہے' اس کا اشارہ فلاں قوم کی طرف ہے' یہ حکم ہم لوگوں کے لئے نہیں فلاں قوم کے لئے تھا' کبھی عقاید وضع کرتا ہے کہ انسان کی سرپھٹول انسان سے ہو' قوم کے ایک حصے کی جنگ دوسرے حصے سے ٹھنے اور دکانداری بنی رہے' کبھی تفسیر و تشریح کرتا ہے کہ اس تفسیر کے طومار میں حقیقت اور حکم چھپ جائے' کبھی اس قرآن پر صرف و نحو کے غلاف اوڑھتا ہے کہ قرآن چھپ جائے' کبھی اس قرآن پر درس دیتا ہے کہ درس دیتے دیتے ہی عمر صرف ہو جائے اور خدا سے مکر کہ "ابھی قرآن کا علم حاصل کر

رہے ہیں"۔ بنا رہے! کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر کی بحثیں کھڑی کرتا ہے' تاکہ دونوں طرف خوب حلوہ مانڈا ملتا رہے اور قرآن چھپ جائے' کبھی پاجامے' داڑھی مسواک' اور ڈھیلوں کی بحث لے بیٹھتا ہے' تاکہ تلوار' نیزے' خنجر' توپ اور بندوق کی بحث ختم ہو' کبھی غیر مسلم قوموں میں تبلیغ کا رنگ رچاتا ہے تاکہ اپنے کفر پر جس کی تعریف قرآن میں بالکل واضح ہے پردہ پڑا رہے۔ کبھی اپنے آپ جنت کا چوکیدار بنتا ہے تاکہ جنت حاصل کرنے کی قرآنی شرطیں واضح نہ ہونے پائیں۔ الغرض کہیں فرقے ہیں' کہیں گدیاں' کہیں عقیدے ہیں' کہیں عرس' کہیں حلوا' کہیں سویاں' کہیں مناظرے' کہیں پلاؤ' لیکن خدا' رسول' اسلام' دین' قرآن' توپ' تلوار' بھوک پیاس' پتھر' خون' قتل قتال' جہاد' قلعہ' حملہ' فوج' نصرت' فتح کا ایک حرف تمام دنیا میں باقی نہیں رہا۔

مسلمانو! اگر تم غور سے دیکھو تو تمہارے مذہب کے پیشواؤں نے پچھلے دو سو برس سے تمہارے دین کا وہی حال کر دیا ہے جو ہندوؤں کے پنڈتوں اور سکھوں کے مہنتوں نے اپنے اپنے مذہبوں کا کر دیا ہے!

دین اسلام میں کوئی پیچ اور کجی نہیں!

مسلمانو! اسلام کو سمجھنے کے لئے اب بھی کسی بڑی منطق کی ضرورت نہیں' یہ مذہب عرب کے سیدھے سادے اور ان پڑھ لوگوں کا تھا اور اس لئے "آناً فاناً" چل گیا کہ یہ مذہب سیدھا سادہ تھا۔ قرآن حکیم میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی اونچ نیچ اور کجی نہیں' قرآن حکیم کو آسان کتاب لکھا ہے' مبین کتاب کہا ہے' اس مذہب میں وہ تمام پیچیدگیاں نہیں جو لوگ کئی سو برس سے سمجھے بیٹھے ہیں اور اس غم میں مدت سے گھل رہے ہیں! سب پیچیدگیاں غرض مند لوگوں نے جان کر ڈالی ہیں' تاکہ اصل دین سے جس پر عمل نہایت تکلیف دہ ہے توجہ ہٹی رہے' عرب نے اس تکلیف دہ اسلام کو اس لئے جلد قبول کر لیا تھا کہ عرب ایک جنگ آزما اور جفا جو قوم تھی جن کے اپنے وطن میں کوئی آسائش موجود نہ تھی۔ ان کو دین اسلام کا دنیاوی نفع فوراً سمجھ میں آگیا اور انہوں نے فوراً اس دین کو پکڑ لیا جس میں اخروی فائدے کے علاوہ دنیاوی فائدہ فوری تھا! اسلام نے صالح بندوں کو زمین کے بادشاہ بنانے کا وعدہ دیا عرب فورا صالح العمل ہو گئے' جہاد کرنے والوں کو کہا کہ ہم تمہیں ان کی زمین کا مالک کر دیں گے۔ عرب فورا مجاہد بن گئے اور وہی قوت جو آپس کی لڑائی میں صرف ہوتی تھی ادھر صرف ہونے لگی۔ خدا نے لیستخلفنهم فی الارض' یعنی خدا ضرور ان

کو زمین کا خلیفہ بنائے گا' کا وعدہ ایمان والوں کو دیا' عرب جھٹ ایمان والے بن گئے۔ وعدکم اللہ مغانم کثیرة کی آیت قرآن میں اتری یعنی خدا تم سے بڑے مال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے' عرب فوراً" ان غنیمتوں کے درپے ہو گئے۔ ادھر دنیا میں سرسبز باغات کی حکومت جو انہوں نے کبھی آنکھوں سے دیکھے نہ تھے ادھر والاخرة خیر وابقی کا دلپذیر بیان یعنی آخرت اس دنیا کے انعاموں سے بھی اچھی اور زیادہ دیر تک رہنے والی ہے۔ الغرض عرب نے اپنے سچے پیغمبر علیہ الصلوٰة والسلام کو فی الحقیقت سچا اور خدا کی طرف سے آیا ہوا سمجھ کر فوراً اس پروگرام کو بلاعذر تسلیم کر لیا اور دین اور دنیا دونوں میں نہال ہو گئے!

دین اسلام کا ہر حکم بے پناہ طاقت پیدا کرنے کے لئے ہے:

مسلمانو! غور کرو دین اسلام وہی ہے جو پیغمبر خدا آسمان سے لائے تھے اس کے سوا کوئی دین اسلام نہیں' اس دین پر چلنے کا نتیجہ یہ تھا کہ چند برس کے اندر اندر عاجز اور بے کس مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا اور رسول خدا کے بعد خلفائے راشدین دنیا کے ایک بڑے سے بڑے حصے پر اپنے دست و بازو کے زور سے چھا گئے۔ آج جو اسلام یہ پیدا نہ کرے وہ ہرگز اسلام نہیں۔ اب غور کرو کہ قرونِ اولیٰ کے اس اسلام کا یہ نتیجہ کیوں تھا۔ یہ اس لئے کہ قرآن کا ہر حکم اور ہر امرونہی اسی بے پناہ طاقت پیدا کرنے کے لئے تھا۔ مسلمانوں کو جو لوائے محمد کے نیچے جمع ہو گئے تھے اسی غالب ہونے کے دستورالعمل سے پھر آشنا کرنا تھا۔ قرآن حکیم میں کہا تھا کہ سچے بنو اور سچ بولو تاکہ مسلمان کو مسلمان پر کامل اعتماد ہو اور وہ اور زیادہ اخوت میں جکڑے جائیں۔ خدمت خلق کرو تاکہ ان میں روحانیت اور خدا سے تقرب پیدا ہو جائے اور وہ خطرناک ہو جائیں' پورا تول ہو تاکہ ان کی تجارت بڑھے اور وہ آسودہ حال ہوں۔ ان کی دوسری قوموں میں ساکھ بڑھے' وعدہ وفا کرو تاکہ میدان جنگ میں کوئی بد نظمی نہ پیدا ہو سکے۔ زنا نہ کرو تاکہ نیک سپاہی بے پناہ جسمانی اور روحانی طاقت کا مالک ہو' ایک رسی کو پکڑو تاکہ ایک رسی میں پروئے رہیں۔ تفرقہ نہ کرو تاکہ ناقابل شکست ہو جائیں۔ نماز پڑھو تاکہ ایک صف کی مساوات' اخوت' اطاعت امیر' ہر دم تازہ ہوتی رہے۔ زکوٰة دو تاکہ بیت المال پُر رہے۔ اور تمام دنیا کے مصائب پر عبور ہو۔ حج کرو تاکہ ایک روحانی اور

دنیاوی مرکز بنا رہے۔ روزے رکھو تاکہ میدان جنگ میں یہ روزہ کام آئے۔ خدا کے سوا کسی کے آگے نہ جھکو تاکہ صرف خدا اس فوج کا جرنیل رہے۔ شیطان آکر اس کو بکھیر نہ دے۔ جہاد کرو تاکہ ملک فتح ہوں۔ میدان جنگ میں پیچھے نہ ہٹو تاکہ جہاں مسلمان جائیں فتح پائیں۔ ایک دوسرے پر بدگمانی نہ کرو تاکہ بھائی بھائی بن کر سب جڑے رہیں۔ والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرو تاکہ خانگی زندگی بے مثل محبت سے گزرے اور جماعت مضبوط رہے' ہجرت کرو تاکہ مسلمانوں میں جہانگیری کا مادہ پیدا ہو۔ عدل کرو تاکہ جہانبانی سیکھیں۔ چور کے ہاتھ باندھ دو تاکہ بددیانت ہونے کی کمزوری جماعت میں پیدا نہ ہو۔ شراب نہ پیو تاکہ سپاہیانہ قوتیں اور جسمانی صحت خراب نہ ہو۔ سور نہ کھاؤ تاکہ شہوانی جذبات حد سے نہ بڑھیں۔ عورتیں حجاب کریں تاکہ قوم میں بے حیائی پھیل کر اس کی جنگی قوتیں خراب نہ ہوں۔ مرد اور عورتیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں تاکہ قوم کی نسلی عظمت برقرار رہے۔ الغرض کیا کیا بیان کروں۔ جس حکم کو لو گے اس میں یہی قوم کی جماعتی قوت کا اصلی اور سچا رنگ نظر آئے گا۔ قرآن حکیم کی ایک ایک آیت اسی نکتے کی طرف جا رہی ہے اس کا بین اور روشن ثبوت یہ ہے کہ رسول خدا صلعم اور صحابہ کرامؓ خلفائے راشدینؓ تابعین اور تبع تابعین سب کا قرآن پر عمل اسی جنگی اور جماعتی نکتے پر آکر ختم ہوا۔ تین سو برس تک مسلمان اس کو اسی طرح سمجھتے رہے۔ نہ اس اسلام میں فرقہ بازی تھی' نہ تصوف کا موجودہ رنگ' نہ کونوں میں بیٹھ کر تسبیح خوانی' نہ نری دعائیں' نہ نرے درد اور وظیفے' نہ بے اثر سجدے نہ سطحی نمازیں' نہ آیتوں پر سرپھٹول' نہ دنیا کو لات مارنا' نہ قوت سے نفرت' نہ تجارت کی تحقیر' نہ دولت کی بجائے مفلسی۔ الغرض اگر قرآن حکیم کو پڑھتے وقت یہ مدنظر رکھو گے کہ ہمارے آباواجداد نے قرآن کو کیا سمجھ کر عمل کیا اور نتیجے کے طور پر کیا حاصل کیا تو تمام قرآن آسان ہو جائے گا۔ ایک ایک آیت خودبخود واضح ہوتی جائے گی اگر اس کو آج کل کے پیشوایان مذہب کا بنایا ہوا گورکھ دھندا سمجھ کر پڑھو گے تو قرآن ابدالآباد تک واضح نہ ہوگا.

اس وقت اس عظیم الشان کیمپ میں قرون اولیٰ کی قرآنی زندگی کا ایک عظیم الشان نظارہ ہے اور آنکھیں ایک منظر سے دوسرے منظر کی طرف پھسل رہی ہیں۔ میری آنکھیں ان نظاروں کو دیکھنے کے لئے ترس رہی تھیں۔ خدا میر نور حسین کا بھلا کرے کہ اس نے یہ منظر یہاں بھی دکھلا دیا۔

مسلمانو! بڑھے چلو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء

عنایت اللہ خان المشرقی

واعتصموابحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا

اور اللہ کی رسی (قرآن حکیم) کو مضبوطی سے باہم مل کر تھام لو اور ٹولیوں اور فرقوں میں بٹ نہ جانا۔

۲۵ جون ۱۹۳۹ء کے ایبٹ آباد کے مرکزی کیمپ میں

خطاب

جس میں حضرت اسماعیل شہید کی دعوت جہاد اور ان کی شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ان کی شہادت اور ناکامی میں "ہادیان دین" کا ہاتھ تھا۔ امیر امان اللہ خان والی افغانستان کو تخت سلطنت سے دست بردار کرانے میں ان "ہادیان دین" نے اہم کردار ادا کیا۔ یہی "ہادیان دین" مسلمانوں کے زوال کے اصل مجرم ہیں۔

حذر ز دست قضا' الحذر دست قضا
حذر ز دست قُضاۃ و اکابر و "عُلَما"

حضرت اسماعیل شہیدؒ کی دعوت اسلام

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! ہزارہ کا یہ شاندار مرکزی کیمپ جو یہاں سے ایک ہزار میل دور لکھنؤ کے ایک مرد مجاہد حکیم محمد اکرم خان جلیس کے زور قلم نہیں زور قدم کا نتیجہ ہے' ہزارہ کی پچھلی یک صد سالہ تاریخ میں ایک یادگار واقعہ ہے۔

قریباً ایک سو برس ہوئے کہ ٹھیک اسی وطن میں زوال سلطنت سے متاثر ہو کر ہندوستان کا ایک بڑا مجاہد حضرت اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ مسلمان کی ٹوٹی پھوٹی طاقت کو پھر جوڑ کر سکھوں سے جنہوں نے اس وقت تک دین فطرت کے قانون کو عملاً پکڑ کر پنجاب میں سلطنت قائم کر لی تھی' نبرد آزما تھا۔ ایک سو برس ہوئے ٹھیک اسی وطن میں اسی طرح جیسا کہ اب ہے مسلمان کو اس کی بھولی ہوئی عسکری زندگی اور خدا کی راہ میں مجاہدانہ وار پھر کھڑے ہو جانے کا سبق یاد دلا کر اللہ کا یہ نیک بندہ' ایک سو بلکہ ایک حساب سے دو سو برس کی بگڑی بنانے کی دیانتدارنہ سعی میں مصروف تھا' یہی وقت تھا کہ قانون خدا اور نباء عظیم سے اس باخبر بندے نے قرآن حکیم سے دور ہٹے ہوئے مسلمان اور ھل یھلک الا القوم الظلمون نیز ھل یھلک الا القوم الفاسقون کے خدائی محاکموں کی رو سے ظالم اور فاسق مسلمان کو قرآن سے قریب ترلانے کے لئے ایک کتاب تقویتہ الایمان لکھی جس میں بلا خوف لومتہ لایم مسلمان کو ہلاکت کے دردناک عذاب سے بے گمان طور پر ڈرایا۔ مسلمان پر اس کا قرنوں کا گناہ واضح کیا' مسلمان کو بتایا کہ اگر تم پھر قانون خدا کی راہ کی طرف لوٹ کر نہ آؤ گے اور سچے دل سے عملاً" توبہ نہ کرو گے تو ہلاکت کا ڈنکا صاف بجنے والا ہے' یستبدل قوما غیر کم کا فرمان الٰہی نافذ ہو چکا ہے۔ روحوں کو قبض کرنے والے ملائک کو حکم مل چکا ہے اور موت کی گھڑی قریب آن پہنچی ہے۔ اس وقت دہلی کے پایہ تخت پر ایک برائے نام مغل بادشاہ ابو ظفر بہادر شاہ اپنی شعرو شاعری یا فقرو زہد کے ادعا میں مگن تھا' تلوار کے سبق کو چھوڑ کر حسن و عشق' درد دل اور غم ہجر کا سبق لے رہا تھا' ہاتھ پاؤں کے زور سے اپنی قسمت بدلنے کی بجائے نوحوں اور مرثیوں یا ذکرو اذکار سے اپنا نوشتہ تقدیر بدلنے کے درپے تھا۔ ٹھیک اس وقت انگریزی قوم کامل دو سو پچاس برس کے شبانہ روز نیک عمل اور ان تھک کوشش کے بعد' قانون خدا کے ایک خاصے حصے پر عمل کر کے جوان اور خوبصورت' مستعد اور صالح بن کر نکلی اور ہندوستان کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو گئی۔ حضرت اسماعیل شہید نے بر

وقت اور عین موقعہ پر جب کہ ماتھے پر لکھا ہوا جلد مٹ سکتا تھا' مسلمانوں کو قلم کے ذریعے سے عسکریت اور جہاد کا فراموش شدہ عمل یاد دلایا۔ بس پھر کیا تھا موت کی دھتکاری اور خدا کی درگاہ سے راندی ہوئی قوم اس قلم اور قدم کی صدائے بے ہنگام سے چیخ اٹھی۔ ایک سو برس سے خواب عشرت میں مست مسلمان اور ڈیڑھ سو برس سے قانون خدا کو محرف کر کے قوم کے دل پتھر کر دینے والا مولوی دونوں اس کے خلاف پابہ رکاب ہو گئے۔ نابکار مولوی نے اس کتاب کو جس میں سیدھے سادے چند قرآنی مسئلے اور شرک و بدعت کی پرانی اصطلاح کو برقرار رکھ کر مشرکانہ رسوم سے اجتناب کرنے کی سخت الفاظ میں تنبیہ کی گئی تھی کفرو الحاد قرار دیا' اس مرد مجاہد کو جس نے دشمنان اسلام کو تہس نہس کرنے کے لئے تلوار ہاتھ میں پکڑ لی تھی' جس نے ہری سنگھ نلوہ جیسے بہادر کو' جس کا نام لے کر مائیں اپنے روتے بچوں کو چپ کرایا کرتی تھیں' پے درپے شکست دے کر صوبہ سرحد کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا تھا' ملحد اور زندیق قرار دیا۔ اس کو بے شمار ایذائیں دی گئیں۔ گھر سے نکالا گیا۔ لعنت کی بارشیں منبروں اور میدانوں میں برسائی گئیں' خفیہ جاسوس جو اس کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتے تھے اس پر چھوڑ دیئے گئے' منافقوں کو جن کا منشاء اس کے پیدا کردہ گروہ میں بغاوت پھیلا کر جہاد بالسیف کے جذبے کو فرو کرنا تھا' نہایت مکاری اور ریاکاری سے اس کی جماعت میں داخل کر دیا۔ اسماعیل شہید کی ہر فتح منافقین اسلام کو مایوس اور ہر شکست ان کو خوش بخوش کر دیتی تھی۔ الغرض ان اسلام کے نابکاروں اور گھن کی طرح قوم کی قوت کو کھا جانے والے مولویوں اور ملاؤں کا منشاء یہ تھا کہ اسلام پھر زندہ نہ ہونے پائے۔ نبی کریم کا لایا ہوا سبق کوئی شخص پھر دینے اور ان کا ایک سو برس کا خراب کیا ہوا بھانڈا پھر پھوڑنے نہ پائے' خدا کی طرف سے ختم ہوئی ہوئی لیکن ملاؤں کی طرف سے ختم کی ہوئی نبوت پھر شروع نہ ہو جائے' ان کی گدیاں ان کا چوہدرپن' ان کا ارباب من دون اللہ ہونا' ان کا خدا سے چھڑوا کر اپنی ذات سے لو لگوانا' خدا کی محتاجی سے ہٹوا کر انسان کی محتاجی اختیار کرانا' کوئی انسان منسوخ نہ کر دے۔

اسماعیل شہید کی شہادت

ٹھیک اسی ہزارہ کی سرزمین میں ایک سو برس پہلے مسلمان کا بچہ بچہ اپنے نئے حاکموں کے ظلم اور سکھاشاہی سے جان بلب تھا' اسماعیل شہید کے عمل سے مسلمان پھرپا بہ رکاب ہو گئے' سعی و عمل کا آب حیات جو ایک سو برس سے سوکھ کر رگوں میں منجمد ہو گیا تھا' پھر

خون کی صورت میں دوڑنے لگا' اس زندگی اور اتحاد' اس خدا دوستی اور ماسوا سے قطع نظری' اس اللہ کی عبادت اور ماخلیٰ سے بغاوت' اس خدا آشنائی اور انسان دشمنی کو مولوی کہاں برداشت کر سکتے تھے' "ہادیان دین" نے اس اصل اسلام کو یکدم جڑ سے اکھاڑنے کا فیصلہ کیا اور شیطان کی یہ جہنمی ذریت' اس نیک عمل انسان کو شہید کر کے رہی۔ شہید ہونے کے بعد خدا نے اس نابکار اور ابلیس زدہ امت سے جلد از جلد بدلہ لیا' چند برس کے اندر اندر تمام سرحد کا علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا' ظالم سکھوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی' لیکن خدا کی زمین ان سے صالح تر بندوں یعنی انگریزوں کو انعام میں دی گئی۔ دہلی کا برائے نام شاہی تخت جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا گیا گویا مغلیہ سلطنت کا آخری ٹمٹماتا ہوا چراغ ۱۸۵۷ء کی آخری ٹمٹماہٹ کے بعد گل کر دیا گیا۔ عرش کے علم بردار فرشتوں نے بارگاہ کبریا و جبروت میں حمد عرض کی اور کہا کہ بار الہا اس ظالم اور نااہل قوم کا قصہ پاک کر دیا گیا!

اسلام اگر یہی ہے تو غلبہ کہاں ہے؟

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! آج کامل ایک سو برس کی بے ہوشی کے بعد مسلمان پھر اٹھا ہے' پھر قرآن حکیم کو مسلمان اور اسلام کا آخری دستور العمل یقین کرنے کے بعد رگوں اور ہاتھوں پیروں کو حرکت ہونے لگی ہے' پھر مسلمانوں کے دماغ میں جنبش ہوئی ہے کہ ہمارے موجودہ اسلام میں کچھ کلا ضرور ہے۔ اگر اسلام یہی ہے جو مولوی اور ملّا بتا رہا ہے تو طاقت اور غلبہ کہاں ہے' بادشاہت اور جہانبانی کہاں ہے' عالم آرا رحمت کی بدلیاں کدھر ہیں' جہاں انگیز سطوت اور جبروت کیوں میسر نہیں' ہاں ہاں پھر ضرور ایک سو برس کی مزید سزاؤں کے بعد جس میں دولت' عزت' غیرت' محبت' تجارت' لیاقت' ذہنی فوقیت' راحت اور فراغت کا آخری سامان لٹ چکا ہے' دلوں میں سوال پیدا ہو رہا ہے کہ ہمارے دین کی رہبری کے مدعی ہمیں اس سو برس میں کدھر سے کدھر لے گئے ہیں' سو برس کی مولوی کی ہدایت کا جائزہ لینے کے بعد اب مولوی کے بہی کھاتے میں سب طرف گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔ ادھر مولوی کی رشد و ہدایت کے متعلق مسلمان کے دل میں پچھلے تیس برس سے سب سے بڑا کھٹکتا ہوا کانٹا امیر امان اللہ خان کا واقعہ ہائل ہے۔

والئے افغانستان امیر عبدالرحمٰن خان کی تڑپ!

اس چودھویں صدی کے غازی اعظم امیر امان اللہ خان کے جد امجد امیر عبدالرحمٰن خان

کے متعلق مشہور ہے کہ اس کو جب انگریزوں کے ساتھ اس معاہدہ کی یاد آتی تھی جس کی رو سے اس نے حکومت ہند کو خراج دینا منظور کیا تھا تو اپنے آپ پر غصہ اور رنج کی وجہ سے آنکھیں خطرناک طور پر سرخ ہو جاتی تھیں۔ افغانی غیرت کے جنون انگیز جوش میں وہ سر مجلس اٹھ کھڑا ہوتا تھا' پھر ادھر ادھر دیوانہ وار ٹہل کر خطرناک پاگلوں کی طرح اپنے دائیں ہاتھ کی پشت کو جس نے اس معاہدے پر دستخط کئے تھے دانتوں میں لے کر اس زور سے پیستا تھا کہ چار انچ چوڑا گول زخم' جس میں سے خون کے فوارے نکلتے تھے' ہو جاتا تھا پھر طبیب اس زخم کو کئی مہینوں میں درست کرتے تھے۔ مسلمان آج دل ہی دل میں انگشت بدنداں ہے کہ آخر امیر امان اللہ خان غازی کا جس نے کم و بیش ستر برس کی غلامی کی لعنت کو ۱۹۱۸ء میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا' ناقابل معافی قصور کیا تھا کہ ملاؤں کی طرف سے اس پر کفر کا فتویٰ لگا۔ اس جان سے زیادہ عزیز نجات دہندہ قوم کو ملک بدر اور خانہ بدوش کیوں کیا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۲۸ء میں جب میں نے بمبئی میں قومی درد کے اس رسیا اور شراب عشق دین کے اس بڑے رند کو ہمدردی کا ایک جگر پاش تار بھیجا اور حوصلہ دلایا کہ افغان قوم میں تمہارا بویا ہوا آزادی اور تقدم کا بیج ایک دن شاندار درخت ہو گا اور آئندہ نسلیں تمہیں ہمیشہ کے لئے افغانستان کا سب سے بڑا بادشاہ کہہ کر پکاریں گی تو اس نے جواب دیا کہ مجھے افغان قوم پر فخر ہے اور میری آرزو ہے کہ میں اس کی کچھ خدمت کر سکوں۔

مسلمان اس وقت سے شدید پیچ و تاب میں ہے کہ اس دل کی الجھن کو کیونکر دور کرے اس سے زیادہ روشن اور صریح معصیت' اس سے زیادہ بڑا اور کھلا گناہ' اس سے زیادہ جھر بالسوء صفحہ زمین پر کہیں نہیں ہوا۔ اور اس گناہ کے مجرم مولوی اور ملا ہیں۔

بالآخر دس برس کی کشمکش کے بعد مسلمان کذب و دروغ کے اس ہولناک عفریت سے آزاد ہو کر اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ پچھلے دو سو برس کی تمام معصیت کاری' تمام غفلت' تمام خانہ براندازی' تمام میدانی شکستوں' تمام خانگی فسادوں' انگریزوں کے ہندوستان میں آگھسنے' مغلیہ فوجوں کے میدان جنگ میں نرم پڑ جانے' اورنگ زیب کی داراشکوہ سے لڑائیوں' جہانگیر کی عیش پرستیوں' محمد شاہ کے غرق مئے ناب ہونے' سکھوں کے جنگی قوم بن جانے' مرہٹوں کے خطرناک قوم ہو جانے' الغرض اس تمام داستان کا جس کی وجہ سے مغلیہ سلطنت ساڑھے تین سو برس کی بے مثل ابہت اور جبروت کے بعد گل کر دی گئی واحد ذمہ دار دین اسلام کا خود ساختہ ہادی اور مُلّا ہے۔

پکی روٹی کا ایمان!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! حضرت اسمٰعیل شہید اور غازی امان اللہ خان کے ان واقعوں پر جو ایک صدی کے اندر اندر ہوئے غور کرو۔ ان دونوں واقعوں کے بعد پھر خاکسار تحریک کے واقعے پر جو غازی امان اللہ خان کی تخت سے دست برداری کے معاً بعد ۱۹۳۰ء میں شروع ہوا اور اب قریباً نو برس سے جاری ہے غور کرو۔

غور کرو کہ خاکسار تحریک نے اس مدت میں مسلمان کو کونسا نقصان پہنچایا ہے، کونسا بدراہ کیا ہے، کس کو چوری کرنا سکھلایا ہے، کس کو زنا کرنے کی ہدایت کی ہے، کس کو نماز سے روکا ہے، کس کو کہا ہے کہ اپنے عقیدے بدل دو۔ نہیں بتاؤ اور سب باتیں چھوڑ کر عرف عام میں جن چیزوں کو مولوی اسلام کہتا ہے، تم صرف انہی چیزوں کو سامنے رکھ کر بتاؤ کہ ہم نے مسلمان کو سپاہی کی وردی پہنا کر کونسی چیز سے روکا ہے جس کو وہ سپاہی کیا کرتا تھا۔ نہیں بتاؤ کیا ہم نے کبھی کسی خاکسار کو کہا ہے کہ تم اس سے پہلے قبروں کی پرستش کیا کرتے تھے، اب نہ کرو۔ تم پیروں کے آگے سجدہ کرتے تھے اب نہ کرو۔ تم پہلے گیارھویں کا حلوہ پکایا کرتے تھے اب نہ پکاؤ۔ تم اپنی عورتوں کو پیر صاحبان کے پاس بیعت کے لئے لے جاتے ہو اب نہ لے جاؤ۔ تم پکی روٹی پر ایمان رکھتے تھے اب نہ رکھو، تم اس کے مسئلے پر کہ شہوت کے وقت (معاذ اللہ) مشت زنی جائز ہے، ایمان رکھتے تھے اب نہ رکھو۔ تم مولویوں کے اس مسئلے پر کہ رسول خدا صلعم کا پاخانہ معاذ اللہ صحابہ کرام کھاتے تھے، ایمان رکھتے تھے اب نہ رکھو۔ نہیں تم مجھے بتاؤ کہ ہم نے خاکسار تحریک قائم کرکے مسلمان کو کس مولویانہ اسلام سے کن مولویانہ عقایدسے، کن باتوں سے جن کو اس نے اسلام کا جز قرار دیا ہے منع کیا ہے۔ ہم نے اس تحریک میں صاف اعلان کیا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے گروہ میں مضبوطی سے داخل رہے، اپنے اپنے عقاید پر جما رہے، جس شے کو وہ اعتقادی اسلام سمجھتا ہے، سمجھے رہے، سنی سنی بنا رہے، شیعہ شیعہ رہے، اہل قرآن قرآن والا رہے، اہل حدیث حدیث والا رہے، سب رہنماؤں کی دل سے تعظیم ہو، لیکن قرآن کے صرف ایک حکم واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کے احترام میں اور نیز اس لئے کہ ان اختلافات عقاید کی وجہ سے اب ہم ٹھیک جہنم کے گڑھے کے کنارے کھڑے ہیں، سب اللہ اور اس کے رسول کے نام لیوا ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں۔ عقیدہ صرف اپنے دل کی بات ہے، اس کا تعلق خدا سے ہے، اس نیت کو جاننے والا صرف خدائے علام الغیوب ہے،

اس لئے ان عقیدوں کو اپنے دل سے متعلق ہی رکھیں اور سب باہم عملاً ایک ہو کر رہیں، سب سپاہی بن جائیں۔ جب تیرہ سو برس کے تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ عقاید پر اتفاق محال ہے تو اب آخرش ہار کر صرف ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن کی خاطر سب ایک قطار میں ہو جائیں تاکہ کم از کم جہنم کے گڑھے سے تو ضرور دور ہو جائیں۔

مولوی کے نزدیک اسلام کا عروج اس کی موت کے مترادف ہے!

مسلمانو! انصاف سے بتاؤ کہ اس تجویز میں کیا گناہ تھا؟ کس مولوی پر حملہ تھا، کس فرقے کی تباہی تھی، کس کی گدی چھنتی تھی، کس کی دکان بے رونق ہوتی تھی، حضرت اسماعیل شہید نے فرض کر لو کوئی گناہ کیا ہو گا، غازی امان اللہ نے سمجھ لو کچھ کیا ہو گا جو ہمیں معلوم نہیں۔ لیکن بتاؤ کہ ہم نے مسلمان پر کیا ظلم ڈھایا، کیا ستم ایجادی کی، کون سے چندے لئے، کون سے بنگلے بنالئے، کون سا بیوی کو زیور بنا دیا، کون سی نئی گدیاں میں نے یا خاکسار سپاہیوں نے بنا لیں۔ مسلمانو! مولوی اب اس قطار کا کیوں مخالف ہے؟ امان اللہ غازی کا جرم شاید یہ تھا کہ ہیٹ اور نکٹائی لگا کر مسلمان عیسائی نظر آئیں گے۔ بتلاؤ کہ سپاہیوں کے اس لباس اور اس قطار میں جس پر ترکی کا شیخ الاسلام، مصر کا مفتی اعظم، افغانستان کا ملاّ شوربازار اور خلافت کے پچھتر لاکھ چندہ والے دنوں میں ہندوستان کا ہر بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا ملاّ متفق تھا آج کیا گناہ داخل ہو گیا ہے! بتلاؤ کہ اب مولوی سے کیا وجہ مخاصمت باقی ہے جو ہم نے اس تحریک میں رکھی ہے، مسلمانو! اگر غور سے دیکھو تو یہ تحریک مولوی کے دین کے حق میں اتمام حجت ہے اور مولوی کی اس تحریک کی مخالفت تیرہ سو پچاس برس کے شک کے بعد اس بات کی حتمی اور قطعی دلیل ہے کہ مولوی خدا کے دین کا منکر ہے۔ مولوی کو اسلام کا غلبہ ایک آنکھ نہیں بھاتا، مولوی کے نزدیک اسلام کا عروج اس کی اپنی موت کے مترادف ہے۔ مولوی کی پانچوں انگلیاں گھی میں اس وقت ہوتی ہیں جب اسلام کمزور اور ناتواں ہوتا ہے، مولوی بڑی عیاری سے اس اتحاد میں جو خاکسار تحریک پیدا کر رہی ہے اپنی پوری بربادی دیکھ رہا ہے، مولوی بڑا چالاک ہے جو اتفاق پیدا ہونے نہیں دیتا، مولوی نے دین اسلام میں فرقوں اور عقیدوں کا ڈھونگ اس لئے رچایا ہے کہ اس ساٹھ کروڑ افراد کے عظیم الشان جسم کو افتراق اور اشتات کی صدہا برچھیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے پہلے اس زندہ اور خطرناک جسم کو مردہ کر دے پھر کووں اور گدھوں کی طرح اس مردار جسم کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا جائے!

مسلمانو! اس کے سوا آج کسی اور نتیجے پر پہنچنا محال ہے۔

کیا مسلمانوں کا فقر و افلاس اور غیروں کی غلامی میں رہنا ہی اچھا ہے!

مسلمانو! اس کیمپ کو ناکامیاب کرنے کے لئے مخالفین کی طرف سے بے حد زور صرف ہوا۔ اللہ کے دین کے مخالف، نہیں اللہ کے دین کے منکر اس فکر میں تھے کہ اللہ کے نام لیوا مسلمانوں کا چھوٹا سا اتحاد کسی عنوان سے نہ ہونے پائے، ان کو دین اسلام کی کوئی بہتری بھلی نہیں لگتی۔ ان کے اپنے اعمال ان کی نگاہوں میں بھلے لگتے ہیں، وہ اپنے نفس کو کمال دھوکہ میں مبتلا کرکے تسلیاں دے رہے ہیں کہ مسلمان کا تفرقہ اور کمزوری اچھی ہے، ان کو ایک لڑی میں پرونا اچھا نہیں، ان کی ایک مضبوط جنگی طاقت اچھی نہیں، ان کا فقر و افلاس ہی اچھا ہے، آپس کی سرپھٹول، غیروں کی غلامی، اعتقادی جوت پیزار، پریشانی خیال، الگ الگ چوہدرپن جن میں وہ مبتلا ہیں اچھے ہیں۔
مسلمانو! انتہائی حیرت اور بدبختی ہے کہ تم میں ایسے آدمی کھپ جاتے ہیں، تم میں اس گھاٹے کی تجارت کا کھلا رواج ہے، تمہارے رہنما تمہارے نقصان کی باتیں کر رہے ہیں اور تم انہیں مزے سے سنتے ہو، دن دہاڑے تمہارے ذہن اور عقل پر ڈاکہ مار رہے ہیں اور تم گوارا کرتے ہو، دشمن سے تنخواہ لے کر تمہاری نوکری کے دعویدار ہوں اور تم انہیں قبول کرتے ہو، کیا یہ تمام باتیں جو پچھلے کئی سالوں سے مسلسل تم میں پیدا ہو رہی ہیں اور پیدا ہو کر تمہاری طاقتیں سلب کر رہی ہیں اس امر کی دلیل نہیں کہ تمہاری آنکھیں دیکھتی نہیں، تمہارے کان سنتے نہیں، تمہارے دماغ ماؤف ہو چکے ہیں، تمہارے قلوب پر تالے لگے ہیں۔ کیا آنکھ کان اور قلب سلیم کی قوتوں کا ضائع ہو جانا اس بات کی منطقی دلیل نہیں کہ اگر تم نے ان کو پھر پیدا نہ کیا تو **تمہاری اجتماعی اور معاشرتی موت قریب ہے۔**

مسلمانوں کے زوال کا مجرم کون ہے؟

مسلمانو! خاکسار تحریک پر چند لمحوں کے لئے غور کرو۔ غور کرو کہ ہم نے اس تحریک کو کن بنیادوں پر کھڑا کیا ہے۔ پچھلے دو سو برس میں کئی نیک نیت مسلمانوں نے سر توڑ کوششیں کیں کہ مسلمان اپنے اپنے عقیدے درست کرکے ایک ہو جائیں۔ جب عقیدوں کے متعلق فیصلہ نہ ہو سکا کہ کون سے درست ہیں تو جوت پیزار اور بڑھنے لگی اور سب

مایوس ہو کر رہ گئے۔ ہم نے عقیدوں کے جنجال کو الگ کرکے اعلان کر دیا کہ ہر شخص اپنے عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہ کر اتحاد عمل پیدا کرے۔ اس ترکیب سے سب مسلمان اکٹھے ہونے لگے، کئی تحریکیں اس لئے فنا ہو گئیں کہ ان میں روپیہ کی بددیانتی ہوتی تھی اور سب ایک دوسرے کو بددیانت سمجھتے تھے۔ ہم نے اس تحریک میں چندے کی بیخ اکھیڑ دی او رکھا کہ ہر شخص اپنا اپنا خرچ کرے تاکہ سب دیانتدار سمجھے جائیں۔ اس ترکیب سے اور اتحاد پیدا ہو گیا۔ مسلمانوں میں انجمنیں صرف بیٹھنے اور ریزولیوشن پاس کرنے والی تھیں، ہم نے اٹھنے اور کام کرنے کا سامان پیدا کر دیا تاکہ قوم کی خفتہ قوتیں بیدار ہوں، مسلمانوں کی انجمنوں میں کچھ لوگ چوہدری بن کر اونچا بیٹھتے تھے اور بہت سے ان کے نوکر اور خادم تھے، یہ صورت حال باہمی ناچاقی کا باعث تھی۔ ہم نے امیر اور غریب سب کو ایک قطار میں کھڑا کرکے سب کے کندھوں پر بیلچہ دھر دیا۔ اور یہ سرپھٹول دور ہو گئی۔ مسلمانوں میں بے شمار کمیٹیاں تھیں جن میں ہر شخص صاحب رائے تھا، اس رائے کے باعث ہر شخص کا نفس موٹا تھا اور تنکا دہرا نہ ہو سکتا تھا، ہم نے سب کا رشتہ خدا سے جوڑ کر نفس کو پتلا کر دیا اور سب جڑ گئے۔ رائیں فنا کر دیں، سب کے سب ایک اللہ کے پابند اور ایک سالار کے مطیع ہو گئے۔ الغرض قرآن اور خدا کو پیش نظر رکھ کر نیک نیتی سے جو کچھ دین اسلام کی بہتری کے لئے اس انتہائی کمزوری اور ناداری کی حالت میں، بن پڑتا تھا بنانے کی سعی کی لیکن دین خدا کے یہ منکر مولوی اس شے کو "کفر والحاد" کے ہتھیار سے، جس کا راز طشت ازبام ہو چکا اور جو اب اس ہوش و شعور کے زمانے میں قطعاً بے اثر ہو چکا ہے، تنکا تنکا کرنا چاہتے ہیں۔
مسلمانو! اب مزید ایک سو برس کے مسلسل زوال کے بعد مسلمان ہوشیار ہو چکا ہے کہ **اس زوال کا صحیح مجرم کون ہے**، مولوی کی دین داری کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے، اور اب حضرت اسماعیل شہید یا امان اللہ خان کی بے خبری کا زمانہ واپس آ نہیں سکتا۔ بدنیت مولوی اور ملا کو کہہ دو کہ تمہاری حفاظت دین کے دعوے کا جنازہ نکل چکا ہے، تمہارے پچھلے دو سو برس کے مذہب غلط ہونے کا ثبوت مل چکا ہے، ثابت ہو چکا ہے کہ تم پیٹ کے بندے ہو، دشمن کے تنخواہ دار ہو، قوم کے منافق ہو، قوم کی قوت پر ناخوش ہوتے ہو، قوم کی کمزوری پر بغلیں بجاتے ہو۔ روپیہ لے کر قرآن پڑھاتے ہو، قرآن کی آیتیں اپنے پیٹ کے دوزخ کے لئے بیچتے ہو۔ تم نے مسلمان کی امت واحدہ میں جس کا اعلان خدا نے خود قرآن میں کیا تھا، ہزارہا بلکہ لاکھ ہا ٹکڑے پیدا کر دیئے ہیں، مسلمان کا نام مسلم خود خدا نے رکھا ہے۔ تم نے شیعہ سنی، حنفی، شافعی، مالکی حنبلی رکھ دیا ہے۔ قیامت کے دن فرشتہ رضوان

پوچھے گا کہ ان ناموں کی سند کہاں ہے۔ ماانزل اللّٰہ بھا من سلطن کہہ کر جنت کا دروازہ بند کر دے گا ان ھی الا سمیتموھا انتم و اباء کم کہہ کر حکم دے گا کہ کوئی داخل ہونے نہ پائے' پھر ہم کہاں جائیں گے' تمہارے متعلق' جن کی ہم عبادت کرکے آج اس حالت تک پہنچے ہیں' خود قرآن میں لکھا ہے کہ تم اس دن مکر جاؤ گے کہ ہم نے کبھی ایسا کہا ہی نہ تھا' نہیں تم آج اس حالت کی ذمہ واری سے صاف مکرتے ہو' اس لئے جاؤ اور اپنا سر دیوار سے پٹخ کر مرجاؤ' یا بلا حیل و حجت اور صاف نیت سے اس قطار میں جو بن رہی ہے' سادات بن کر نہیں بلکہ اللہ کے ایک سپاہی بن کر شامل ہو جاؤ۔ ہم کو تیرہ سو برس کے تجربے کے بعد اب تمہاری ہدایت اور قیادت کی ضرورت نہیں رہی۔

عنایت اللہ اور خاکسار سب کافر ہیں؟

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ تم دین خدا کے منکروں کے منکر ہو جاؤ۔ غور سے دیکھو اور فیصلہ کرو ان بے ہنروں اور بے علم جاہلوں کے آخری ہتھکنڈے کیا ہیں۔ یہ لوگ اب دیکھ کر کہ تمام قوم ان سے بگڑ چکی ہے کیا کر رہے ہیں۔ دیکھ لو ان کی چالاکی کیا بے ہودہ اور مضحکہ خیز چالاکی ہے' دیکھ لو ان کے دماغ مغز سے کس قدر خالی ہیں' دیکھ لو ان کے دماغوں میں کیا گوبر کیا کیچڑ بھرا ہے' یہ لوگ خاکسار تحریک کو "کفرو الحاد" کہتے ہیں' مجھے جو اس کا قائد ہے پرلے درجے کا کافر ملحد' زندیق اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں' چیخ چیخ کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ توبہ ان خاکساروں کے کیمپ کے نزدیک مت جاؤ ان کے پاس کھڑا ہونا کفر ہے' ان کی طرف نگاہ کرنے سے انسان زن طلاق ہو جاتا ہے' لیکن کمال بے حیائی اور بیوقوفی سے یہ خود اس تحریک کی نقل کرتے ہیں۔ اسی طرح کے کیمپ کرتے ہیں' وہی وضع قطع وہی سپاہیانہ زندگی کے ارمان' وہی بگل وہی مارچ' وہی سلامیاں۔ کیا دنیا میں اس سے زیادہ سفاہت' اس سے زیادہ بیوقوفی' اس سے زیادہ سوئے تدبیر کہیں کسی بیوقوف سے بیوقوف طبقے نے کی ہے' یہ جاہل اس زعم میں ہیں کہ پبلک گدھے کی طرح احمق ہے کیونکہ ہم نے تین سو برس اس کو وہ احمق بنایا کہ توبہ بھلی' اس لئے پبلک اس طرح کا کیمپ دیکھ کر' تماشے کا وہی رنگ دیکھ کر اور ہماری چیخوں سے کہ عنایت اللہ اور خاکسار سب کافر ہیں ہماری طرف کھچی آئے گی۔ ان عقل کے اندھوں میں یہ کمال بیوقوفی ہے' یہ مضحکہ انگیز جہالت ہے' جب ہم نے تحریک میں فوجی بینڈ داخل کیا تھا' یہ عقل کے اندھے اور ایک قدم آگے نہ دیکھنے والے اس کو جھٹ حرام کہہ دیتے تھے اب

وہ فوجی بینڈ جو ان کے پاس ہے حلال ہے' یہ لوگ اس قدر عقل سے عاری ہیں کہ تمام دنیا کو بے وقوف اور اپنے آپ کو بڑا عیار سمجھتے ہیں۔ ان کی عیاری اس تدبیر سے ظاہر ہے جو اب انہوں نے پیدا کی ہے۔ اگر اپنی ہٹ پر قائم رہتے اور ہماری نقل کرنے کی بجائے ہمارا الٹ کرتے تو شاید کامیاب ہو جاتے۔ ہم سپاہی تھے' یہ بنیا بن جاتے۔ ہم میدانوں میں کیمپ لگا کر اتحاد کا نظارہ پیدا کرتے تھے یہ گھروں کے اندر زنانی کوٹھڑیوں میں ایک دوسروں سے خوب لڑتے۔ ہم بازاروں میں مارچ کرتے تھے یہ گھر کے صحنوں میں کیڑوں کی طرح رینگتے' ہم خطرناک فوجی بوٹ پہنتے تھے یہ دہلی کے کاغذی سلیپر پہنتے' ہم شاندار فوجی پٹکے پہنتے تھے' یہ لکھنؤ کی کاغذی ہوا میں اڑنے والی دو پیسے کی یا مہاتما کی بنائی ہوئی ٹوپی پہنتے' ہم چست کپڑے پہنتے تھے یہ پچاس پچاس گز کے ڈھیلے عبا پہنتے اور دھڑلے سے کہتے کہ مسلمانو اور گمراہو! اصل اسلام یہ ہے! تو میرا یقین ہے کہ دس پانچ سال کے بعد پبلک شاید شک میں پڑ جاتی اور ان کی فتح ہو جاتی لیکن جو رویہ انہوں نے اب اختیار کیا ہے انتہائی سفلہ پن اور مضحکہ انگیز سیاست ہے!

قوم کے بدن میں نیا خون رواں ہو گیا ہے!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! ایک اور نکتہ جس میں دین خدا کے یہ ٹھیکیدار شکست فاش کھا رہے' ہیں یہ ہے کہ ان لوگوں نے پہلے پہل یہ اعلان کیا تھا کہ خاکسار تحریک بالکل درست ہے لیکن صرف مشرقی برا ہے کیونکہ وہ نبوت کا دعوے کرے گا۔ جب میں نے اعلان کر دیا کہ میں نبی ہرگز نہ بنوں گا۔ مجھ سے اسٹامپ لکھوا لو تو یہ لوگ بڑے کھسیانے ہوئے اور سر کھجلانے لگے کہ اب کیا کریں۔ پھر سوجھی کہ خیر سے تذکرہ سلامت رہے اس پر پندرہ برس کی باسی تنقید ہی سہی لیکن کہہ دو کہ قاید بد عقیدہ ہے جب میں نے اپنے عقاید کا اعلان کر دیا کہ خدا ایک ہے نبی آخری نبی ہے۔ پنج ارکان برحق ہیں اور فرشتوں پر ایمان لازمی ہے' یوم آخرت درست ہے' قرآن پر ایمان ناگزیر ہے اور وہ مکمل اور اکمل ہے تو ان لوگوں کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی کہ اب کیا ہو! شیطان بیٹھا تھا فورا جواب دیا کہ کم بخت ملحد کو مناظرہ کے لئے بلاؤ۔ خوب پھوٹ پڑے گی اور ہم پھر چوہدری بن جائیں گے' ریل کا کرایہ خوب ملے گا۔ جب ہم نے کہا کہ ہم تو خاموش سپاہی ہیں کسی سے مناظرہ کر نہیں سکتے' پھر حیران ہو گئے کہ اب کیا کریں یہ بدبخت تو بولتا ہی نہیں۔ اب ہار تھک کر ایک بات سوجھی ہے کہ کیوں نہ تمام خاکساروں کو کافر' زن طلاق سب کچھ کہیں' راہ جاتے

خاکسار کو فحش گالیاں دیں تاکہ بھڑکے اور لڑائی کی صورت پیدا ہو۔ نماز پڑھتے خاکساروں پر حملہ کریں اور قتل کر دیں' کیونکہ جب اصلی اور نبوی قرون اُولےٰ والے اسلام کو فنا کرنا مدنظر ہے تو کیوں نہ قرون اُولےٰ کے کافروں کا وطیرہ اختیار کریں چنانچہ اب مسلمانو! صرف میں اکیلا ہی کافر نہیں رہا ان مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں جن کو بلند کرنے کی ہم نو سال سے فکر کر رہے ہیں اور اس فکر میں ہم نے اپنی زندگیاں تباہ کر دی ہیں ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے چار لاکھ خاکسار کافر ہیں۔ ان میں سے ایک اللہ کا بندہ اور بڑا مجاہد **زیارت گل** ان ظالموں کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔ مبارک ہو کہ نو برس کی مکی زندگی اب ختم ہونے کو ہے۔ مدنی زندگی کی ابتدا جلد از جلد سامنے آرہی ہے' **زیارت گل** تم پر سلام ہو کہ **تمہاری شہادت** نے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کر دی۔ تم پر ہزاروں سلام ہوں کہ تم نے اپنی قوت سے آٹھ کروڑ مسلمانوں کو پھر بیدار کر دیا ہے' دین خدا کے صحیح معنوں میں منکروں کو آخری موت کے سامان پیدا کر دیئے۔

نوشہرہ کے ہسپتال میں ٹوٹے ہوئے سپاہیو! تم پر امت محمدی بلکہ دنیا کے ہر نیکوکار اور صالح قوم کا سلام ہو کہ تمہارے بدن کے جوڑوں کے ٹوٹنے سے امت کے ٹوٹے ہوئے اجزا جڑ گئے۔ تم پر ہزاروں سلام ہوں کہ تمہارے لہو کے بہنے سے قوم کے بدن میں نیا خون رواں ہو گیا' ملت کی قربانی کے بکرو! تم پر ہزاروں سلام ہوں کہ تم نے اپنی قربانیوں اور دس جون اکوڑہ خٹک کی ذبح عظیم سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی روایات کو پھر زندہ کر دیا! محرم کے چاند کو عید رمضان بلکہ عید قربان کے چاند سے بدل دیا۔

اپنی حفاظت کے لیے ہم اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ خاکسار سپاہیو! پر امن رہو' ہر ممکن طریقے پر مصیبتوں کو برداشت کرو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو!

۲۵ جون ۱۹۳۹ء — **عنایت اللہ خان المشرقی**

ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیه وقل رب زدنی علما (۲۰۔ ۱۱۴)

اے پیغمبرؐ اس قرآن کے ساتھ اس سے پیشتر کہ پوری بات آپؐ پر خدا کی طرف سے وحی نہ ہو جائے' منشائے خدا سمجھنے میں جلد بازی نہ کیا کریں اور اللہ سے التجا کریں کہ "اے خدا میرے علم میں زیادتی فرما"۔

۲ جولائی ۱۹۳۹ء کو گوجرانولہ (علاقہ وار) کیمپ میں

خطاب

جس میں

واضح کیا گیا ہے کہ مولوی اور مُلّا قرآن کی حکمت بالغہ سے مکمل طور پر اس لئے بے خبر ہیں کہ وہ علم و حکمت سے عاری ہیں۔ قرآن زمین و آسمان کا بھید ہے اور اس راز کو دریافت کرنے کے لئے زمین و آسمان کے علم کی ضرورت ہے۔ اس علم کے بدون نہ تو زمین کا بھید دریافت ہو سکتا ہے نہ آسمان کا! اس بھید کو قرآن حکیم جیسی مختصر اور بلیغ کتاب میں ٹٹولنے کے لئے کتنی سمجھ بوجھ ' کتنی عقل اور کتنے علم کی ضرورت ہے!

اے عاکفِ ناشناسِ اندازِ خدا
بر خیز و نظر کن اندریں ارض وسما
ہر پردۂ حجاب حجلۂ محملِ اوست
کو ذرہ کہ بینی و نیابی او را
المشرقی

قوم کی تعمیر کا ذمہ دار اس کا رہنما ہے

خاکسار سپاہیو اور مسلمان! مہینوں کی محنت اور رات دن کی لگن کے بعد تمہارے مخلص سالار محترم شیخ عزیز الرحمن نے گوجرانوالہ میں کچھ نہ کچھ تحریک کا بازار گرم کیا ہے اور اس گرم بازاری کا حاصل یہ کیمپ ہے جو کم از کم گوجرانوالہ کی تاریخ میں بیمثال ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مرتبہ اور خاکسار تحریک کی تاریخ میں یہ امر عیاں ہو رہا ہے کہ قوم کی تعمیر کا ذمہ دار اس کا رہنما ہے۔ جس قدر لیاقت اس کے رہنما میں ہے اسی قدر جلد قوم بنتی ہے' گوجرانوالہ کی زمین بالعموم سخت شمار کی جاتی تھی اور خیال تھا کہ اس مولوی زدہ علاقے میں اس سے زیادہ کچھ نہ ہو سکے گا۔ موجودہ سالار کے عمل نے کھیتیاں کچھ ہری بھری کر دی ہیں لیکن یہ قول بھی درست رہے گا کہ کئی ہل چلانے والے ہل چلا کر زمین کو نرم کر گئے تھے۔ خاکسار تحریک میں کسی عامل کا عمل ہمارے نزدیک ضائع نہیں ہوتا۔ یہ سب اگلوں کی برکت اور استقلال ہے کہ تحریک اس عروج کو پہنچی ہے۔

ہاں سپاہیو! تحریک کو عروج پر پہنچانے کا مولوی اور ملّا کی طرف سے انعام تمہارے سالار کو خاص الخاص کفر کے فتوے کی صورت میں ملا ہے۔ مخلوق خدا کو نیک راستے پر چلانے کا صلہ یہ ملا ہے کہ واجب القتل ہے' چودھویں صدی کے ملّا امت کے اندر اپنے سب برے اعمال کو رواں کرنے میں' چودھویں رات کے چاند کی طرح اوج کمال پر ہیں' تمہارے سالار سے اس کے صحیح مسلمان بن جانے کا انتہائی بدلہ انہوں نے یہ لیا ہے کہ شہر کے غنڈوں اور لفنگوں کو شہ دے کر عین اس وقت جب کہ سالار کسی جماعت کے معائنے کے لئے گھر سے باہر تھا' گھر لٹوا دیا اور اس میں تنکا تک نہ چھوڑا۔ یہ پچاس برس کا بوڑھا جو چند برس پہلے حکومت کے ایک بااختیار عہدے پر تھا' دل میں کہتا ہو گا کہ خاکسار تحریک کیا مہنگی پڑی۔ سر بازار گالیاں کھائیں' گلی گلی رسوا ہوئے' ملاؤں کے مقرر کردہ لفنگوں نے آوازے کسے۔ کافر اور زن طلاق بنے' اور گھر کا آخری تنکا تک لٹ گیا حتیٰ کہ صبح پانی پینے کے لئے برتن نہ تھا! دین اسلام کے نئے علمبردارو! خوش ہو جاؤ کہ تمہارے خلاف بھی قرون اولےٰ کے مسلمانوں کی طرح قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ مبارک ہو کہ اب مکی زندگی کی انتہا اور مدنی زندگی کی ابتدا ہوتی جا رہی ہے!

لاعلمی' جہالت' کبر و غرور کے مجسّموں سے صلح کی صورت!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! تم کہتے ہو کہ آخر ان مولویان سوء سے صلح کرنے کی کوئی

صورت بھی باقی ہے! میرے یقین میں اگر کسی اور طریقے سے ان کو رام کیا جا سکتا' یا اخلاقی محبت کا زہر دے کر ان کو موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا تو امان اللہ خان' غازی مصطفےٰ کمال اور رضا شاہ پہلوی[1] کے پاس کیا دنیاوی وسائل تھے جو استعمال نہ کئے گئے ہوں گے اور خاکسار تحریک کے سپاہی کے پاس کیا محبت' خدمت اور خُلق کے خزانے ہیں جنہیں اب تک استعمال نہیں کیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ خاکسار سپاہی کے نیک اور نفع رسان عمل نے ہزارہا مولویوں کو تحریک کا گرویدہ بنا کر صدہا کو میدان عمل کے مجاہد بنا دیا ہے۔ بیت المال کے رجسٹر میں کم از کم دس ہزار مولویوں کی از خود شمولیت اس امر کی شاہد ہے کہ ایک بڑا طبقہ جن کے اغراض کم ہیں تحریک سے متاثر ہے۔ صاحب علم طبقے کے مصنف اور بڑے مولوی جن کے اغراض کسی مذہبی دکانداری سے پیوست نہیں کسی نہ کسی رنگ میں تحریک میں شامل یا اس سے وابستگی کا اظہار کر چکے ہیں' نہیں ایسے باتعلق بھی ہیں جو حقیقت کے آگے سپر انداختہ ہو کر خود بخود اعلان کر رہے ہیں کہ ان کا انداز غلط تھا لیکن ان تمام کے باوجود کئی چند ایسے ضرور ہیں اور رہیں گے جن کو تحریک کی طرف کھینچنے کی استعداد موجود نہیں' جن کے گرد جہالت اور سیاہی نے اس قدر اندھیرا ڈال رکھا ہے کہ آنکھیں اس سفیدی کو دیکھ نہیں سکتیں' غرور اور کبر نے ان کو دھوکا دے رکھا ہے کہ وہ "عالم" ہیں۔ جاہل کو اندھیرے سے روشنی میں لایا جا سکتا ہے لیکن برخود غلط عالم سے جہالت چھینی نہیں جا سکتی۔ ان ملاؤں میں ننانوے فی صدی لفظ کے صحیح معنوں میں جاہل ہیں۔ وہ عرف عام میں مولوی اور بڑے مولوی ہو کر ایک چھوٹی سی سورت' ایک آیت' ایک سطر قرآن حکیم کی سمجھ نہیں سکتے۔ قرآن اور اسلام کے منشاء کو پانا تو درکنار ان کی جہالت کی پہنچ زیادہ سے زیادہ اس حد تک ہے کہ اسلام ان کے نزدیک صرف چند شعائر یا رسوم کا مجموعہ ہے جو عرب پیغمبر سے پہلے موجود نہ تھے حالانکہ ان کا پہلا دعوےٰ یہ ہے کہ دین اسلام نشاء آفرینش سے حضرت آدم علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ قرآن کے جس حصے میں نماز روزہ کا ذکر نہیں وہ ان کے نزدیک ناقابل توجہ ہے' یا زیادہ سے زیادہ **صرف ضرورت شعری کا معاذ اللہ خدا کی طرف سے مظاہرہ ہے!** ان لاعلمی کے مجسّموں کے نزدیک قرآن کی تمام کائنات میں نماز اور روزے' حج اور زکوٰۃ کے فرائض کو رسمی طور پر ادا کر لینے کے سوا کوئی پروگرام

---

[1] رضا شاہ پہلوی نے انقلاب لا کر قاچار خاندان کی حکومت کا خاتمہ کرکے ایران کی حکومت سنبھالی۔ انگریزوں نے رضا شاہ پہلوی کو تخت سے دستبردار کرکے اس کے ہم نام بیٹے رضا شاہ پہلوی کو باپ کے تخت پر بٹھا دیا اور جناب خمینی کے انقلاب نے دوسرے رضا شاہ کی شہنشاہیت کا خاتمہ کر دیا! (مرتب)

نہیں۔ حدیث کے بحر بیکراں میں داڑھی' مسواک' تہمد یا حیض و استنجا کے سوا کوئی حکمت نہیں۔ ان کی بڑی بڑی اور چوٹی کی بحثیں بھی اس پر محدود ہیں کہ مثلاً" اس مسئلے کو چھیڑ دیں کہ رسول خدا صلعم نے کس رنگ کے خضاب کی اجازت دی تھی۔ نماز میں انگشت شہادت اٹھانے کی بحث کیا ہے۔ مسئلہ ذبیحہ میں کیا اختلاف رائے ہے۔ کفر کا اطلاق کن کن مقولوں پر ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ گویا ان کے نزدیک دین اسلام کا تعلق صرف قبول کرنے والوں کی بدنی حرکات سکنات اور اقوال سے ہے' روح اور قلب سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ قوم کی اجتماعی زندگی سے جو کچھ متعلق ہے اس کی خبران کو سرے سے نہیں۔ کیا اس حیرت انگیز جہالت اور کبر کے بعد ان دانایان دین اسلام کے وسیلے سے ہماری دو سو برس کی گتھیاں سلجھ سکتیں ہیں۔ ہماری قرنوں کی بگڑیاں بن سکتی ہیں۔ ہمارے پشت در پشت کے پیچیدہ مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔ ہمیں کچھ علم ہو سکتا ہے کہ ہماری تیرہ سو برس کی قرآن حکیم کی پیدا کی ہوئی سلطنت کدھر گئی! ہمارے چند کروڑ نفوس کے سیکھے ہوئے اسلام سے کونسی چیز نکل گئی جس کی وجہ سے آج ساٹھ کروڑ افراد کی قوم بے دست و پا ہے' رات کی روٹی کی محتاج ہے' اغیار کی غلام ہے' اپنی دنیا کھو بیٹھی ہے۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا کی مصداق ہے۔ خدا کے قہر و غضب کو آئے دن دعوت دے رہی ہے۔ مسلمانو! انصاف سے بتاؤ کہ کیا پچھلے دو سو برس میں اس ہندوستان کی سرزمین میں اس سے باہر کوئی ایک مولوی' کوئی ایک مُلّا' ایک پیر' ایک غوث' یا قطب (ماسوا حضرت اسمٰعیل شہید یا حضرت سید احمد بریلوی کے) تمہاری انگلی پکڑ کر تمہیں اس طرف کھینچ لے گیا جو تمہارے دو سو برس پہلے کے گم شدہ جاہ و جلال کا رستہ تھا۔ انصاف کرو کسی ایک نے ادنےٰ سی شوکت اور سلطنت کی راہ دکھلائی۔ کسی ایک نے ادنےٰ سا قلعہ' چھوٹی سی جھونپڑی' ڈیڑھ اینٹ کا گھر' ڈیڑھ اینٹ کی مسجد' دشمنوں سے چھین کر ہمیں دلائی۔ صرف یہ دو علمائے دین (خدا کی رحمت ان پر ہو) یہی فرقہ زہاد کے دو کامل' خدا کے راز کو قرآن حکیم سے پا کر اٹھنے لگے تھے کہ اسی بداعمال فرقہ علماء نے (خدا کا قہر ان پر ہو) اس جرم میں کہ نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد کسی کا کیا حق ہے کہ نبی کے لائے ہوئے قرآن کو پھر عملاً جاری کر دے' ان خدا کے سچے بندوں کو مولوی ہو کر شکست کے گھاٹ اتار دیا۔ کیا ہمارے ان خود ساختہ علمائے اسلام کی اعمال کی تاریخ پچھلے دو سو برس میں اس سے سیاہ تر ہو سکتی ہے؟ کیا شیطان اپنی بدکرداری کی سیاہ تاریخ میں اس سے سیاہ تر اور بدتر کارنامہ پیش کر سکتا ہے؟ مسلمانو! غور کرو کہ کیا یہ ہزار در ہزار خود ساختہ علمائے دین جن میں سے ہر ایک دوسرے کا جانی

دشمن ہے اور ہر ایک کی الگ دکان لگی ہے ہمارا سودا خدائے زمین و آسمان سے کسی عنوان سے اور کسی نہج پر کرا سکتے ہیں؟

قرآن کو سمجھنے کے لئے علم میں زیادتی کی ضرورت ہے

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! میری اصطلاح میں آج جس شخص کو دین اسلام کی سچی لگن لگی ہے۔ وہ مولوی نہیں ہو سکتا' اسے عالم یا مجاہد کہا جا سکتا ہے۔ مولوی اور ملاّ وہ ہے جو دین اسلام کو آڑ بنا کر یا اپنی داڑھی اور تسبیح کی اوٹ میں بیٹھ کر مسلمان قوم کا شکار کھیلتا ہے اور اس ٹوٹی ہوئی امت کو اپنی جہالت اور شرارت سے اور توڑ رہا ہے۔ اس حساب سے اس ہندوستان میں کئی علمائے حق ضرور ہوں گے جو میری اصطلاح میں مولوی اور ملاّ نہیں' وہ سب کے نزدیک اور سب سے زیادہ میرے نزدیک واجب الاحترام ہیں یا کم از کم ملامت کے لائق نہیں کیونکہ بے چارے اپنے وضع کئے ہوئے قاعدوں کے مطابق عورتوں کی طرح مجبور و معذور بیٹھے ہیں' لیکن ان ادنےٰ قسم کے اخیار دین کو چھوڑ کر حسب ذیل غور کرو:

قرآن کے متعلق قرآن حکیم میں قل انزلہ الذی یعلم السر فی السموات والارض لکھا ہے۔ لکھا ہے کہ "اے پیغمبر! (ان لوگوں کے سامنے جو دین خدا کو عملاً قبول نہیں کرتے اور اس کی طرف آنے کے لئے لنگ عذر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھلا اس دائرہ عمل میں داخل ہونے سے کونسا دنیاوی نفع ہو گا) اعلان کردو کہ اس قرآن کو اس ذات پاک نے تم پر اتارا ہے جو اس زمین اور تمام آسمانوں کے راز کا علم رکھتا ہے!" "ایسے علامہ مطلق کی طرف سے بھیجا ہوا قرآن کیونکر تمہاری دنیاوی فلاح کا کفیل نہیں ہو سکتا۔

قرون اُوسطےٰ

قرون اولے کے منکرین اسلام سے اس گفتگو اور اس دلیل پر غور کرنے کے بعد غور کرو کہ خدائے زمین و آسمان نے پیغمبر خدا صلعم کو اس قرآن حکیم کے سمجھنے کے بارے میں کیا عبرت انگیز ہدایت دی تھی۔ ولا تعجل بالقران من قبل ان یقضی الیک وحیه وقل رب زدنی علما (۲۰-۱۱۷) کہا تھا۔ کہا تھا "اے پیغمبر! اس قرآن کے ساتھ اس سے پیشتر کے پوری بات تم پر خدا کی طرف سے وحی نہ ہو جائے' منشائے خدا سمجھنے میں جلد بازی نہ کیا کرو' (یہ قرآن زمین و آسمان کے بھید جاننے والے خدا کا علم ہے جو تمہیں دیا گیا ہے) اس لیے دعا مانگا کرو کہ اے میرے خدا میرے علم میں زیادتی کر۔"
الغرض دنیا کے سب سے بڑے پیغمبر کو بھی ہدایت تھی کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے علم کی زیادتی کی ضرورت ہے' زمین و آسمان کے علم کی ضرورت ہے' صحیفہ کائنات کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے' اس راز کو سمجھنے کی ضرورت ہے جو زمین و آسمان پر حاوی ہے' جس کو پا لینے سے باشندگان زمین کی دنیاوی فلاح ہے۔ گوشت پوست کے انسانوں کی ان حواس خمسہ سے معلوم کئے ہوئے جسموں کے ماحول میں بستے ہوئے نجات ہے' آسمانی اجرام کی جو تمام کائنات میں تیر رہے ہیں اور اپنے مقررہ قاعدوں کے مطابق اپنا اپنا فریضہ ادا کر رہے ہیں دنیاوی اور جسمانی بہبودی ہے۔ مسلمانو اور کلام خدا کے مترجمو! جس غورو خوض سے قرآن حکیم کے سیاق وسباق کو دیکھو گے اور اس پیغام خدا کی ماہیت کو سمجھ کر کسی مستقل نتیجہ پر پہنچنے کی سعی کرو گے یہی مطلب نظر آئے گا جو میں نے بیان کیا۔ قرآن کو "زمین و آسمان کا بھید" کہنے کی ورنہ ضرورت نہ تھی۔ اب غور کرو کہ اتنے بڑے قرآن کو سمجھنے کے لئے جس میں نہ صرف زمین بلکہ آسمانوں کی بہتری کا قانون چھپا ہے' آسمانوں کا علم تو خیر نہ بھی سہی' کم ازکم اس زمین پر بسنے والوں اور اس زمین کی موجودات کے علم کی کس قدر قطعی ضرورت ہے ' زمین کے بروبحر کی' زمین کے فوق وتحت کی' زمین کے طبقات کی' زمین کی معدنیات کی' زمین کے خطوں اور براعظموں کی' زمین کے دشت و جبل کی' زمین کے سہل و صنحر کی' زمین کے حیوانات کی' زمین کے نباتات کی' زمین پر بستی ہوئی قوموں کی ' زمین کی پوری تاریخ کی' زمین پر پہلی بسی ہوئی قوموں کے حالات کی الغرض کیا شے ہے جس کا علم ہونے کے بدوں زمین کا بھید دریافت ہو سکتا ہے۔ ایک چھوٹے سے کمرے کا بھید دریافت کرنے کے لئے غور کرو کہ اس کمرے کے کونے کونے سے کس قدر واقفیت ضروری ہے' کمرے کا بھید معلوم نہیں ہو سکتا جب تک اس کمرے کے ذرے ذرے کا عینی علم نہ ہو' کسی انسان کا بھید دریافت کرنے کے لئے دیکھو کیا مدۃ العمر تجسس اور تلاش کی

ضرورت ہے کس قدر اس شخص کی پہلی ہسٹری کا علم ضروری ہے' کس قدر اس کی ہر عادت کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ کس قدر اس کے جذبات اور حسیات پر حاوی ہونا اٹل ہے! پھر اس پوری زمین کے کرہ کا بھید دریافت کرنے کے لئے جس پر ڈیڑھ ارب یعنی ڈیڑھ سو کروڑ انسان بستے ہیں اور ارب در ارب بس کر اس کو چھوڑ گئے ہیں' اور پھر اس بھید کو قرآن جیسی مختصر اور بلیغ کتاب کے ٹٹولنے کے لئے سمجھ لو کیا درکار ہے؟
اب مجھے ایمان سے بتاؤ کہ وہ مُلّا اور مولوی جس کو اپنے گھر کے بوریے' بدن کے چیتھڑے اور مسجد کے حجرے کے سوا اپنی دیوار سے پرے یا پار کا حال معلوم نہیں' جس کو اپنے ڈیڑھ انسانوں کے حلقہ میں عربی کا "عالم" کہلانے کے لئے صرف ونحو کی ایک سو صفحے کی کتاب پڑھتے پڑھتے عمر گزر جاتی ہے اور پھر بھی ان سطروں سے آگے اس کا علم نہیں بڑھتا' کیا کسی ادنے سے ادنے معنوں میں قرآن حکیم سے زمین کا بھید دریافت کر سکتا ہے' کیا اس نابکار اور خدا کی طرف سے ذلیل کئے ہوئے کمثل الحمار یحمل اسفارا کا حق ہے کہ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا جائے' کیا اس ہیچمیرز اور بے قیمت شخص کو قرآن سے زمین کا بھید دریافت کرنے کے لئے مقرر کیا جا سکتا ہے' کیا قرآن جیسی عظیم المرتبت اور عرش عظیم پر لکھی ہوئی کتاب کو جس میں اس کائنات کی ملکوت کو صحیح طور پر چلانے کا گر لکھا ہے' اس نابکار کے سپرد کر دینا کہ اس میں جو چاہے تصرف کرے' جس طرح اس کو چاہے توڑے مروڑے' جس کو چاہے جنت بخش دے' جس کو سمجھے دوزخ میں دھکیلے' دنیا کی عقل وہوش کی تاریخ میں سب سے بڑی سفاہت' سب سے بڑا عقل کا اندھا پن نہیں تو اور کیا ہے! دنیا کے بڑے سے بڑا پگڑ باندھے ہوئے یا لمبی سے لمبی عبا اور ڈھیلے سے ڈھیلا جبہ پہنے ہوئے مولوی سے کم ازکم ایک کروڑ گنا زیادہ زمین کے راز کو قرآن سے دریافت کرنے والا شخص تو غازی مصطفےٰ کمال تھا جو بے چارہ دنیا دار اور گنہگار ہو کر صرف چار برس کے اندر اندر ۲ کروڑ باشندوں کی ایک بیمار اور گئی گزری سلطنت کو خطرناک شکست کے بعد شاندار فتح کی منزل تک قوم سے ایک پیسہ لئے بغیر پہنچا گیا اور اب خدا اور اس کے بندوں کا سلام اس پر ہو۔ تمام عمر دکھ اور رنج میں رہ کر اپنی جان اسلام پر قربان کر گیا۔ ہاں اس پر سلام ہو کہ زمین کا راز اس نے بے شک پا لیا اور دنیا کے پانچ کروڑ مولوی اور ملا' پیر اور فقیر' ہادی اور دیندار' خدا کی گود میں آئے دن بیٹھنے کا دعوی کرنے اور خدا کے عرش عظیم کا راز روزانہ اپنے مریدوں پر ظاہر کرنے کے باوجود دو سو برس سے دنیا کے سب سے بڑے اور آخری نبی صلعم

کی ذلیل کی ہوئی امت کو بلند کر کے اس کی لاج رکھنے کا ادنیٰ راز نہ پا سکے!

آؤ اسلام کو پھر غالب کریں

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! اب اس بیچارے ملّا اور "علمائے کرام" کے پاس قرآن حکیم میں سے زمین اور آسمانوں کا راز صرف یہ رہ گیا ہے کہ اس قرآن کو صرف رواں پڑھ لیا کرو' اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں' صحیح مسلمان بننے کے لئے صرف چند عقیدوں کا منہ سے بول دینا کافی ہے۔ سب مولوی اور مُلّا ایک دوسرے کے جانی دشمن بنے رہیں' اسی طرح ساٹھ کروڑ امت ایک دوسرے سے سر پھٹول کرتی رہے۔ ہزار ہا فرقے بناتے جاؤ اور امت کو جہنم کے گڑھے میں دھکیلو' نہ ہم کسی کے مطیع ہیں نہ تم کسی کے مطیع بنو۔ ہر مسلمان جدھر چاہے شتر بے مہار کی طرح ناک کی سیدھ میں چلتا جائے۔ اگر قرآن سے فرقہ بندی مکمل نہیں ہوتی تو حدیث سلامت ہے۔ ایک ایک حدیث پر دس دس فرقے بناؤ' قرآن کی ایک سطر پڑھنے پر جب دس دس ثواب ملتے ہیں تو گناہ جتنے مرضی کرو۔ ایک دفعہ حج کر کے اپنے سب گناہ معاف کرا آؤ' حاجی کہلانے کے بعد جو مرضی ہے کرو' وغیرہ وغیرہ! الغرض اسلام وہ شرمناک اسلام ہے کہ اس کو زمین و آسمان کا راز کہنا' کہنے والے کو شرم میں ڈبو دیتا ہے۔

مسلمانو! حیف ہے کہ تمہارے ہادیان دین تمہیں کس ابدی دوزخ اور اخروی جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔

سپاہیو اور مسلمانو! اب وقت ہے کہ تم اپنی قسمت اپنے ہاتھ میں لو' اب خوب سمجھ لو کہ ساٹھ کروڑ امت کی تقدیر ان جاہلوں کے ہاتھ میں نہیں دی جا سکتی۔ تقدیر کا لکھا مٹ نہیں سکتا ہے لیکن تمہارا اس وقت اپنے معاملے کو خود ہاتھ میں لے لینا اور اندھوں کو اپنا مزید رہبر بنانے پر رضا مند نہ ہونا بھی تقدیر کا نوشتہ ہے۔ یہ بیچارے اب دیکھ لو کہ ان کا بھانڈا سربازار پھوٹ چکا ہے اور مسلمان قرآن کو خود دیکھ کر اس میں سے اس زمین کے راز کو پا رہے ہیں بڑے سرگرداں اور کھسیانے ہو رہے ہیں' ان کو صدیوں کی مسلسل معصیت اور قرآن پوشی کے بعد اب سوجھتا نہیں کہ اس ناگہانی آفت میں جو ان پر آ رہی ہے کیا کریں' یہ غریب اب وہی پرانے کھوسٹ کفر کے غلیل چلا رہے ہیں جو یہ ہر اس شخص پر چلا چکے ہیں جس نے امت کو آگے دھکیلنے کی کوشش کی اور باوجود ان کی تمام سعی کے دھکیل کر لے گیا' اب کفر کے فتوے بے اثر ہو چکے ہیں اور ان کے بے اثر کرنے کا مجرم بھی

مولوی ہی ہے۔ خاکسار تحریک بے مثال ترقی اس لئے کر رہی ہے کہ اس میں آکر ہر شخص کے دل بھڑک اٹھے ہیں' دلوں کے اندر طاقت کا نور اور ہدایت کی شمع جل اٹھی ہے' قرآن کئی قرنوں کے بعد پھر ایک زندہ قرآن نظر آرہا ہے۔ اس قرآن' اس راز زمین و آسمان کو پا کر غیر قومیں حیرت سے دیکھ رہی ہیں۔ یسعی نورهم بین ایدیهم کے مصداق ہم ہو رہے ہیں' غیر قومیں مسرت سے کہہ رہی ہیں کہ ہمیں بھی اس نور سے کچھ دے دو' بڑے بڑے دماغ جن کی نیک سگالی کی ایک دنیا قائل تھی ہماری طرف تک رہے ہیں' اسلام کا غلغلہ پھر بلند ہو رہا ہے۔ ہم ان ملاؤں اور مولویوں کو ان کا صحیح مقام اس تحریک میں دینے کے لئے تیار ہیں وہ سب کے سب اللہ کے بے مزد سپاہی بن کر آئیں اور قطار میں شامل ہو جائیں' ہم سب ان کی بڑے بھائیوں' باپوں اور بزرگوں کی طرح عزت کریں گے' لیکن ہادی اور رہبر کی طرح ہرگز نہیں' ہاں وہ ہمارے ہادی اور رہبر اس وقت ہوں گے جب سعی و عمل میں ہم سے بازی لے جائیں گے۔ بھوکے اور پیاسے رہنے میں ہم کو مات کر دیں' میدان جنگ میں ہم کو ہیٹا کر دیں' اسلام کی رہبری ہاتھ پاؤں کے عمل سے کریں۔ خدا کے ہم سے چھینے ہوئے قلعوں کو ان کی دیواروں پر خود چڑھ کر واپس دلائیں' جانوں کو اللہ کی راہ میں پیش کرنے کے بعد کشتوں کے پشتے ہر طرف لگا دیں! ہمارے پاس اب رہبری اور رہنمائی کی شرط اور کچھ نہیں۔ جس کو خدا کی راہ اور محبوب کے عشق میں مرنا نہیں آتا وہ عاشق اور ولی کیا ہے۔ ان کو کہہ دو کہ اب موقعہ ہے کہ اگر آپ سب کے سب اس قطار میں کھڑے ہو جائیں تو میں اعلان کرتا ہوں کہ تم میں سے سب سے بڑے مجاہد کو یہ تحریک سپرد کر کے خود ایک سپاہی کی حیثیت اختیار کر لوں گا۔ یا اگر مجھے سپاہی بنانے پر بھی راضی نہ ہوئے تو میں کافر رہ کر ہی اللہ اللہ کیا کروں گا۔

۲ جولائی ۱۹۳۹ء

عنایت اللہ خان المشرقی

كلا انه تذكرة فمن شاء ذكره (۷۴: ۵۴۔۵۵)

ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت و عبرت ہے سو جو چاہے اس سے عبرت پکڑ لے۔

تذکرہ میں کیا لکھا ہے؟

ملاؤں کے جھوٹ اور فریب کی شکست

۱۶ جولائی ۱۹۳۹ء کے کوئٹہ (بلوچستان) کیمپ میں

خطاب

جس میں

علامہ موصوف نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "تذکرہ" کی تعلیم کا

خلاصہ

پیش کیا ہے

اے گروہ جدا عالم دنیائے ز دین
تاچند زعسر آن باسانئے این
دین است بدنیا ز تمکن ماندن
ایمان کہ تو "اعلون" بمانی بہ زمین

المشرقی

بلوچستان میں صلاحیت اور خاکسار تحریک

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! بلوچستان کا وسیع اور آزاد نما ملک خدا کی طرف سے انگریز کو آخری انعام تھا جو اس قوم کو براعظم ہند میں حسن عمل کے بدلے میں دیا گیا۔ آزادی ہند کے تابوت پر آخری میخ تھی جو محکمہ قضا و قدر کے فرشتوں نے قہر خدا کے ہتھوڑوں سے گاڑ دی، ہندوستان میں مسلمانوں کے تیرہ سو برس کے شوکت و جلال کی آخری جڑ تھی جو بے دھڑک کاٹ کر رکھ دی گئی۔ بلوچستان کا ملک اب بھی اگر غور سے دیکھیں کئی خوبیوں اور صلاحیتوں کا خزانہ ہے، جو کسی صحت مند اور صالح قوم میں ہو سکتی ہے، کئی ظاہری اور باطنی خاصیتوں کا مسکن ہے جو غلامی اور ذلت کی نقیض ہیں۔ اس قوم کا سب سے آخر اور سب کے بعد غلامی کی آہنی گرفت میں آنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس میں اور ہندوستانی صوبوں کے بالمقابل سب سے زیادہ صالحیت اور صلاحیت موجود تھی جو مفقود ہو گئی۔ بلوچستان کی تاریخ ان داغدار واقعات اور عیوب سے نسبتہ" پاک ہے جو پچھلے دو سو برس سرحد اور پنجاب میں ہوئے، ان غدارانہ اور قوم کش تمدنی اور تبلیغی اثرات سے مقابلتہ" آزاد ہے، جن کے باعث سرحد، سندھ اور پنجاب چند برسوں کے اندر ناتواں ہو کر بہ گئے۔ بلوچستان میں غلام اور عاجز ہندوستانی کی نگاہوں میں اشد شدید جہالت، بے پناہ ظلمت اور پسماندگی لیکن بادشاہ اور صالح انگریز کے نقطہ نظر سے آنکھوں اور ذہنوں میں خطرناک علم، بے گمان نور اور بیداری باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز اس صوبے کی حفاظت خاص طور پر کر رہا ہے، آزادی کے تخیل کی صدا تک سننے نہیں دیتا۔ سیاست کے نصب العین کی ہوا لگنے تک کے خلاف ہے، کانگرس کی پچھلے پچاس برس کی بھاگ دوڑ اور شوروشر کے باوجود بلوچستان میں اب تک ایک کانگریس کمیٹی نہ بن سکی، سب انجمنیں جن کا منتہا قوم کو بیدار کرنا تھا انگریز کی تیز نظر کا شکار ہو کر رہ گئیں، آپس میں سرپھٹول پیدا کرنے والی اور چندہ خور مجلسیں اخلاقی کمزوری اور بزدلی کے باعث کچھ پیر نہ جما سکیں۔ خاکسار تحریک صرف ایک برس ہوا، اپنے خدمت خلق اور فیض عام کے پروگرام کو بے دھڑک لے کر آئی، ہمارے بہادر سپاہیوں نے یہاں پہلی دفعہ دنیا میں نیکی کا ڈنکا بجایا، دشمن اور دوست سب کو معلوم تھا کہ ہم نیک ہیں، نیکی پھیلا کر رہیں گے، نیکی کو روکنے کا کوئی قانون دنیا میں موجود نہیں، نیکی کو روکیں گے تو اور خطرناک ہو کر پھیلے گی، الغرض دشمن ہار کر بیٹھ گئے، دوست شامل ہوتے گئے۔ کوئٹہ میں ہمارا عَلَم پہنچتے ہی ہمارے ایک بہادر سپاہی فیروز بہادر نے ایک انسان کو

تکلیف میں دیکھ کر اپنی جان کو پیش کیا۔ اپنے عزیز جسم میں سے پانچ سو مکعب سنٹی میٹر یعنی قریباً آدھ سیر خون نکال کر برادر قوم کے ایک فرد کے سپرد کر دیا کہ اس کی جان بچ جائے! خون کے کرشمے دنیا کی تاریخ کے ہر ورق پر لکھے ہیں' دنیا میں ہر زندگی اور ہر ترقی کا نردبان خون رہا ہے' ہر بلندی اور رفعت کی پہلی اور آخری سیڑھی انسانی خون ہے!ہاں! جان کو گھول گھول کر ہلاک کرنا اور نفس کو قوم کی خاطر تباہ کر دینا ہے۔ الغرض اس آدھ سیر خون کی پیش کش نے خاکسار تحریک کو بلوچستان میں چلتا کر دیا! ادھر تمہارے ناظم اعلے محترم عبدالعزیز کی دن رات کی جان گھٹانے والی محنت اور خون سکھا دینے والے غم نے اس پودے کی خوب آبیاری کی' تند ہوائیں اور آندھیاں' بجلیاں اور بگولے خوب چلے اور غیبی امداد دے کر پودے کو موٹا کرتے گئے۔ ان باغبانوں پر ہمارا سلام ہو کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے نیکی کا بیج بویا اور آج اس سر بفلک درخت کے سائے میں سب امن پا رہے ہیں!

ہر کمزور قوم ملّا کی گرفت میں ہوتی ہے

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! بلوچستان کی سرزمین میں خاکساروں کا یہ عظیم الشان کیمپ قابل مبارک باد اس لئے ہے کہ بلوچستان کی سرزمین نسبتہ" اور زمینوں سے زیادہ مولوی زدہ اور ملّا پرست ہے۔ کسی قوم کا اس کے پیشہ ور مذہبی رہنماؤں کی خطرناک پکڑ میں ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس قوم میں قوت اور شوکت کا آخری نشان مٹ چکا ہے' وہ قوم اس دنیا میں اپنے لئے کچھ نہ دیکھ کر اور سب جسمانی جاہ و جلال ہار کر اب ان غیر جسمانی اور غیر مرئی اشیاء کی طرف لگی ہے جن کو اس قوم کے خود ساختہ رہبر اپنی روٹیوں کو برقرار رکھنے کی خاطر تسلیوں میں مبتلا کرنے کی غرض سے بتلاتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی دون ہمتی کے باعث دنیا کے نقد ا نقد سے عمداً" قطع نظر کرا کر آخرت کے ادھار پر اس لئے زور دیتے ہیں کہ انسان کی بڑی سے بڑی عیاری اور ہوش مندی آخرت کے بھید کو کھول نہیں سکتی۔ آخرت کے متعلق وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کی تصدیق ان دنیاوی آنکھوں سے ہو نہیں سکتی! ادھر انسان کو قدرتاً" آخرت سے انتہائی دلچسپی ہے اور ان مذہبی پیشہ وروں کی گرفت میں آئی ہوئی قوم یہ دیکھ نہیں سکتی کہ آخرت کے متعلق ان کے بے سند انعاموں کی آسان اور بیدھڑک تقسیم محض اس لئے ہے کہ ان ہیچ کاروں کو بھی اس دنیا میں کچھ کما کر کھانا ہے' جب تک یہ لوگ قوم کو جنت کے سبز باغ نہ دکھلاتے رہیں اور گری ہوئی قوم

کو مفت جنت دلا دلا کر انہیں سعی و عمل سے قطعاً ناآشنا کر دیں ان کی دنیا نہیں بنتی' انہیں روٹیاں کون دے گا؟ ان کو کون اپنا آخری رہبر مان سکے گا؟ ان کو پیٹ بھر کر کھانے کو اس لئے ملتا ہے کہ مولوی اور مُلّا نے اس دنیا کو دین سے قطعا الگ کر دیا ہے۔ قوم کی گری ہوئی حالت کے لئے ایک ایسا خوبصورت عذر پیش کر دیا ہے کہ اس دنیا کے چلے جانے کے بعد کسی کو دنیا پھر حاصل کرنے کا غم باقی نہ رہے۔ تمام غفلتیں اور نادانیاں' تمام بدمعاشیاں اور گناہ' تمام بدکرداریاں اور برائیاں جن کے باعث قوم کی دنیا تباہ ہو گئی' اور وہ غریب رات کی روٹی کی محتاج ہو گئی' اسی لئے کسی ملامت کے لائق نہیں کہ مولوی جھٹ اپنے مطلب کو نباہنے کے لئے مشہور حدیث پیش کر دیتا ہے کہ "دنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے"۔ جھٹ فریب دیتا ہے کہ تم اس دنیا کے ہاتھ سے چلے جانے کا غم نہ کرو' اس دنیاوی قوت اور جلال کے گم ہو جانے کا فکر کم کرو' یہ اس زمین پر طاقتور ہو کر رہنا صرف کافروں کا شیوہ ہے' تم اپنی نظریں اس جنت اور اس آسمان کی طرف لگائے رکھو جس کا چودھری میں ازروئے قرآن و حدیث مقرر ہوں' تم سب میں "عالم" یعنی جاننے والا میں مشہور ہوں۔ میرا "عالم" ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ تم جاہل ہو' خدا نے تمہیں صرف دنیاوی کان آنکھ اور دماغ دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے بھی تمہارے پاس اس دنیا میں کچھ نہیں رہا۔ مجھے "روحانی" آنکھ' کان اور دماغ خدا کی جناب سے میسر ہیں جن کو تم دنیا دار نہیں دیکھ سکتے اور میرے پاس جنت کے ہر دروازے اور ہر دریچے کی کنجی ہے!

مسلمانوں کے لئے دنیا پہلے اور آخرت بعد میں ہے!

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! اس دنیا کا دین سے الگ کر دینا' دنیا کو جھوٹ اور باطل' ناقابل توجہ اور نالائق درک قرار دینا' دین کو ایک حقیقی' کان آنکھ کی محسوس کی ہوئی نہیں بلکہ وہمی اور فرضی بات بنا دینا' نقد کو چھوڑ کر ادھار پر آنکھیں جما دینا' فوری' مجموعی' اور یقینی فائدے سے نظریں ہٹا کر اپنے دل سے گڑی ہوئی باتوں کی آس لگا دینا مولوی کی مولویت کا اس دنیا میں سب سے بڑا کرشمہ ہے۔ جنت اور آخرت کے متعلق دنیا کے سب سے بڑے پیغمبر صلعم کا قول ہے "لا عین رات و لا اذن سمعت ولا خطر علی قلب البشر" یعنی اس جنت اور آخرت کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا' کسی کان نے نہیں سنا اور نہ اس کا تخیل ہی کسی انسان کے دل پر گزرا ہے۔ الغرض جنت کی کیفیت سر بسر ایسی

ہے کہ وہ کسی گوشت پوست کے انسان کو معلوم نہیں' نہ اس کا وہم و خیال ہی ان جسمانی قویٰ سے ہو سکتا ہے۔ ادھر اس عدم واقفیت کے متعلق جناب باری تعالے کا ارشاد قرآن میں ولا تقف مالیس لک به علمؕ ان السمع والبصر والفواد کل اولٰئک کان عنه مسؤلا (۱۷: ۳۶) یعنی "اے پیغمبرؐ یا اے انسان تو اس شے کے پیچھے مت پڑ جس کا تمہیں تمہاری جسمانی آنکھ' جسمانی کان اور جسمانی دماغ کے ذریعے سے علم نہیں ہوا کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر گرفت ہو گی کہ کیا تم نے فلاں شے کو خود دیکھا تھا' خود سنا تھا اور خود سمجھا تھا!" اب اس قرآنی ارشاد اور نبوی حدیث کے حکم کے عین مطابق کیا جنت یا آخرت کی حقیقت کے متعلق کوئی گوشت پوست کا انسان ایک حرف کہہ سکتا ہے' کیا مولوی کا چوہدرپن صرف ان دو حکموں سے زائل نہیں ہو جاتا؟ کیا جس شے کو خود آنکھ کان اور قلب سلیم نے محسوس نہیں کیا (اور حدیث شریف کہتی ہے کہ واقعی کوئی آنکھ کان اور قلب جنت کو نہیں دیکھ سکتی) اس شے کے پیچھے پڑ جانا اور اس کی کھوج لگانا درست ہے؟ دین اسلام مسلمان کو صرف اس ایمان بالغیب پر قائم کرنا چاہتا ہے کہ آخرت کا واقع ہونا اٹل ہے۔ روز قیامت برحق ہے' جنت کا وجود قطعی ہے' اس سے زیادہ ہرگز کچھ نہیں۔ دین اسلام ربنا اتنا فی الدینا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ یعنی اے رب ہماری قوم کی دنیا کی حالت درست کر اور پھر ہماری آخرت بخیر کر' کہہ کر مسلمان کو سب سے پہلے اس دنیا کی طرف رجوع ہونے کی ترغیب دیتا ہے' "الدنیا مزرعته الآخرۃ" (حدیث) کہہ کر صاف اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ آخرۃ میں نفع تبھی ہے کہ دنیا میں کھیت ہرا بھرا ہو' "ما خلقنا السموات والارض وما بینهما باطلا ذالک ظن الذین کفروا" یعنی "ہم نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے۔ وہ باطل اور عبث نہیں' دنیا کو جھوٹ سمجھنا ان کا گمان ہے جو خدا کے منکر ہیں"" کہہ کر صاف اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ دنیا کی ہر شے جو پیدا کی گئی ہے حقیقت ہے۔ "ما خلقنهما الا بالحق" ہے۔ اس زمین و آسمان' اس کائنات جہان سے زیادہ بڑی حقیقت' زیادہ بڑی سچائی اس دنیا میں موجود نہیں' ان فی السموات والارض لایت للمومنین کہہ کر یہ عظیم الشان حقیقت مسلّم کرنا چاہتا ہے کہ "ایمان والوں کے لئے ایمان کی تلاش' ایمان کی نشانیاں' ایمان کی درک اسی آسمان و زمین کے اندر ہے"۔ "من کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا" کہہ کر بے گمان طور پر یہ محاکمہ قائم کرنا چاہتا ہے

کہ جس قوم کو اس دنیا میں بہتری اور کشائش' مطلوب و مقصود کی راہ نہیں ملی اس کو آخرت میں کسی شے کا ملنا محال ہے اور وہ آخرت میں اس دنیا سے بڑھ کر گمراہ ہے!

دین اسلام میں کسی قوم کی صالحیت کا معیار صاف اور بے گمان الفاظ میں اور چار دفعہ تاکید کرنے کے بعد روز اول سے اس زمین پر بادشاہت ہے' نہیں اس زمین کی بادشاہت ہے' یہ زمین کا وارث ہونا ہی عباد یعنی خدا کا بندہ ہونے کی دلیل ہے' عبادت یعنی خدا کی غلامی کا صحیح انعام ہے۔ "ولقد کتبنا فی الزبور من' بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصلحون۝ان فی هذا لبلغا لقوم عبدین (۲۲: ۱۰۵- ۱۰۶)" یہ صالح العمل بن کر زمین کے وارث ہو جانے کا راز سمجھ لینا ہی پیغمبر خدا صلعم کے رحمته اللعالمین ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں کے عین بعد وما ارسلنک الا رحمته للعلمین (۲۲: ۱۰۷) کے الفاظ آئے ہیں۔ دین اسلام غزوہ احد کی دنیاوی شکست کے بعد ہی فورا مسلمانوں کو تنبیہ انتم الاعلوم ان کنتم مومنین کے الفاظ میں کرتا ہے گویا صاف اور غیر مشکوک الفاظ میں کہتا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو تمہارا فتح مند اور سب پر غالب آنا اٹل ہے۔ دین اسلام رہبانیت کو ناجائز' اس کو دین اسلام میں بدعت اور خلاف مرضی خدا قرار دیتا ہے! الغرض دین اسلام کی مستند تعلیمات کے طول و عرض میں ایک آیت' ایک فقرہ' ایک لفظ موجود نہیں جس کی رو سے مسلمان کا رخ اس دنیا سے پھیر کر آخرت کی طرف اس طرح منتقل کر دیا جائے کہ وہ دنیا' جاہ و جلال' شوکت اور سلطنت سے منہ موڑے! دین اسلام میں تمام نیکیاں' تمام اخروی اعمال' تمام آخرت پر یقین اور روز جزا کا خوف صرف اس لئے ہے کہ مسلمان کی دنیا درست ہو! اس کو لذات دنیوی اور خواہشات جسمانی سے ہٹایا اس لئے گیا کہ وہ دنیا پر قابض ہو۔ دنیا کو مردار اس لئے کہا گیا ہے کہ دنیا کی تمام غافل کر دینے والی خواہشوں سے الگ رہ کر دنیا پر قبضہ کرے اور بادشاہ زمین بنے۔ اس کے سوا مسلمان کے اس دنیا میں آنے کی کوئی غرض و غایت حاشا و حتما" نہیں۔

دنیا میں کامیابی ہی آخرت کی درستی ہے

مسلمانو! تمہارے نبی کریم صلعم نے اپنی تیئس برس کی نبوت میں یہی کر دکھایا' تمہارے خلفائے راشدین نے اسی زمین کے کونے کونے پر قبضہ کرنے کے سامان پیدا کئے' تمہارے سلف صالحین کے یہی اطوار تاریخ کے ہر ورق پر سنہری حروف میں ثبت ہیں' تمہارے ہر

رہنما نے جو کسی معنوں میں اسلام کا سچا رہنما تھا' اسی دنیا میں کامیابی کو آخرت کی درستی کا واحد وسیلہ سمجھ کر بے پناہ عمل کیا' یہی شیوہ تمہارے "دیندار بزرگوں" کا رہا' یہی وطیرہ "دنیا دار" بزرگوں کا تھا' یہی آج تمہارے مصطفےٰ کمال اور ابن سعود کا ہے۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی تاریخ تمام اس پر گواہ ہے کہ دین اسلام اس دنیا کو خوبی اور خوش اسلوبی سے نباہنا اور اس زمین پر غالب اور اعلون بنے رہنا ہے۔ مگر مولوی دنیا کو چھوڑ کر آخرت اور جنت پر ڈیرہ اس لئے جماتا ہے کہ اس دنیا کا تنکا دہرا نہیں کر سکتا۔ مفت میں قوم کی روٹیاں کھانے کا چسکا لگا ہے' دنیا کے لئے سعی و عمل پر زور اس لئے نہیں دیتا کہ اسے خود کام کرنا پڑے گا' قوم کو آخرت کی بڑی بڑی اور سراسر جھوٹی معلومات اس لئے دیتا ہے کہ ان کی آنکھوں سے تصدیق ہو نہیں سکتی اور وہ اپنے آپ کو "عالم" کہہ کر فریب دے رہا ہے کہ اس نے خود دیکھی ہیں' وہ قوم کو دنیا سے ہٹاتا ہے تاکہ آخرت کی دھن میں لگے رہیں۔ مضبوط ہونے نہیں دیتا تاکہ اس کے محتاج رہیں۔ مسلمانو! مولویوں کے پنجے میں گھری ہوئی قوم گویا موت کے پنجے میں ایک زخم کھایا ہوا جسم ہے!!

تذکرہ کی تصنیف کن حالات میں شروع کی گئی!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! اس اپنا الو سیدھا کرنے والوں اور تمام دنیا کو الو بنانے والے ملانوں کی اس ہلاکت انگیز تعلیم کے اثر کو دنیائے اسلام سے جلد از جلد دور کرنے کے لئے میں نے ۱۹۲۰ء میں جب یہ لوگ کانگریس کی ملی بھگت سے قوم کا پچھتر لاکھ روپیہ بے ڈکار ہضم کرکے اور پچیس ہزار انسانوں کو بغیر کسی بلاوے کے افغانستان میں بے یارومددگار' موت کے منہ میں دھکیل کر آپ اسی سرزمین ہندوستان میں گاؤ تکیہ لگائے اپنی مونچھیں پونچھ رہے تھے' قرآن حکیم کی تشریح میں ایک کتاب لکھنے کا عزم کیا۔ میں قرآن حکیم پر غوروفکر اس وقت کم از کم سترہ برس سے کر رہا تھا اور جو کچھ اس عظیم کتاب پر لکھا جا چکا تھا مطالعہ کرکے اپنے نتائج پر پہنچ چکا تھا۔ یہ سماں اگست ۱۹۲۰ء کا ہے جب کہ پچیس ہزار انسان مولویوں کی بتائی ہوئی ہجرت کرکے لنبوسنهم حسنةً فی الدنیا کے خدائی وعدے کے خلاف' تمام گھربار پھونکنے اور کشتیاں جلا دینے کے بعد تین مہینے کے اندر اندر' ان قوم کش ملاؤں کی جرنیلی میں افغانستان سے سر جھکائے واپس آ رہے تھے۔ کابل سے لے کر درہ خیبر تک اور تمام پہاڑیوں میں گرد اگرد لاشوں کے پشتے لگے تھے' معصوم اور کنواری لڑکیاں جن کے چہروں کو خدا کے سورج کے سوا کسی نے نہ دیکھا تھا' عاجزی اور بے کسی کے عالم

میں سڑکوں پر پڑی تھیں اور ان کے بدن پر چیتھڑا تک رہا نہ تھا! میں نے خود اپنے کانوں سے ایک اٹھارہ برس کی بچی کو کہتے سنا کہ "الٰہی! موت دے"! کیونکہ اس عصمت کی دیوی کو نہ صرف رستہ کے ڈاکوؤں بلکہ دشمن کے مقرر کردہ ہمسفروں سے اس لئے خطرہ تھا کہ اس کا بوڑھا والد سفر کی تکان کی وجہ سے سڑک پر دم توڑ رہا تھا' تین بھائی بہنیں سب خوبصورت اور جوان ساتھ تھے' ان کا اسباب گدھوں پر تھا۔ جن کو ایک ایک بچہ ہانکتا تھا۔ میں سب کو موٹر میں بٹھا کر دو گھنٹے کے اندر اندر گھر پہنچا دیتا لیکن وہ گدھوں کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے اور کہتے تھے کہ گھر کہاں لے جاؤ گے' گھر گیارہ ہزار کا چار سو میں مہاجن نے لے لیا۔ اب ہمارا گھر یہی گدھے ہیں' ہم گدھوں کے بغیر کہیں نہ جائیں گے۔ میں اس وقت پشاور سے ۴۰ میل کے فاصلے پر تھا اور شام کے چار بج چکے تھے! میری بیوی ساتھ تھی اور اس کی چیخیں نکل رہی تھی گرداگرد سب "مہاجرین" تھے' کوئی کسی کی نہ سنتا تھا اور ایک قیامت برپا تھی۔

مسلمانو! میں نے آخرت کا سماں وہاں دیکھا اور فوراً اذا جاء وعدالآخرة لیسوء وجوھھم" کا مفہوم میری آنکھوں کے سامنے صاف پھر گیا۔ مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال نے اپنے ایک شعر میں بتلایا ہے کہ جس معرکے کا غازی ملا ہو' اس کا انجام کیا ہوتا ہے' میرے سامنے اس دن دہلی کے ان مکار ملاؤں کی تصویر عفریت سے زیادہ مہیب تر نظر آتی تھی' جنہوں نے قرآن کو دام تزویر بنا کر سچے ایمان والے اور خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے والے مسلمانوں کو قرآن حکیم کی حکمت کے صریحاً خلاف اور اس سے کامل ناواقفیت کے باعث ہزارہا کی تعداد میں' ہندوستان سے ہجرت کرنے کا نابکار فتوےٰ دیا تھا۔ میں نے دل سے پوچھا کہ یہ علم قرآن کے دعویدار قرآن کی کونسی سطر پڑھے ہوئے ہیں' ان کو دین اسلام سے کیا مس ہے' انہوں نے دنیا کی کونسی مہم سر کی ہوئی ہی' کون سا دس اینٹوں کا قلعہ فتح کیا ہے' کون سا چھ انچ لمبا چاقو ہاتھ میں پکڑا ہے کہ یہ بیس ہزار انسانوں کی ہجرت کا فتوےٰ اس وقت دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی ہر حرکت میں پچھلے کئی سو برس سے نفس اور شیطان کارفرما ہے اور اس وقت بھی یہی حضرت کام کر رہا تھا۔

تذکرہ کے متعلق عبارت اور ملانوں کا پیشگی فتویٰ

مسلمانو! خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ غرض یہ ہے کہ میں نے قیامت اور دنیا ہار کر مسلمان کی آخرت کی فکر کو دیکھ کر تذکرہ لکھنا شروع کیا۔ میں چونکہ قرآن کے غائر مطالعے کے

بعد اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ مولوی اور ملّا کا تمام بنایا ہوا مذہب غلط ہے اور ان کے دماغ میں اس مسلک کے سمجھنے کی استعداد ہی نہیں رہی جس کو خدا کا آخری نبی اس زمین پر تیرہ سو برس پہلے لایا تھا اس لئے میں نے تذکرہ ایسی سخت دقیق اور مغلق عبارت میں لکھا کہ کم از کم ہندوستان کا بڑے سے بڑا مولوی اس کی ایک سطر کے مفہوم کو سمجھ نہ سکے اور اگر لیاقت کے اس بلند معیار پر اس کا علم پورا اترتا ہے تو قرآن حکیم کی آخری تہ تک جلد از جلد پہنچ سکے۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ ہندوستان کے ہزاروں بلکہ لاکھوں قابل مگر دنیادار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ تذکرہ کو اگر پہلی بار نہیں تو کم از کم متواتر مطالعے کے بعد خوب سمجھ سکیں گے اور تذکرہ ہوش مند انسانوں کی دنیا میں فی الحقیقت ایک تہلکہ مچا دے گا۔ میں جانتا تھا کہ قومیں کتابوں کے لکھنے سے اٹھا نہیں کرتیں لیکن کم از کم ذہنی قیامت کی یہ تمہید ضروری تھی۔ خدائے عزوجل کا شکر ہے کہ میرا اندازہ صحیح ثابت ہوا اور تذکرہ نے دین اسلام کے متعلق ذہنوں کی اقلیم میں صور اسرافیل کا کام دیا۔ چار برس کے اندر اندر تذکرہ دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا اور بڑے سے بڑے اسلامی بادشاہ سے لے کر بڑے سے بڑے دینی عالم تک ہر شخص نے اس کا خیر مقدم کیا' ادھر یہ ہوا اور ادھر ہندوستان کے ملانوں کی ایک بڑی مجلس نے ۱۹۲۴ء میں تذکرہ شائع ہونے کے صرف ایک ہفتہ بعد (جس کی ایک جلد میں نے خود بھیجی تھی) اس کی عبارتوں کی سطریں کہیں کہیں سے رسماً پڑھوا کر اس خیال سے کہ کہیں ان کی علمیت کا بھانڈا آگے چل کر پھوٹ نہ جائے علی الحساب اور پیشگی اعلان کر دیا کہ تذکرہ میں کفر و الحاد کے "جراثیم" موجود ہیں۔ گویا کفر موجود نہیں' کفر کے چھوٹے چھوٹے خوردبینی حیوان موجود ہیں۔ یہ جاہل پھر اس تذکرہ کو "گورکھ کی پوتھی" سمجھ کر چپ بیٹھے رہے اور اس اثنا میں تذکرہ تمام عالم پر حاوی ہو گیا!

پندرہ برس کے بعد پھر تذکرہ کا ذکر

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! اب جب کہ پندرہ برس بعد "خون شہیداں" رنگ لایا ہے اور تذکرہ کی ذہنی قیامت کے واقع ہونے کے بعد خاکسار تحریک نے کئی سو برس پہلے کے قرون اولےٰ والے مسلمان پیدا کرنے پھر شروع کر دیئے ہیں' یہ دین خدا کے سچے منکر اور قرون اولےٰ کے آتنا فی الدنیا حسنة کی دعا مانگنے والوں کے سچے دشمن پھر اس "گورکھ کی کتاب" کو لے بیٹھے ہیں اور اس کے صفحوں کو اپنے سامنے الٹا رکھ کر' اور

کسی کے لگائے ہوئے نشانوں پر انگلیاں رکھ رکھ کر چیخ رہے ہیں کہ دیکھو! تذکرہ میں یہ یہ کفر لکھا ہے! مولوی یہ دیکھ کر کہ مسلمان پھر کئی سو برس کے بعد اپنی دنیا کی فکر میں لگا ہے اور اس کی نری آخرت کا فریب کئی قرنوں کے بعد رسوا ہونے کو ہے' بلکہ اس کا چوہدرپن خطرے میں ہے آستین چڑھا کر میدان میں نکلا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تذکرہ کے مصنف سے بچھو کی طرح بچو' وہ تمہاری کئی قرنوں کی بنائی ہوئی پیاری آخرت خراب کر دے گا' آخرت لینا چاہتے ہو تو بیلچے سے بچو' یہ خاکسار تحریک' یہ بیلچہ' یہ سپاہیانہ قواعد' یہ کیمپوں کے غلغلے' یہ خدمت خلق اور نیکی کی طرف لپک' سب لہو و لعب ہیں۔ "گلی ڈنڈے کا کھیل" ہے۔ یہ دنیا کی سب لہولعب ہے۔ اس شریر النفس شخص کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو جس نے تمہاری آخرت خراب کرنے کی ٹھانی ہے!

قرونِ اُولےٰ میں دین اسلام پیچدار مذہب نہ تھا

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! خدا نے تمہیں بھی ہوش و شعور دیا ہے دین اسلام کوئی گل بکاؤلی کا باغ نہیں کہ مولوی کے سوا اس تک کوئی نہ پہنچ سکے' یہ دین اس قدر آسان تھا کہ عرب کے جنگلی اور ان پڑھ لوگ بھی اس کو آنکھ کی جھپک میں سمجھ کر دنیا کے تختے پر چھا گئے' اس آسانی اور یقین سے' اس خوبی اور شدت سے ان بدوؤں نے خدا کا کلام سمجھ لیا تھا کہ تین سو برس تک دنیائے معلوم کا تین چوتھائی حصہ اس دین کی لپیٹ میں آگیا' اپنی آخرت بخیر کرنے کے لئے عرب اور عجم نے دنیا پر قبضہ کر لیا' اس وقت نہ صرف تھی' نہ نحو' نہ تفسیریں' نہ مولوی' نہ ملّا' نہ قرآن کے حاشیہ دار ترجمے' نہ مناظرے' نہ قرآن کی تمہاری طرح کی جلدیں اور رحلیں' نہ ریشمی جزدان اور خوبصورت طاق' یہ قرآن عظیم رسول صلعم کے عہد میں ہڈیوں' چمڑوں اور پتوں پر لکھا ایک صندوق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چارپائی کے سرہانے پڑا رہتا تھا۔ ہاں تو یا یہ ماننا پڑے گا کہ مولوی کے سوا آج تک کسی نے قرآن نہ سمجھا اور معاذ اللہ عرب کے بدو اور صحابہ کرام (معاذ اللہ) بھلا کیا جانتے تھے' یا اس کے سوا اور کوئی نتیجہ نکل نہیں سکتا کہ دین اسلام بالکل سیدھا سادا اور بغیر پیچ کے دین تھا اور ان ملانوں نے اس کو معما اس لئے بنایا کہ یہ اس کے ٹھیکیدار بنے رہیں۔ یہ جاہل مجھے بھی طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے سوا دین کوئی نہیں سمجھا' میں کہتا ہوں کہ ہاں میں سمجھا یا وہ پہلے سیدھے سادے مسلمان' کیونکہ ہم دونوں میں اتنی بدمعاشی اور مکاری نہ تھی کہ دین کو اپنے نفس کو پالنے کی دکان بنا دیتے۔ "الدین یسر" حدیث شریف ہے

اور اگر دین آسانی سے سمجھ میں آنے والا نہیں تو اس دین کو تمام دنیا کیونکر قبول کر سکتی ہے۔

تو ہاں خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! تم میں اتنا شعور ضرور ہے کہ نیک و بد کو خوب سمجھ سکو۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ تذکرہ میں کیا لکھا ہے۔ میں نے کیا کفر و الحاد کی تعلیم دی ہے' مسلمانوں کو کیا بد راہ کیا ہے' کس حدیث اور کس قرآن کے خلاف کہا ہے' کس کے ایمان پر ڈاکہ زنی کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس جہالت کے گڑھ اور ملاؤں کے بڑے اڈے یعنی بلوچستان میں تمہیں وہ عرب بدوؤں والا اسلام کئی قرنوں کے بعد پھر بتلاؤں جو معمولی سے معمولی عقل کے انسان کے دل میں بیٹھ کر معجزے کیا کرتا تھا' جس سے ایک صدی کے اندر اندر مسلمان کو دنیا جہان کا بادشاہ اور آخرت کا سرتاج بنا دیا تھا۔ میں تذکرہ کے اسلام کو اس جگہ اس لئے پیش کر رہا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس مشکل سے مشکل کتاب میں کیا آسان سے آسان اور معقول سے معقول اسلام لکھا ہے! اس لئے کہ تم کسی مولوی کے فریب میں نہ پھنس سکو اور اس یقین انگیز اسلام کو پھر پکڑ کر اپنی دنیا اور دنیا درست کرنے کے بدلے میں آخرت درست کر سکو۔

تذکرہ میں کیا لکھا ہے؟

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! تذکرہ کی پہلی جلد جو چھ سو فلسکیپ صفحوں کی کتاب ہے' اور اس سے زیادہ ولولہ انگیز اور یقین خیز چھ جلدیں میرے پاس اور لکھی رکھی ہیں جو آئندہ طبع ہوں گی۔ تذکرہ کی جلد اول کا خلاصہ چند لفظوں میں حسب ذیل ہے :

"دنیا میں ہر شخص اپنا مذہب اپنے والدین سے لیتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے اس کو سچ کہنے اور باقی سب مذہبوں کو جھوٹا کہنے پر ضد کرتا ہے۔ حیرت ہے کہ انسان کی ضد کیوں اس قدر بڑھ گئی ہے کہ وہ ابھی تک سب کے سب خدا کو ایک ماننے پر بھی متفق نہیں ہوئے حالانکہ خدا کا ہونا سب سے بڑی سچائی ہے۔ اس سے زیادہ حیرت یہ ہے کہ تمام دنیا علم حساب یا علم طبیعیات کی سچائیوں کو بالاتفاق اور بغیر کسی پس و پیش کے مانتی ہے۔ ان پر کسی قسم کی ضد نہیں کرتی کیوں صرف مذہب کے معاملے میں ضد کرتی ہے۔ سچائی ہر جگہ ایک شے ہے اگر سب مذہب سچے ہیں تو ان میں فرق کیوں ہے اور اگر ایک مذہب دوسرے سے مختلف ہے تو پھر سب کی سچائی کا دعوے کیسے ہو سکتا ہے"۔

سب مذاہب کا پیغام ایک تھا

پھر لکھا ہے کہ "اگر مذہب سب کے سب خدا کی طرف سے آئے ہیں تو ان میں اختلاف ہو نہیں سکتا کیونکہ خدا کسی ایک پیغمبر کو ایک پیغام اور دوسرے کو اس کے خلاف دوسرا پیغام دے کر اپنی مخلوق کو آپس میں لڑا نہیں سکتا' اس بنا پر ضرور ہے کہ سب پیغمبر ایک ہی پیغام خدا سے لائے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں شرع لکم من الدین ماوصی بہ موسی کی آیت میں ہے۔ قرآن کے متعلق قرآن میں انہ لفی زبر الاولین اور "ما قال لک الا ماقد قیل للرسل من قبلک" لکھا ہے۔ یعنی یہ قرآن وہی ہے جو پہلے پیغمبروں کو دیا گیا۔ اس قرآن میں وہی لکھا ہے جو پہلی کتابوں میں لکھا ہوا تھا۔

ہر مذہب کا منتہا انسان کو مسلم بنانا تھا

اب معاملہ صاف ہو گیا کہ خدا نے ایک ہی پیغام بھیجا تھا لیکن بندوں نے اس پیغام کو توڑ مروڑ کر ضد اور بغاوت سے فرقے بنا لئے۔ لوگ بجائے اس کے کہ خدا کے پیغام کو سمجھیں اور خدا کے منشاء کے مطابق ایک ہو جائیں خدا کے پیغامبروں کے پیچھے لگ کر ضد سے اس پیغمبر کا گروہ بن گئے۔ خدا نے سب کا نام مسلم یعنی خدا کو تسلیم کرنے والا رکھا تھا خواہ وہ حضرت ابراہیم کی امت ہو یا حضرت عیسیٰؑ کی لیکن لوگ مسلم ہو جانے کی بجائے موسائی یا عیسائی بن گئے۔ دنیا کے آخری نبی صلعم کا منشاء بھی یہ تھا کہ سب بنی نوع انسان کو مسلم کر دیا جائے اور موسوی اور عیسوی کوئی فرقہ نہیں رہے لیکن اب مسلمان خود ایک فرقہ ہیں جو منشائے قرآن کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسی قرآن حکیم میں ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ لکھا ہے یعنی اے انسانو! خبردار یہ تمہاری امت ایک امت ہے' اس میں تفرقہ پیدا نہ کرو' پھر لکھا ہے کہ "غور کرو مختلف فرقوں نے خدا کے پیغام کو بدل کر اس میں تحریف کر دی' اب اس کا کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ اصلی الہامی کتابوں کو دیکھا جائے۔ لیکن اصلی کتابیں سوائے قرآن کے دنیا میں موجود نہیں۔ صرف قرآن ایسا ہے کہ اس میں ایک حرف کا ردوبدل نہیں ہوا۔ اس لئے مذہبیت کی اصلیت کو معلوم کرنے یا یہ دریافت کرنے کے لئے کہ خدا کا اصلی پیغام کیا تھا' دنیا کی تمام الہامی کتابوں میں سے صرف قرآن کو لیا جا سکتا ہے۔ تمام دنیا متفق ہے کہ اس میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ باقی سب کتابوں کے الفاظ بدل چکے ہیں"۔ اب جب کہ قرآن اصلی کتاب رہ گئی ہے تو قرآن کے اندر ایک ایسا پیغام ہونا چاہیئے جس کو تمام دنیا بغیر کسی جھگڑے کے سچ مانے' ہاں اسی طرح سچ ماننے جس

طرح کہ تمام دنیا علم حساب کی کسی حقیقت کو سچ مانتی ہے یا علم طبیعیات کے کسی مسئلہ کو حق سمجھتی ہے۔ قرآن میں خود قرآن کو علم لکھا ہے اور علم لامحالہ وہ شے ہے جس کی سچائی ماننے پر تمام دنیا مجبور ہے۔

مذہب کا منتہا کیا تھا!

اس کے بعد کہا ہے کہ غور کرو "خدا کا پیغام اپنے بندوں کی طرف کیا ہو سکتا تھا۔ غور کرو کہ خدا اس زمین کا خالق اور مالک تھا اور ہے۔ یہ زمین ابتدا میں انسان سے خالی تھی۔ جب پہلے پہل انسان اس زمین پر آیا ہو گا تو خدا بحیثیت مالک مکان چاہتا ہو گا کہ انسان اس کی زمین کو آباد کریں، اس پر اتحاد و اتفاق سے رہیں، اس خوبصورت مکان کو درست رکھیں، اس کو آراستہ و پیراستہ بنائیں، اُس پر پیدا کی ہوئی چیزوں کو جائز استعمال میں لائیں، اپنی ترقی کریں، اپنی قوت بڑھائیں وغیرہ وغیرہ۔ ایک مالک مکان اپنے کرایہ دار سے اس کے سوا اور کیا خواہش رکھ سکتا ہے۔ پس دین اسلام جو حضرت آدم کو ملا اور اس کے بعد سب انبیاء کو ملتا رہا اس کا خلاصہ یہی تھا کہ انسان اس دنیا میں کیا کرے، کیونکر قوت حاصل کرے، کیونکر ایک بنے اور نیک بنے تاکہ اس زمین پر طاقت ور ہو، زمین کی سب چیزوں کو مسخر کرے، اللہ کا نائب ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس بنا پر انسان کی اجتماعی بہتری کے لئے ایک قانون وضع کیا گیا، مثلاً" زنا یا قتل نہ کرے تاکہ سوسائٹی میں فساد نہ پیدا ہو۔ دیانتداری کرے تاکہ تجارت بڑھے، علم سیکھے تاکہ کارخانہ فطرت کو زیادہ استعمال میں لا سکے وغیرہ جو قوم اس پروگرام پر عمل نہ کرے گی وہ کمزور رہے گی، وہی کافر ہے کیونکہ وہ خدا کے حکم پر عمل کرنے سے منکر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خدا کا تمام پیغامبروں کو یہ پیغام انسان کی اس دنیا میں اجتماعی بہبودی کے لئے تھا۔ اسی اجتماعی بہبودی کے اندر انفرادی دستور العمل بھی ہے۔

پھر لکھا ہے کہ "چونکہ اب بنی نوع انسان ایک امت نہیں رہی، برو بحر میں فساد پڑا ہے اس لئے اب یہ خدائی پروگرام ہر قوم کے لئے فرداً" فرداً" مفید ہے۔ جو قوم اس پر چلے گی وہ طاقتور ہو گی، جس حصہ زمین پر بس رہی ہے اس پر قابض رہے گی، جب کوئی قوم خدا کے بنائے ہوئے پروگرام پر نہیں چلتی وہ کمزور ہو جاتی ہے، وہ ہلاک کر دی جاتی ہے، اس کو اس زمین سے خارج کر دیا جاتا ہے قرآن قوموں کا دستور العمل ہے، ہر قوم کا دستور العمل ہے، ذکر للعلمین ہے، خدا کا آخری قانون ہے اس لئے دنیا کی سب قومیں قرآن کو عملاً ماننے پر مجبور ہیں۔

اقوام کی بہتری ان کے سعی و عمل میں ہے!

پھر لکھا ہے کہ "قوموں کی بہتری کی بنیاد ان کے افراد کے سعی و عمل پر ہے۔ جتنا سعی و عمل کسی قوم میں ہے اتنی ہی وہ قوم اس دنیا میں خوشحال ہے۔ سعی و عمل قوم کو بلند تبھی کر سکتا ہے کہ قوم متحد العمل ہو، سب کی سب ایک راہ پر لگی ہو، اس میں کوئی اندرونی فساد نہ ہو وغیرہ، جب تک قوم یک رائے و یک عمل ہے وہ قوت کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہے"۔

کائنات کی بہتری خدا کی غلامی میں ہے!

پھر لکھا ہے کہ "غور کرو خدا نے اس کارخانہ کائنات کو بنایا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا خالق نظر نہیں آتا۔ جب یہ حالت ہے تو یہ امر طبعی ہے کہ خدا اس کارخانے کی بہتری کی بنیاد اپنی ہی غلامی پر رکھے۔ جو قوم خدا کی غلامی کرے اس کو اس دنیا میں سرفراز کرے، جو اس کے احکام سے بغاوت کرے اس کو فنا کر دے، خدا کے لئے اس کارخانے کو بنا کر بعید ہے کہ انسان کی بہتری اس میں رکھے کہ وہ شیطان کے کہے پر چلے۔ پس اس کائنات جہان کی بہتری اس میں ہے کہ قومیں خدا کے احکام پر چلیں، اس قانون پر چلیں جو فطرت اور طبیعت کا قانون ہے۔ فطرت خدا کا کام ہے اور خدا کا کام اس کے کلام سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ پس وہی قوم دراصل خدا کو مانتی ہے جو اس کے کہے پر عمل کرتی ہے۔ جو اس کے قانون کی فرمانبردار ہے۔ یہی توحید ہے، یہی خدا کو ایک ماننا صحیح معنوں میں ہے۔ وہ قوم خدا کو ایک مانتی ہے جو چوبیس گھنٹے خدا کے حکم پر چلتی اور شیطان کے حکم کو رد کر دیتی ہے۔ منہ سے کہنا کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور اپنے اعمال میں شیطان کے کہے پر چلنا خدا کی گستاخی ہے، مکر اور فریب ہے۔ توحید تو یہ ہے کہ انسان چوبیس گھنٹے ان حکموں کو رد کرتا رہے جو انسان کا نفس اس کو ہر دم دیتا رہتا ہے۔ الغرض جاہ، مال، اولاد، بنگلے، باغات، زمینیں، آرام پسندی، کاہلی وغیرہ وغیرہ یہ سب وہ بت ہیں جن کی پرستش انسان تمام عمر ہر لحہ کرنا چاہتا ہے، یہ وہ بت ہیں جو قوم میں اجتماعی حیثیت سے غفلت، نفاق، بے عملی، تفرقہ، الغرض وہ تمام برائیاں پیدا کر دیتے ہیں جن کے باعث قوم ہلاکت کے گڑھے پر آن کھڑی ہوتی ہے۔ خدا کے احکام مثال کے طور پر یہ ہیں۔ آپس میں اتحاد کرو، بھائی بھائی بنو، ایک دوسرے پر رحم کرو، ایک امیر کا کہا مانو، خدا کی راہ میں جان و مال خرچ کرو، غیبت نہ کرو،

وعدہ وفا کرو، وغیرہ وغیرہ یہی وہ احکام ہیں جن کے باعث قومیں اس دنیا میں طاقتور ہوتی ہیں اور بعینہ یہی وہ حکم ہیں کہ انسان کا نفس ان پر عمل کرنے سے گریز کرتا ہے اور اسی بنا پر ان احکام پر چلنا نفس کے بتوں کو توڑنا اور خدا کو عملاً اپنا حاکم ماننا ہے۔ پس کائنات کی بہتری اور قوموں کی قوت کی بنیاد توحید ہے اور توحید یہ ہے کہ خدا کے حکم کے بالمقابل شیطان یا نفس کے حکم کی پرواہ قطعاً" نہ کی جائے۔

پیہم بت شکنی ہی عبادت ہے

پھر لکھا ہے کہ "یہ عملی توحید ہی خدا کی عبادت یعنی اس کا غلام بن کر رہنا ہے۔ عبادت کے لفظی معنی غلامی کے ہیں اور غلامی کا مفہوم ہمیشہ سے یہ ہے کہ ایک شخص یا قوم ۲۴ گھنٹے اس طرح اذن میں رہے جس طرح کہ ایک نوکر اپنے آقا کے اذن میں ہوتا ہے اور اس کی مرضی اور حکم کے بالمقابل اپنی رائے یا نفس کی تمام خواہشات کو فنا کر دیتا ہے"۔ پھر لکھا ہے کہ "مسلمانوں نے پانچ وقت کی نماز کو خدا کی "عبادت" کہا ہے، یہ نماز صرف اسی صورت میں خدا کی عبادت ہو سکتی ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز پڑھنے کے بعد بھی خدا کے احکام مانتا رہے ورنہ اگر وہ رسمی سجدہ پانچ وقت کر لیتا ہے اور سجدوں کے بعد شیطان کے حکموں کو مانتا ہے تو اس کی نماز خدا کی عبادت نہیں، اس کے سجدوں کے کچھ معنی نہیں، وہ خدا سے فریب کرتا ہے۔ نماز خدا کے حاکم ہونے کا صرف پنج وقتہ اقرار ہے، نماز میں سجدہ اس امر کا اقرار ہے کہ ہم خدا کے احکام کے آگے سر جھکا دیں گے۔ (ایاک نعبد) اس لئے اگر غور سے دیکھا جائے تو نماز کے وقت کا عمل غلامی کے عمل میں داخل نہیں۔ غلامی یعنی عبادت صحیح معنوں میں اس وقت شروع ہوتی ہے جب انسان نماز پڑھنے کے بعد خدا کے حکموں کی تعمیل کرنے لگتا ہے اس بنا پر عبادت کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ تمام چوبیس گھنٹے خدا کے حکموں کی تعمیل میں لگے رہنا خدا کی عبادت کرنا ہے"۔

عبادت کا اٹل نتیجہ طاقت ہے

پھر لکھا ہے کہ "جو قوم روزانہ اور ہر وقت خدا کی عبادت میں لگی ہے اور اپنے نفس کے بتوں کو پیہم توڑتی رہتی ہے وہ دنیا میں طاقت ور ہے، خدا کی عابد ہے، زمین کی وارث ہے، صالح ہے۔ ان الارض یرثھا عبادی الصلحون کی صحیح مصداق ہے، جو قوم شیطان کے حکموں پر چلتی ہے کمزور ہے، متفرق ہے، اس کا کوئی امیر نہیں، اس کے ہر فرد کا نفس اس پر حاکم ہے، وہ شیطان کی غلامی میں لگی ہے اور اسی عبادت طاغوت کے باعث ہلاک ہو رہی ہے"۔

پھر لکھا ہے کہ "جو شخص یا قوم خدا کے حکموں پر چل رہی ہے اس کا خدا کے خدا ہونے پر پختہ عقیدہ ہے۔ عقیدہ کے معنی پختگی یقین کے ہیں اور اس پختگی یقین کی

دلیل یہ ہے کہ خدا کے حکم پر عمل ہو رہا ہے۔ لیکن جو قوم صرف منہ سے خدا کو خدا کہتی ہے اور اس کے احکام پر کچھ عمل نہیں کرتی' بلکہ شیطان کے حکموں پر چلتی ہے اس کا عقیدہ خدا پر ہرگز نہیں اس کا اصلی خدا شیطان ہے وہ "افرایت من اتخذ الھہ ھواہ" کی مصداق ہے۔ پس نرا لفظی عقیدہ بغیر عمل خدا کے نزدیک کچھ شے نہیں' نہ اس کا اخروی ثواب ہے' نہ اس سے کوئی دنیاوی نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ ملاؤں کا یہ کہہ دینا کہ خدا کو منہ سے ماننا کافی ہے! انتہائی طور پر غلط ہے"۔

محض لفظی عقیدہ کچھ شے نہیں!

پھر لکھا ہے کہ "جو شخص یا قوم خدا کے حکم کو خدا کا حکم سمجھ کر یا اس کو قانون فطرت سمجھنے کے بعد مجبور ہو کر حکم کی تعمیل کرتی ہے' اس کو اس دنیا میں اس کے کئے کا اجر ملنا ظاہر ہے۔ ادنیٰ سی حکومت بھی جب تک رعیت قانون پر عامل رہے' تعمیل کا اجر دیتی ہے اور کسی رعیت سے بادشاہ ہونے کا لفظی اقرار نہیں لیتی۔ بعینہ اسی طرح بلکہ اس سے بے انت بڑھ چڑھ کر خدائے عزوجل کا یہ کارخانہ عظیم اقوال سے حتماً" بے نیاز ہے۔ وہ اسی قوم کو آج سرفراز کر رہا ہے جو خدا کے کہے پر عمل کرتی ہے' جو صرف کہتی ہے اور کرتی نہیں اس کی پرکاہ کے برابر پرواہ نہیں کرتا۔ نیز چونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور قران میں صاف من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمی لکھا ہے (یعنی جس قوم کو اس دنیا میں اپنی بہتری کی راہ نہیں ملی اس کو آخرت میں بھی راہ نہیں ملے گی!) اس لئے جس قوم کی دنیا درست نہیں اس کی آخرت بھی درست نہیں۔ دنیا کا درست ہونا آخرت کے درست ہونے کا صحیح معیار ہے!"

کائنات کی بہتری کی بنیاد توحید پر عمل ہے!

پھر لکھا ہے کہ "توحید پر عمل کائنات کی بہتری کی بنیاد ہے۔ توحید پر عمل کے معنی یہ ہیں کہ خدائے عزوجل کے مقرر کردہ قاعدوں اور حکموں کی تعمیل کی جائے اور شیطان کے احکام کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ اگر سورج کا کرہ اپنے مقرر کردہ راستے پر بے چون و چرا چل رہا ہے تو وہ توحید پر عمل کر رہا ہے۔ خدا نے صاف ولو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا لکھا ہے' یعنی اگر اس زمین و آسمان میں خدا کے سوا کوئی دوسرے خدا ہوتے تو یہ کارخانہ آج تک کبھی کا بگڑ گیا ہوتا۔ گویا کائنات کا امن خدا کے عملاً ایک ماننے میں

ہے۔ اسی طرح قوموں اور انسانوں کے گروہوں کا امن' ان کی قوت' ان کی فتح و ظفر' ان کا غلبہ' ان کے افراد کے خدا کو عملاً ایک ماننے میں ہے"۔

توحید پر عمل اور دس اصول!

"جو قوم توحید[1] پر چل رہی ہے وہ طاقت ور ہے کیونکہ توحید پر عمل کرنے سے وہ کبھی آپس میں تفرقہ نہ ڈالے گی۔ تفرقہ ہمیشہ نفس کے حکموں پر عمل کرنے اور بغض و عناد کا بت پوجنے سے حاصل ہوتا ہے' جب خدا کا حکم مانا جائے فورا اتحاد[2] پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ خدا کے ڈر سے لوگ ایک دوسرے سے لڑتے نہیں' پس خدا کا سچا تقوی اور خدا کا سچا ایمان لامحالہ قوم میں کامل اتحاد پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ قوم جو توحید پر عامل ہے' اپنے مقرر کردہ سردار کے حکم کی مکمل تعمیل کرے گی کیونکہ نافرمانی اور عصیان امیر نفس کو موٹا کرنے اور اپنی اغراض کا حکم ماننے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس بنا پر جو قوم توحید پر عمل کرے گی اس میں اطاعت امیر[3] کا ہونا اٹل ہے امیر کی اطاعت اسی وقت پیدا ہوتی ہے کہ انسان اپنے نفس کا حکم نہ مانے۔ علی ہذا القیاس توحید پر عمل کرنے والی قوم میں جہاد بالسیف[4] یعنی دشمن کے مقابلے میں تلوار سے لڑائی کرنے کا جوہر موجود ہونا لازمی ہے کیونکہ اپنے آپ کو دشمنوں سے بچانے کی یہ خاصیت اس قوم میں زائل ہو جاتی ہے جس کو جان پیاری ہو جو خدا کی پرستش کو چھوڑ کر اپنی جان کا بت پوجے' نفس کے کہنے پر تن آسانی میں غرق رہے' بعینہ اس طرح توحید پر عمل کرنے والی قوم میں جہاد بالمال[5] یعنی قربانی مال کی خاصیت ہو گی' کیونکہ قوم روپیہ کے بت کی پرستش ہرگز نہ کرے گی' اس قوم میں ہجرت[6] یعنی قوم کی بہتری کی خاطر ترک وطن کی خاصیت موجود ہو گی کیونکہ خدا کی عبادت اور اس کی غلامی اختیار کرنے والی قوم کبھی نفس کے کہنے پر اپنے وطن سے ناروا محبت نہ کرے گی' بلکہ وہ ان تمام لذات نفس کو ترک کرنے پر آمادہ ہو گی' جو کسی قوم کی بہتری کے لئے ضروری ہیں۔ اسی نہج سے توحید پر عمل کرنے والی قوم میں استقامت[7] فی السعی و التوکل فی النتائج یعنی سعی و عمل میں استقلال اور نتائج کے بارے میں خدا پر توکل ہو گا کیونکہ خدا کی غلامی کی شرط یہ ہے کہ چوبیس گھنٹے اور تمام عمر غلام رہے' نہ یہ کہ صرف منہ سے خدا کو خدا کہہ کر تمام عمر شیطان کے کام کرتا رہے۔ علی ہذا القیاس جو قوم خدا کے احکام عملاً مان کر توحید پر عامل ہے اس کو خدا کا کام تلاش کرنے کی دھن ہو گی' وہ اس صحیفہ فطرت کے پتے پتے کو چھان مارے گی اور اس کا علم[8] حاصل کرنے میں دن رات ایک کر

دے گی' وہی مکارم اخلاق پر عامل ہوگی کیونکہ سب نیکی نفس کو رام کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسی قوم ہی فی الحقیقت ایمان بالآخرت یعنی آخرت پر سچا ایمان رکھتی ہے کیونکہ اس کو خدا کے احکام کے مفید اور لائق اجر ہونے کا کامل یقین ہے' لیکن جس قوم نے اس دنیا میں کچھ کرکے نہ دکھایا اس کو خدا کے روزِ قیامت کو جنت دینے پر کیا بھروسہ ہے۔ اس کا جنت پر قولی ایمان محض اپنے نفس کو دھوکہ ہے"۔

مومن قوم انہی دس اصول پر عامل ہے

پھر آیات قرآنی پیش کرکے طول و طویل بحث کے بعد دو اور دو چار کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ جس قوم میں یہ دس اعمال یعنی **توحید فی العمل' وحدت الامت' اطاعت امیر' جہاد بالسیف والانفس' جہاد بالمال' ہجرت' علم' استقامت فی السعی والتوکل فی النتائج' مکارم اخلاق اور ایمان بالآخرت** موجود ہوں وہی **قرآن اور خدا** کی نگاہوں میں مومن ہے۔ جہاں جہاں قرآن حکیم میں ایمان کی تعریف کی گئی ہے وہاں ان دس اعمال میں سے کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہے' جہاں صراط مستقیم بتلایا ہے کہ کیا ہے وہاں ان دس میں سے کوئی ہے' جہاں **فاسق** کی تعریف ہے وہاں ان دس کے خلاف عمل ہے' جہاں ظالم قوم کے متعلق بتایا ہے وہاں ان دس کا نقیض موجود ہے' جہاں **شرک** کا بیان ہے وہاں ان دس کا الٹ ضرور ہے۔ جہاں جنت کی جزا دی ہے وہاں یہ دس لازماً ہیں' جہاں **متقی** کا ذکر ہے وہاں یہ دس اس کے **اعمال** کے طور پر لکھے ہیں۔ الغرض قرآن حکیم میں **اسلام' ایمان' تقویٰ' صراط مستقیم** اور **جنت** کا حقدار بننے کے لئے ان دس اصول کی پیروی لازمی ہے۔ شرک' فسق' ظلم' جہنم کا حقدار ہونا وغیرہ ان دس اصولوں کے خلاف چلنے سے لازم آتا ہے۔ پس قران حکیم کی تمام **حکمت کا نچوڑ** یہ دس اصول ہیں جن پر انسانی اقوام کی تمام بنیاد ہے۔ ان آنکھوں سے آج دیکھ لو کہ جو قومیں آج ان دس اصول پر یا ان کے کسی حصے پر چل رہی ہیں ان کو خدا کی طرف سے نقد انقد انعام آج کیوں کر مل رہے ہیں' کیونکر خدا ان کو دنیاوی نعمتوں سے مالا مال کر رہا ہے۔ جو قومیں ان اصولوں سے سخت منحرف ہو رہی ہیں ان کو کیا ذلت و مسکنت دے رہا ہے۔ ان کی زندگی غلامی کی زندگی ہے۔ وہ "ان تتولوا یستبدل قوما غیر کم" کے تحت ہردم آرہی ہیں اور کوئی دن جاتا ہے کہ "فقطع دابر القوم الذین ظلموا" کے ماتحت ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی جائے گی' ان کا حال حیوانوں کا حال ہے۔ "اولٰئک کالا نعام بل ھم اصل" کے وہ صحیح مصداق

ہیں۔ "ھل یھلک الا القوم الفاسقون" کا اطلاق ان پر ہو رہا ہے ظلم' فسق' شرک' کفر وغیرہ قرآنی اصطلاحیں صرف **قوموں کے اجتماعی عمل سے متعلق ہیں!** عرف عام میں جو کچھ مولویوں نے فسق اور شرک کہا ہے یا جو مقولے شرک اور کفر کے اپنے پاس سے گھڑ لئے ہیں ان کی سند **قرآن حکیم** کے اندر موجود نہیں۔ قرآن حکیم میں **قول** کا لفظ بھی ہرگز ہرگز منہ سے کہہ دینے کے **معنی میں نہیں** آتا بلکہ اس قول کو فعل سے مبدل و مصدق کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ "ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ" کے یہی معنی نہیں کہ تم منہ سے اللہ کو رب کہہ دو پھر تم پر فرشتے ضرور اتریں گے۔ اسی طرح "قل ھو اللہ احد" کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ صرف منہ سے اللہ کو ایک کہہ دو اور بس' اگر یہ ہے تو "لم تقولون ما لا تفعلون" کے ماتحت ایسا قول ازروئے قرآن گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح "لقد کفرو الذین قالو ان اللہ ثالث ثلاثہ" کے معنی بھی ہرگز نہیں کہ جو لوگ خدا کو تین منہ سے کہتے ہیں کافر ہیں بلکہ جن قوموں کا عملی پروگرام یہ ثابت کر رہا ہے' کہ وہ اس خدائے واحد کے سوا کسی دو اور خداؤں کے حکموں کی تعمیل کر رہے ہیں' مثلاً "مسیح علیہ السلام کے حکم" کو خدا کے حکم کے خلاف سمجھ کر اس کا تتبع کر رہے ہیں "روح القدس کے حکم" کو خدا کے حکم کا نقیض سمجھ کر اس کی تعمیل میں لگے ہیں۔ **ایسے تین خداؤں کو ماننے والے بالیقین کافر ہیں** اور ان کی اجتماعی ہلاکت "ذالک جزینھم بما کفروا وھل نجزی الا الکفور" کے ماتحت قطعی ہے۔ الغرض قرآن حکیم میں قول کا لفظ بھی **دراصل عمل** ہی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اگر یہ ہوتا تو صحابہ کرام خلفائے راشدین اور سلف صالحین صرف اقوال پر اکتفا کرکے مسلمان بنے رہتے۔ ان کو کیا ضرورت تھی کہ وہ دن رات اپنی زندگیاں مکارم اخلاق اور جہاد کے جانکاہ اعمال میں گزارتے اور پھر خدا کی جناب میں چیخیں مارتے کہ خدایا ان کو بخش دے۔

اسلام دین فطرت کیونکر ہے

الغرض قرآن حکیم کا دستور العمل یہ دس اصول ہیں اور یہی دین فطرت ہے۔ قرآن کا دعوے "فطرة اللہ التی فطر الناس علیھا" ہے۔ یعنی یہ دین وہ دین ہے کہ تمام روئے زمین کے انسان اس دین کے ماننے پر مجبور بلکہ مجبول ہیں۔ فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص اس کو چاروناچار تسلیم کرے۔ اس سے گریز کی گنجائش نہ ہو' اگر ایک شخص تمام رات نہیں سوتا تو اگلے دن نہ سونے کی سزا فوراً مل جاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ سونا اس کی فطرت میں داخل ہے اور فطرت سے بغاوت کی اٹل سزا ہلاکت ہے۔ پس اگر دین اسلام کا دعوےٰ کہ وہ انسانوں کی فطرت اور "فطر الناس علیھا" ہے' درست ہے تو ہر قوم کو جو اس روئے زمین پر موجود ہے' اس دین اسلام سے بغاوت کی سزا ضرور اور فوراً ملنی چاہیے۔ حالانکہ ہم ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ دنیا میں صدہا قومیں ایسی ہیں جنھوں نے کبھی اس مروجہ اور معروف اسلام کا نام نہیں سنا' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے قطعاً" ناواقف ہیں' مکہ کے نام سے ناآشنا ہیں' انہوں نے کبھی آج تک ایک نماز مسلمانوں والی نہیں پڑھی' ایک روزہ مولویوں کے کہنے پر نہیں رکھا' کبھی مکہ شریف کا حج نہیں کیا' کبھی کلمہ شہادت نہیں پڑھا' لیکن وہی اسلام کا بے نیاز اور بے پرواہ عادل اور لطیف و خبیر خدا' ہاں وہی "واللہ خبیر بما تعملون" اور "لننظر کیف تعملون" والا خدا ان قوموں کو اپنے خزانہ عامرہ سے بے حساب بخش رہا ہے' موجودہ مسلمان اقوام سے کئی گنا زیادہ دے رہا ہے' ہاں وہ ان کو قوت اور شوکت کے تمام لازمات دے رہا ہے' ان پر اپنی رحمت کا موسلا دھار مینہ برسا رہا ہے' حالانکہ اسی خدا کا قول ہے "ان الدین عنداللہ الاسلام" (یعنی خدا کے نزدیک صرف ایک ہی دین پسندیدہ ہے اور وہ اسلام ہے) اور "ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه" ہے۔ (یعنی جس قوم نے اسلام کے سوا کسی دین کی تلاش کی تو اس کا وہ مسلک اور چلن ہرگز قبول نہ ہو گا) ان تمام امور سے یہ نتائج صریحاً" نکلتے ہیں کہ دین فطرت یہ دس اصول ہیں' جو ایمان' تقویٰ' صراط مستقیم وغیرہ کی تعریف میں آتے ہیں' جن پر تمام زندہ قومیں حضرت آدم علیہ السلام سے اس وقت تک مجبور اور مجبول ہیں' کسی قوم کو ان دس اصول کے سوا چارہ نہیں' ان دس سے مفر نہیں' یہی دین حضرت آدم کو ملا' یہی تمام انبیاء علیہم السلام کو وقتاً" فوقتاً" ملتا رہا' یہی "انه لفی زبر الاولین" کے معنی ہیں' یہی وہ "صحف مکرمة" کا مطلب ہے' ورنہ موجودہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور کلمہ شہادت جو صرف تیرہ سو پچاس

برس سے رائج ہیں ہرگز ہرگز ان ظواہر اور ارکان کے ساتھ رسول خدا صلعم سے پہلے موجود نہ تھی۔ حضرت ابراہیم کی الصوة کے ارکان کچھ اور تھے۔ حضرات داؤد کی الصلوة کچھ اور تھی' حضرت عیسیٰ کا حج یہ مکہ کا حج قطعاً نہ تھا وغیرہ وغیرہ۔ پس اگر مولویوں کا کہنا کہ دین اسلام صرف یہ پانچ چیزیں ہیں درست ہے تو بتائیں کہ یہ پانچ چیزیں کیونکر دین فطرت ہو سکتی ہیں' کیونکر تمام نسل انسانی کا ناقابل گریز مذہب اور ناگزیر چلن ہو سکتی ہیں' بتلاؤ ان پانچ چیزوں کے نہ کرنے کی سزا اور قوموں کو فوراً کیوں نہیں ملتی' اگر یہ امر واقع ہے' تو ضرور وہ پیغام اور وہ اسلام جو تمام انبیا کو دیا گیا تھا اور جو سب آسمانی صحیفوں میں موجود تھا ان پانچ باتوں سے ضرور جدا ہو گا۔ اسلام دین فطرت تب ہو سکتا ہے کہ اس پر نہ چلنے کی سزا تمام دنیا کی ہر قوم کو ہماری آنکھوں کے سامنے ملے۔ کوئی قوم اس دین سے ہٹ نہ سکے اگر ہٹے فوراً سزا پائے' پچاس برس کے اندر اندر مٹ جائے' بیس برس یا سو برس کے اندر اس کی ہلاکت کا ڈنکہ بج جائے۔ خدائی سزاؤں سے جو اس کو دی جائیں صاف ظاہر ہو کہ اس کو یہ رویہ قبول نہیں یہ دین تسلیم نہیں وغیرہ وغیرہ"۔

پھر لکھا ہے کہ "غور کرو اس وقت خدا کی سزائیں پچھلے دو سو برس سے سب سے زیادہ مسلمان اقوام کو مل رہی ہیں حالانکہ وہ رسمی اسلام پر سب کی سب قائم ہیں۔ خدا کی حکومت میں یہ ظلم کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم مسلمان ہو کر سزائیں کھائیں رات کو روٹی اور پہننے کو چیتھڑا نصیب نہ ہو اور جو قومیں مسلمانوں کی اصطلاح میں "کافر" ہیں ان کو خدا سب کچھ دے۔ ایسا ظلم معاذ اللہ خدا کی خدائی کے شایان شان ہرگز ہرگز نہیں۔ قرآن میں صاف "ان اللہ لیس بظلام للعبید" اور "ان اللہ لا یظلم الناس شیئا ولکن الناس انفسھم یظلمون" لکھا ہے۔ یعنی "خدا بندوں پر قطعاً" ظلم روا نہیں رکھتا۔ یہ خود بندے ہی ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں"۔

دین اسلام کے پانچ رکن

پھر کہا ہے کہ "دین اسلام کے پنج ارکان یعنی کلمہ شہادت' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اس اسلام کے رکن ضرور ہیں جو تیرہ سو پچاس برس سے روئے زمین پر آخری نبی صلعم کی وساطت سے آیا' یہ پانچ انہی معنوں میں رکن ہیں جن معنوں میں مثلاً" نماز کے مختلف رکن ہیں یا حج کے رکن ہیں وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ نماز حج وغیرہ کے رکن وہ رسمی شعائر ہیں جن سے اسلامی نماز اور اسلامی حج پہچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح کلمہ شہادت' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ'

بھی وہ رسمی شعائیر اور نشان ہیں جن سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا اسلام پہچانا جاتا ہے۔ بعینہ جس طرح ایک چپڑاسی کے لئے جو کسی حاکم کا ملازم ہے' ایک وردی' ایک پیٹی' ایک چپڑاس وغیرہ پہننا ضروری ہے' اس کے بغیر وہ اس حاکم کا ملازم سمجھا نہیں جاتا۔ بعینہ اسی طرح یہ پانچ ارکان مسلمان کے رسمی نشانات ہیں اور ان کے بغیر وہ مسلمان سمجھا نہیں جا سکتا لیکن اس اسلام کی بنیاد جو تیرہ سو کی بجائے تیرہ لاکھ برس سے چلا آیا ہے ان ارکان پر ہرگز نہیں' اس اسلام کی بنیاد یہ دس اصول ہیں جو واضح کئے گئے ہیں اور جو قرآن میں بین الدفتین ایمان' تقویٰ' اور صراط مستقیم وغیرہ کی تعریف میں محفوظ و مصئون ہیں۔"

پنج ارکان دس اصول پر قائم ہیں

پھر کہا ہے کہ "یہی پانچ ارکان ان دس اصولوں پر حاوی ہیں گویا ان دس اصولوں کے اوپر یہ پانچ بنائیں ہیں جن پر اسلام قائم ہے۔ مثلاً" نماز کو اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ دن میں پانچ وقت ایک سردار (امیر) کے ماتحت خدا کے سپاہیوں کی حاضری ہے جس میں روزانہ پانچ وقت صاف ایاک نعبد کا اقرار ہے۔ یعنی ابجدا ہم سب اسلام کے سپاہی تیرے سوا کسی کی غلامی نہ کریں گے۔ اس نماز میں شاہ و گدا ایک قطار میں کھڑے ہیں۔ ایک امام کی اطاعت اور اس کی حرکتوں کے مطابق حرکت ہے۔ گویا نماز کے اندر عملی توحید' اتحاد امت اور اطاعت امیر کے تین اصول موجود ہیں اور نماز کی بنیاد ان تینوں پر ہے جس نماز سے امت کو یہ تینوں فائدے حاصل نہیں ہوتے وہ نماز نہیں' یہی الفحشا (یعنی شیطان کی بنائی ہوئی باتوں) اور المنکر (یعنی نفاق امت) سے بچتا ہے۔ علی ھذا القیاس اگر غور سے دیکھا جائے تو اسی زکوٰۃ میں جہاد بالمال کا اصول پنہاں ہے۔ حضرت صدیق اکبر کی زکات یہ تھی کہ غزوہ عسرہ کے دن اپنا سارا مال نبی صلعم کے قدموں پر ڈال دیا ہے' اسی روزے میں جہاد بالنفس کا اصول پنہاں ہے گویا روزہ کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اسلام کے سپاہی میدان جنگ میں بھوک برداشت کر سکیں' حج کے حکم میں اتحاد امت کا اصول پنہاں ہے۔ الغرض ان دس اصولوں کی بنیاد پر یہ پانچ رکن قائم ہیں اور ان پانچ رکنوں کی بنیاد پر اسلام قائم ہے"۔

تذکرہ میں رسمی مسلمانوں سے خطاب

پھر کہا ہے کہ "اے مسلمانو! شرم سے ڈوب کر مرجاؤ کہ دوسری قومیں تمہارے ان

اصولوں کو' جو قرآن میں واضح طور پر لکھے تھے' لے کر خدائے بے نیاز کے خزانہ عامرہ سے بے حساب انعام پا رہی ہیں' وہ اس اسلام پر اپنے ہاتھ پاؤں سے عمل کر رہی ہیں اور تم صرف قرآن کو چومتے ہو' خدا کو منہ سے خدا بول کر پھر شیطان کے حکم مانتے ہو' یہ قومیں تمہاری طرح تسبیحوں کے رٹ بھی نہیں لگاتیں' تمہاری طرح لمبے لمبے چہرے بنا بنا کر خدا کا اقرار بھی نہیں کرتیں لیکن خدا کے بتائے ہوئے قانون پر عامل ہیں' اس لئے وہ خدا ان کو ان کے کئے کا اجر دے رہا ہے۔ وہ اگرچہ ہماری نظروں میں ہرگز ہرگز مومن نہیں لیکن خدا کی نگاہوں میں مومن ہیں' خدا ان کو وہی انعام آج دیتا ہے جو کسی زمانے میں مومنوں کو دیا کرتا تھا۔ شرم سے ڈوب مرو کہ تم نے قرآن کو چھوڑ دیا' خدا کو چھوڑ دیا' خدا کے قانون کو چھوڑ دیا' اپنے نفس کی پرستش میں لگ کر اسلام کو آسان بنا دیا' اس کو چند قولوں اور مقولوں' عقیدوں اور حکموں پر محدود کر دیا' اب کیا عجب ہے بلکہ مجھے خطرہ ہے کہ قیامت کے دن کہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمہیں اپنی امت تسلیم کرنے سے انکار کر دیں' جب خدا تمہیں اس دنیا میں قبول نہیں کرتا تو رسول کیوں تمہاری شفاعت کریں گے' انصاف سے بتاؤ کہ تم میں کونسی شے موجود ہے جو اتباع قرآن اور اطاعت رسول کے سلسلے میں ہے"!

موجودہ مسلمانوں کی نجات کیونکر ممکن ہے!

پھر کہا ہے کہ "اے مسلمانو! جب تک ان دس اصولوں کو عملاً نہ پکڑو گے تمہاری دنیوی نجات ممکن نہیں' جتنا ان اصولوں کو پکڑتے جاؤ گے تمہاری حالت بہتر ہوتی جائے گی۔ انہی اصولوں کو دین اسلام کی صحیح تعلیم مان کر تمام دنیا کو ان پر متفق کر دو۔ ان پر تمام دنیا متفق ہے لیکن تمام دنیا تمہارے اسلام پر متفق اس لئے نہیں کہ تم ان اصولوں کو اسلام کی تعلیم نہیں مانتے' تمہارے نزدیک اسلام صرف داڑھی' تہمد استنجا وغیرہ میں ہے' یہ باتیں اسلام کے شعائیر ہو سکتی ہیں' رسول خدا صلعم کے ہزارہا نیک اعمال میں سے ایک چھوٹا سا رسمی عمل تھیں لیکن اسلام کی بنیاد ان اعمال پر ہرگز نہیں' اگر دنیا کو اسلام پر متفق کر کے تمام دنیا پر حاوی ہونا چاہتے ہو تو سب سے پہلے اسلام کو ان لازوال بنیادوں پر قائم کرو جن سے ہوش مند انسان' کسی ذی شعور دماغ کو چارہ نہ ہو' قرآن حکیم کے آگے تمام دنیا تبھی سر تسلیم خم کر سکتی ہے کہ قرآن حکیم میں وہ سچائیاں دیکھے جو ہزارہا سال بعد سائنس نے بڑے مشکل سے معلوم کیں' قرآن میں ہرشل کا وہ موجودہ نظریہ صاف دیکھے جس کی رو

سے سورج کا کسی عارضی جائے قرار کی طرف حرکت کرنا تیرہ سو برس پہلے لکھا ہو' علم طبقات الارض کی رو سے صاف معلوم ہو گا کہ یہ کائنات فی الحقیقت چھ دنوں یعنی چھ بڑے بڑے زمانوں کے اندر بنی ہے' تمام زندگی کی بنیاد ایک ہے' سب مخلوق خدا ایک پانی سے بنی ہے' فطرت کے ہر مظاہر کا جو آج خوردبینوں اور دوربینوں کی وساطت سے دریافت ہو رہے ہیں' صحیح ذکر قرآن حکیم میں موجود ہو' یورپ اور مغرب کے علم کی بنیاد سمع وبصر اور قلب سلیم یعنی مشاہدے پر ہے' یورپ اور مغرب کی اقوام قرآن حکیم کو خدا کی کتاب تمہارے ڈھیلوں اور استنجاؤں کے مسئلوں کو دیکھ کر نہیں مان سکتیں۔ تمام دنیا تمہارے مذہب کو صحیح اس لئے نہیں مان سکتی کہ اس مذہب میں چند رسومات ہیں یا چند اقوال ہیں اور اس مذہب کے پیرو آج دنیا میں ذلیل ترین افراد ہیں جن کو خود ان کا خدا سزائیں دے رہا ہے"۔

اصل توحید کیا ہے!

پھر لکھا ہے کہ "اے مسلمانو! سب سے پہلے خدا کو عملاً مانو! ماسوا کے تمام احکام کی تعمیل چھوڑ دو' کسی نفسانی بت کی پرستش مت کرو' یہی تمہاری نفسانی خواہشات وہ خطرناک بت ہیں جو چوبیس گھنٹے تمہیں احکام خدا سے ورغلاتے رہتے ہیں اور جن سے محبت کے باعث تم نے اپنے دین کو قول میں بدل لیا ہے اور بت پرستی کو صرف پتھر کے بتوں کی پرستش بنا لیا ہے۔ سب سے بڑے اور خطرناک' سب سے زیادہ قومی قوتوں کے تباہ کرنے والے بت تمہارے دلوں کے اندر ہیں۔ جن کو رسول خدا صلعم نے تمہاری لو خدا سے لگا کر توڑا۔ پتھر کے بت بھی ضرور برے ہیں۔ ان سے بھی اگر اسی طرح لو لگائی جائے جو نفس کے بتوں سے لگتی ہے' تو قوم کا ستیاناس ہو جاتا ہے' خدا کو ان پتھر کے بتوں سے بھی نفرت ہے لیکن سب سے بڑا غصہ خدا کے دل میں اس وقت آتا ہے جب انسان خدا کی مخلوق ہو کر اور قطرہ منی سے بن کر خدا کی بجائے اپنی اولاد کا حکم مانتا ہے' بیوی کے حکم کو خدا کے حکم پر ترجیح دیتا ہے' جہاد کے موقعہ پر نفس کے گرمی اور سردی کے عذر کو سنتا ہے' اس وقت خدا "قل نارجهنم اشدا حرا" کا حکم دیتا ہے' اس وقت "ان المنفقين فى الدرک الاسفل من النار" کا فرمان نافذ ہوتا ہے' اس وقت "ان الله لا يغفر ون يشرک به شيا و يغفر مادون ذالک" کا فرمان ایزدی رواں ہوتا ہے' پتھر کے بے حس و حرکت اور حکم نہ دینے والے بت سے جن کو تم آج صحیح بت بنائے بیٹھے ہو اور اس زعم میں کہ تم ان پتھروں کو نہیں پوجتے موحد بنے بیٹھے ہو۔ خدا کی دشمنی کونسی زیادہ

ہو سکتی ہے۔ خدا کے اصلی دشمن تو وہ گوشت پوست والے بت ہیں جو صاف تمہارے دلوں میں حکم دے کر تم کو خدا کے نافرمان بنا دیتے ہیں"۔

پھر لکھا ہے "اگر کعبہ کے تین سو ساٹھ پتھر کے بتوں کو توڑنا ہی صحیح معنوں میں قرآن کی توحید اور دین اسلام کا واحد منتہا تھا اور رسول خدا صلعم صرف ان تین سو ساٹھ بتوں کو توڑنے ہی آئے تھے تو حیرت ہے کہ اس واقعے کا ادنیٰ سا ذکر قرآن میں موجود نہیں جس کا مصنف تمہارے دعوے کے مطابق پتھر کے بتوں کا جانی دشمن تھا۔ اس حدیث میں موجود نہیں جس کے کہنے والے کا سب سے بڑا کارنامہ تمہارے زعم میں انہین تین سو ساٹھ بتوں کو توڑنا تھا اور جس کی تکمیل کے لئے اس نیک سیرت نبیؐ نے اپنی زندگی کے تئیس برس جانکاہ تکلیف میں گزارے۔

ابو لہب رسول خدا کا ایک دشمن تھا۔ خدا کا ایک دشمن تھا۔ اسلام کا ایک دشمن تھا' اس ابو لہب کو جہنم میں گندھے ہوئے رسے سے گھسیٹنے کی سزا ایک پوری سورت میں قرآن حکیم کے اندر موجود ہے لیکن تین سو ساٹھ بتوں کے کعبہ میں گرائے جانے کا ذکر تک نہیں"۔

تذکرہ میں بادشاہان اسلام سے خطاب!

آخر میں لکھا ہے کہ "اے مسلمانوں کے بادشاہو! اسلام کی اس بنیاد پر قائم ہو جاؤ جس پر چل کر تمام قوموں کی زندگی ہے' یہ بنیاد وہ اصول ہیں جو قرآن کی آیتوں کی شہادت دے کر تمہارے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ تم ان اصولوں پر نہایت شدت سے عمل کر کے نصاریٰ کی جو تمہیں اس دنیا میں ہڑپ کر جانا چاہتے ہیں اور تمہیں آہستہ آہستہ اس اللہ کی زمین سے نکال رہے ہیں' اپنے بے پناہ زور سے شکست دو۔ یہ یاد رکھو کہ تم ان نصاریٰ کی محض ایک سطحی سی نقل کر کے یا ان جیسا لباس پہن کر اور وضع قطع اختیار کر کے فلاح نہیں پا سکتے۔ تمہاری فلاح اس میں ہے کہ قرآن حکیم پر عملاً" چلو اور کسی کی نقل نہ کرو۔ یہ تمہارے قرآن کی نقل کر رہے ہیں اور اس قرآن سے ہی اپنی فلاح کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تمہاری عزت کا تقاضا نہیں کہ تم ان کی سی شکلیں بناؤ! خدا کے نزدیک اگر یہ مومن ہیں تو اس لئے کہ وہ قرآن پر کچھ نہ کچھ عمل کر رہے ہیں اور ہم کچھ نہیں کرتے' تم ان کو اپنے نزدیک ہرگز مومن نہ سمجھو اور ان کو ایسی شکست فاش دو کہ تم مومن بن جاؤ اور یہ خدا اور انسان کے نزدیک کافر ہو جائیں"۔

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! چھ سو صفحے کی بڑی تقطیع کی کتاب کا خلاصہ اگر چند منٹوں میں بیان ہو سکتا ہے تو میں نے تمہیں اپنی عالمگیر کتاب تذکرہ کا خلاصہ آج دے دیا ہے۔ میں اس بد دیانتی کے، جو ملّا نے اس کتاب کے ساتھ اس وجہ سے کی ہے کہ یہ کتاب بڑی مہنگی اور بڑی دقیق ہے اور اس لئے عام پبلک تک پہنچ نہیں سکتی اور اسی بنا پر ہم جو کچھ طوفان اس کے برخلاف مچائیں گے پبلک تسلیم کر لے گی، ہاں میں اس بد دیانتی کے بخیے آج ادھیڑ کر ملّا کو بالکل بے دست وپا کرنا چاہتا ہوں۔ ذلیل اور بے غیرت ملّا کے پاس، اس کے ماتھے پر تلک لگانے والے آقاؤں کی شہ پر، اس کے سوا کوئی ہتھیار باقی نہیں رہا کہ وہ تذکرہ کی ایک سطر پڑھنے کی قابلیت نہ رکھ کر پندرہ برس سے علی الحساب کہتا پھرے کہ اس میں کفر بھرا ہے اور اصل مقصد خاکسار تحریک کو مٹانا ہے۔ مسلمانو! تم انصاف سے خود بتاؤ کہ میں نے اس کتاب میں کونسا کفر بولا ہے۔ اس میں کیا الحاد وزندقہ ہے، کون سے عقیدے پر بحث ہے، کونسی ایک بات ہے جو سچ نہیں۔ کونسی ہے جو خدا لگتی نہیں۔ اس میں کیا تحریف دین ہے، کیا بات ہے جو دل کو نہیں لگتی۔ ان بے غیرتوں سے پوچھو کہ کیا انند بھون کے پنڈت اور مہاتما صرف اس لئے پکے عقیدے کے مسلمان بن گئے کہ وہ تم ذلیلوں کو چند تانبے کے پیسے روزانہ عنایت کرتے ہیں اور تم ان سے پیٹ کا دوزخ پال رہے ہو؟

تذکرہ کی قدر وقیمت صدیوں کے بعد معلوم ہو گی!

مسلمانو! تذکرہ کی قدروقیمت ابھی دنیا کو معلوم نہیں ہو سکتی، ابھی صرف اس کے چند ہزار یا چند لاکھ واہ واہ کرنے والے یا اس کو پڑھ کر چٹخارے لینے والے پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت امام سنوسی علیہ الرحمتہ امیر طرابلس کا مجھے لکھنا کہ میں تم سے اس کی باقی جلدوں کے شائع کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں، تم نے مجھے قرآن کا نور دے دیا ہے، تذکرہ کی صحیح قدرومنزلت نہیں۔ تذکرہ کی صحیح قدر آج سے کئی قرنوں کے بعد اس وقت ہو گی جبکہ یورپ کی تمام سائنس اور سائنس کے تمام حیرت انگیز انکشافات بھی انسان کے دل کو مطمئن نہ کر سکیں گے اور انسان خدا کے پیغام کی طرف ناچار ہو کر رجوع کرے گا۔ اس وقت خدا کی صحیح معرفت کرنے والا انسان سمجھے گا کہ **تذکرہ میں اتحاد عالم کی کیا عظیم الشان بنیاد اور دنیا کی واحد اور بنیادی حقیقت کا کیا ذکر ہے، اس وقت معلوم ہو گا کہ بنیاد قیام عالم اور اساس رضائے خدا کیا ہے؟**

بے چارہ قسمت کا مارا باسی ٹکڑے کھانے والا جاہل مولوی کیا سمجھے کہ تذکرہ میں کیا

لکھا ہے! سپاہیو! تمہیں تذکرہ کے متعلق اس قدر کہا گیا ہے کہ اس پر بحث نہ کرو اس کو تحریک کی کتاب نہ سمجھو اور آگے بڑھتے چلو۔

۲۶ جولائی ۱۹۳۹

عنایت اللہ خان المشرقی

صدیوں تلک سمجھ نہ سکو گے جو یوں رہے
اللہ کی بات مشرقی جو کچھ سمجھا گیا
المشرقی

اگست 1954ء کے آخر میں ہالینڈ کے مشہور مستشرق پروفیسر بلجان نے علامہ مشرقی کو ایک رسالہ بھیجا جو مشہور انسائیکلوپیڈیا "ورلڈ آف اسلام" کے ایک مقالہ "زمانہ حال کے قرآنی دس احکام" کا دوسرا ایڈیشن تھا۔ جس کو ڈاکٹر بلجان نے بڑی تعداد میں بطور خود چھپوا کر دنیا میں تقسیم کیا۔ یہ طویل مقالہ "تذکرہ" اور تذکرہ کے مندرجہ بالا دس اصولوں پر ایک بے مثال تبصرہ ہے اس مقالہ میں کھلے طور پر اقرار ہے کہ "تذکرہ تمام دنیا کی قوموں کے لئے ایک مستقل دستور العمل ہے اور خدائی علم معاشرت کا ایک ناقابل رد لائحہ عمل ہمیشہ کے لئے ہے۔" رائل سوسائیٹی آف آرٹس لندن کے دانشوروں اور محققین نے تذکرہ کو "قومی تعمیر کا انتہائی کامیاب قانون" "الٰہی معاشرت کے بے خطا انکشاف" "مذہبی تحریروں کے لق دق صحرا میں واحد نخلستان" اور "یادگار شہ کار" قرار دیا ہے۔ (مرتب)

باب:۳

قیامِ صلوٰۃ

اور

تنظیمِ زکوٰۃ

کا

مُنتہا

○

تسبیح چہ میکنی تو اے زاہد خام
حاشا کہ رسی ازیں مقامے بہ مقام
از خلق بریدہ؟ بایں سبحہ مگر
صد دانہ و یک رشتہ و یک نظم و امام
(المشرقی)

فول وجھک شطر المسجد الحرامؕ و حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (۲-۱۴۴)

تو اے پیغمبرؐ! تم نماز کے وقت اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف کر لو اور مسلمانو! اس حکم کے بعد تم دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو اپنا منہ ٹھیک اسی مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو۔

مولوی کا غلط مذہب

اکتوبر ۷ ۱۹۴۳ مقالہ افتتاحیہ "ہفت روزہ الاصلاح"

جسمیں

ایک استفسار کے جواب میں بتایا گیا کہ ہندوستان کی تمام نئی مسجدوں کے قبلے مولوی صاحبان نے علم جغرافیہ کو نہ جان کر کیوں کر غلط وضع کئے۔ قران حکیم میں نہ صرف مکہ معظمہ بلکہ المسجد الحرام کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے اور صرف ایک درجہ غلط ہونے پر دو ہزار میل دوری پر چالیس میل کا فرق پڑ جاتا ہے۔
لاہور کی نئی مسجدوں کے قبلے بیت المقدس کی طرف ہیں۔ مسجد حرام کی طرف ہر گز نہیں۔

○

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی
(غالب)

محترم ملک محمد الدین ایڈیٹر رسالہ صوفی کا علامہ مشرقی کے نام خط

صوفی منزل پنڈی بہاؤ الدین پنجاب — ۲۵۔ ستمبر ۱۹۳۷

مخدوم و محترم۔ السّلام علیکم میں کچھ عرصہ سے آپ کی تحریک کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اب میں اس میں شامل ہو گیا ہوں۔ آج ایک خاص ضرورت سے یہ عریضہ لکھا جا رہا ہے۔ پنجاب میں مساجد کی تعمیر کے وقت قبلہ ٹھیک مغرب کی جانب قائم کر کے سمت کعبہ درست کی جاتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب مسلمان مبلغ اور حملہ آور سب سے پہلے سورت کے قریب بندر گاہ پر اترے اور بت کدۂ ہند میں سب سے اول مسجد تعمیر ہوئی تو وہاں سے مکہ معظمہ بہ سمت مغرب بالکل ٹھیک ہے، وہاں ضرور سمت کعبہ مغرب کی طرف درست ہے لیکن شمالی ہندوستان میں مسجدوں کا رخ ٹھیک مغرب کی طرف رکھا جاتا ہے اور نقشہ دیکھنے سے یہ سمت کعبہ درست نہیں اور نماز میں رخ، کعبہ کی طرف ہونے کی بجائے مغرب کی طرف ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق کیا ہونا چاہیے "یہ خیال درست ہے یا غلط" آئندہ مساجد کی تعمیر کے متعلق کیا ہونا چاہیے اور اگر پہلی تعمیر شدہ مساجد میں باوجود اس علم کے وہ سمت کعبہ کی رخ پر نہیں نماز پڑھی جائے تو وہ ہو سکتی ہے۔

نیاز مند محمد الدین

علامہ مشرقی کا جواب

مکرم و محترم ملک صاحب السّلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا ۲۵ ستمبر کا خط میرے حسیات پر بجلی کی طرح گرا اور اس نے میرے پچیس برس پہلے کے طالب علمی کے تخیل کو قطعاً" بیدار کر دیا۔ اس زمانے میں، میں قرآن عظیم کی عظیم الشان حکمت کو یورپ کے حیرت انگیز تمدن سے چڑ کر ابھی سمجھنے لگا ہی تھا اور مسلمانوں کی ہرواماندگی اور بد حالی کو طفلانہ اضطراب سے ہاتھ پھیر کر دور کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اس زمانے میں منجملہ اور امور کے کھٹکتا تھا کہ موجودہ مسلمان کی عرب کے اونٹ کی طرح کوئی کل سیدھی نہیں رہی، عورتوں کی طرح سینے پر ہاتھ مار کر پیٹا کرتا تھا کہ ہیں! اس خدا کو ماننے والی قوم کو جس کے بنائے ہوئے سورج میں دس لاکھ برس سے ایک انچ، ایک پل، ایک رتی،

ایک شوشہ، ایک ذرہ کا فرق نہیں آیا کیا مت آ گئی کہ اس کا تمام چرخہ ڈھیلا پڑا ہے، اس کی کوئی چول کسی باقی نہیں رہی، سب درزیں واشگاف ہیں۔ ادھر ہندوستان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں مسلمان کے مٹے ہوئے نشانوں کو غصہ اور رنج سے دیکھتا تھا کہ یا الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ آج کل کے قردۃ نما قلندر اور بوزنہ وش قل آعوذیے کیا فی الحقیقت تیرے انہی "پرستاروں" کی اولاد ہیں جنہوں نے اندلس میں قصر الحمراء اور ہندوستان میں روضہ ممتاز محل (تاج محل آگرہ) کی بنیادیں رکھی تھیں۔

ہندوستان کا چھتیروں اور ہچکولوں میں پلا ہوا مسلمان آج مغرب کی زندہ اقوام کی ہر خوبی، ہر صحت اور ہر چستی کے سامنے مات ہو جاتا ہے اور اگر آنکھیں اندھی نہ ہوں تو آج ان اقوام کی آسمان پر بے خطر اڑنت، ان کا زمین پر حیرت انگیز تمکن اور ہندوستان پر جابرانہ تسلط مسلمان کو خدا اور خدا کا قانون یاد دلانے کے لئے کافی ہیں! لیکن اسی مسلمان کے باپ دادا کا اس روئے زمین پر ایک ہزار برس تک قرآن کو ہاتھ میں لے کر اپنی کبریائی کا ڈنکہ بجانا اور یورپ کا اس کے زور کے سامنے قرنوں اور صدیوں تک مات رہنا میرے نزدیک طالب علمی کے زمانے سے ہی اس امر کی قطعی دلیل رہا ہے کہ دنیا کی تمام موجودہ ترقی قرآن اور صرف قرآن کو سمجھ کر ہوئی ہے۔ یورپ اگر اس وقت قرآن کو سمجھے ہوئے مسلمان کا شاگرد نہ بنتا تو آج اس قدر سربلند ہرگز نہ ہوتا۔

مسلمان کا معاشرتی انحطاط

لیکن ہاں قرآن سے ہٹے ہوئے مسلمان کا آج کیا حال ہے؟ اس کی ورثہ میں آئی ہوئی کوئی خوبی نہیں رہی۔ آج مسلمان کے ہر قمری مہینے کا حساب غلط ہے، عید اور رمضان کا حساب غلط ہے، نماز کے اوقات جس کے متعلق "کتاباً موقوتاً" لکھا تھا غلط ہیں، لباس کی پاکیزگی کا معیار غلط ہے، اس کی بنائی ہوئی عمارتیں بد صورت اور بے ڈھنگی ہیں، اس کی کتابیں حتیٰ کہ قرآن غلط چھپتے ہیں، اس کے روز مرہ کے اوقات کی تقسیم غلط ہے، اس کے بیٹھنے، اٹھنے، کھانے پینے، سونے اور کام کرنے کے اطوار غلط ہیں۔ اس کے گھر کے صفائی کا تخیل غلط ہے، اس کی انشاء غلط ہے، اس کی املا غلط ہے، اس کی زبان غلط ہے، اس کے بدن کی حرکتیں غلط ہیں، آداب اور اشغال غلط ہیں، اس کا ادبی اور عملی مذاق غلط ہے، اس کے معاملات غلط ہیں، معمولات غلط ہیں۔ کردار و افعال غلط ہیں۔ مسلمان کی شکل و شباہت اور معاشری وضع قطع کو دیکھ کر آج مسلمان پہچانا نہیں جاتا کہ یہ قرآن کا پیدا کیا ہوا مسلمان

ہے۔ پھر اگر آج مسلمان کے قبلے کا حساب غلط ہو تو کیا تعجب ہے۔

قرآن کو چھوڑ کر حدیث کی گرم بازاری

ادھر مسلمان کے تمدن کی کل اس طرح بگڑی ہے اور ادھر مولوی اور ملاّ کے بنائے ہوئے دین کی اپنے زعم میں "صحت" اس قدر پیچیدہ اور وضاحت اس قدر مکمل ہے کہ الاماں۔ عورتوں کے حیض ونفاس کے مسئلے اس باریک بینی اور لطف سے سر عام دہرائے جاتے ہیں کہ پورا میڈیکل کالج کا لیکچر معلوم ہوتا ہے' استنجا کے ایسے مکمل طریقے ڈھیلوں کو آر پار کرنے کے لطیف ڈھنگ' پیشاب کے آخری قطروں کو نچوڑنے کے کرتب' غسل کے انتہائی آداب' برتن' کنویں پاک کرنے کے بے شمار اسالیب' مردوزن کی شہوتوں کے تناسب کا "صحیح" حساب۔ نطفہ منی کی قسمیں' عورتوں کے آپس میں زنا کرنے کے حیا سوز طریقوں کی پوری توضیحیں اور پھر نرمی سے ان کی مخالفت' نہیں بیوی کو شریعت کی طرف سے ہدایت کہ اگر خاوند کو شہوت نفسانی اونٹ کی پیٹھ پر نمایاں ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ پورا کرے' الغرض مسلمانوں کا یہ چھتیس ہزار شہروں کو بارہ برس میں سر کرنے والا دین ملائے محترم کی مہربانی سے آج ایک خاصہ بھلا کوک شاستر معلوم ہوتا ہے۔ ان تمام مسئلوں سے جو مسجد کے ملائی دین کی جان ہیں' ایک اجنبی شخص کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی آج کل کی تہذیب کوئی بہت بڑی صحیح' بہت بڑی علمی اور عظیم الشان تہذیب ہو گی جس میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی عظیم الشان دفتر لکھے رکھے ہیں۔ قرآن حکیم کے دستور العمل سے مسلمانوں کا سروکار اکثر معلوم نہیں ہوتا۔ معصوم اور انجان نوجوانوں کو مُلاّ یہ حیا سوز مسئلے شوق سے پڑھا پڑھا کر ادھر اپنے پلید نفس کو موٹا کر رہا ہے اور ادھر یہ حالت ہے کہ اقوام کی معاشری زندگی کا ایک ایک شعبہ حرف غلط کی طرح مٹائے جانے کے قابل ہے۔

فقہ کی باریکیوں پر غلط عمل کا انجام

دور کیوں جاؤ۔ کسی اوسط شرعی مسلمان کو کسی اوسط ہندو جاپانی یا انگریز کافر کے سامنے کھڑا کر دو۔ مسلمان آج دور سے اپنی ہر بات میں پریشان حالی کے باعث فوراً" پہچانا جائے گا۔ اس کی ٹوپی میلی اور کپڑے چیکٹ ہوں گے' اس کی کلام بے تکی اور پریشان ہو گی' اس کے گھر میں اللہ ہی اللہ ہو گا' اس کی بدنی صفائی قابل نفرت ہو گی۔ "یوم ابیضت وجوہ واسودت وجوہ" کا سماں صاف بندھا ہو گا' اس کی کہی ہوئی بات جھوٹ آمیز

ہو گی' اس کی ساکھ کچھ نہ ہو گی' وہ اپنے شرعی غسل کے باوجود ناپاک ہو گا' اس کی داڑھی سے پانچ وقت وضو کے باوجود بو آتی ہو گی' اس کے دانت روزانہ مسواک ہوتے ہوئے متعفن ہوں گے' اس کے گھر کے اندر کوڑے کے ڈھیر ہوں گے' اس کے کھانے پر مکھیاں بیٹھتی ہوں گی' اس کے بچے گندی گالیاں نکالتے ہوں گے' ان کے منہ میں غلیظ اور خلاف تہذیب باتیں ہوں گی وغیرہ وغیرہ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مسلمان کے معاشری تخیل کی ہوا اس قدر بگڑ چکی ہے کہ وہ ان فقہی مسائل کی ایک سطحی اور کورانہ تقلید کے باعث اپنے آپ کو بے گمان پاکیزہ اور جنت کے گدوں پر بیٹھنے کا حقدار سمجھتا ہے اور ہندو اور انگریز کو بے شک جنہم کا ایندھن۔

مُلاّ کی بے حیائی اور گندہ ذہنی

کیا یہ تمام منظر اس امر کی دلیل نہیں کہ دین اسلام کے یہ عمدہ عمل اور مفید فقہی مسئلے بھی قرآن اور حدیث کی عظیم الشان تعلیم کی طرح بے اثر ہو چکے ہیں' آج صفائی کے مسئلوں سے صفائی پیدا نہیں ہوتی' حیا کے مسئلوں سے حیا اور پاک دامنی کے مسئلوں سے پاک دامنی پیدا نہیں ہوتی۔

مدرسہ دیو بند کے ایک بد اطوار رسالہ میں میں نے ابھی کچھ مدت ہوئی ایک بڑے مولوی کے دستخط سے ایک لمبا چوڑا مقالہ عین سرورق پر لکھا دیکھا جس کا موضوع شرعی طور پر "معاذ اللہ معاذ اللہ یہ ثابت کرنا تھا کہ "سرور کائنات علیہ التحیتہ والسلام کی قوت مردی نو ہزار انسانوں کی قوت باہ کے برابر تھی۔" اس پاک اور بے عیب رسولؐ کے متعلق اس دریدہ دہنی سے اس نابکار اور رو سیاہ ملاّ نے اپنے ناپاک نفس کا چراغاں رچایا تھا کہ میں شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ مجھے اختیار ہوتا تو عین دیو بند کی گدی پر اس ناپاک ملاّ کو اس کے طالبوں کے سامنے تلوار سے قتل کر دیتا اور اسی مدرسے کے صحن میں اس کا سر مہینوں لٹکائے رکھتا تاکہ عبرت حاصل ہو!

مسلمان کا علمی زوال

یہ سب مسلمان کی اس زمانے کی بدحالی دکھانے کی تمہید تھی' کیا ایسی خستہ اور پریشان حالت میں آپ یہ امید کر سکتے ہیں کہ مسجدوں میں قبلے درست رہے ہوں گے' کیا ایسی غیر علمی اور غیر سائنٹیفک' بے حسابی اور لا ابالی' بے خبر اور آرام پسند' بے تکی اور

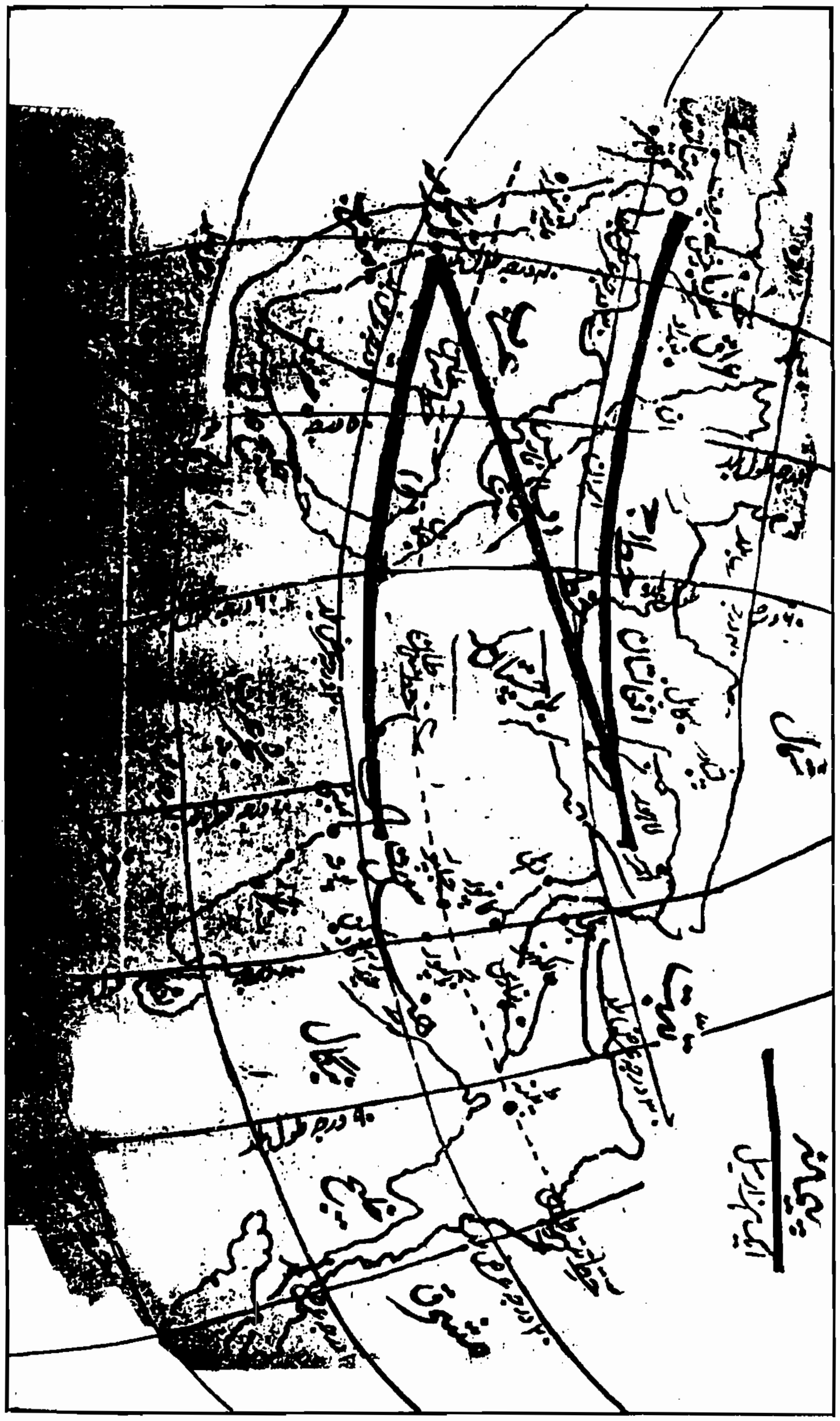

ٹیلیفون اور گھڑی کو شیطانی آلے سمجھنے والی امت کے بے قیمت ملاوں سے آپ یہ امید کرتے ہیں کہ وہ لاہور سے کم از کم دو ہزار میل دور مکہ معظمہ کے اندر ایک چھوٹی سی عمارت کا رخ سائنس کے بڑے بڑے آلات لگا کر معلوم کرتے ہوں گے۔ آج مسلمان اور مسلمان کے ہادئ دین کی بلا جانے کہ مکہ کا رخ دریافت کرنا کسے کہتے ہیں' دور بین کیا ہوتی ہے' خط سرطان کس مرض کو کہتے ہیں' وہ صرف اپنی رات کی باسی روٹیاں گن کر بیچنا جانتا ہے اور اس میں بھی اگر روٹیاں زیادہ ہوں اور آنے پورے نہ بنیں گھنٹوں تک غلطی کرتا رہتا ہے۔ آج کے مسلمان کو کیا پتہ کہ مغرب اور شمال کی دو طرفوں کے درمیان خود مسلمان ہی نے ۹۰ درجے قائم کئے تھے۔ ہر درجے کو ۶۰ دقیقہ (منٹ) اور دقیقہ کو ساٹھ ثانیوں (سکینڈز) میں تقسیم کیا تھا' گویا مغرب اور شمال کی دو سمتوں میں تین لاکھ چوبیس ہزار مختلف طرفیں مسلمان نے خود **اسی قرآن کی تعلیم کو صحیح** سمجھ کر قائم کی تھیں تاکہ وہ اس ناپیدا کنار کائنات کی صحیح پیمائش اور علمی مساحت کر سکے! مسلمان کو کیا خبر کہ اسی مغرب اور شمال کی سمتوں کے درمیان صرف ایک درجہ (یعنی ۱/۹۰ حصہ یا نوے واں حصہ) پھر جانے سے دو ہزار تین سو میل کی دوری پر پورے **چالیس میل کا فرق** پڑ جاتا ہے۔ گویا ایک نمازی اپنی مسجد میں صرف ۱/۹۰ حصہ صحیح قبلہ سے ادھر ادھر ہو جائے تو اس کا رخ مکہ سے **پورے چالیس میل دور ہو گیا!**

اکبر خوب کہہ گیا تھا

تصویر یاس ہیں ہم! پوچھو نہ حال دنیا
پہلے خبر تھی سب کی' اب سب سے بے خبر ہیں

مکہ معظمہ سے سورت جہاں عرب پہلی صدی میں سب سے پہلے اترے تھے ٹھیک مشرق کی طرف تھا جیسا کہ نقشہ کے موٹے خط **الف (ا)** سے ظاہر ہے۔ یہ قرآن حکیم کی تعلیم کا معجزہ تھا کہ عرب جیسی جاہل اور اجڈ قوم چند برسوں کے اندر اندر دو ہزار میل دور مقام کی صحیح سمت دریافت کر سکی حالانکہ **اس وقت علم جغرافیہ کا نام نشان موجود نہ تھا** اور نہ سطح زمین پر طول بلد اور عرض بلد کے خطوط کو کوئی متنفس جانتا تھا۔ آج تیرہ سو پچاس برس کی علمی ترقی کے بعد انگریزی نقشوں پر بھی مکہ معظمہ کا سورت کے عین مغرب کی طرف ہونا اہل مغرب کے حیرت انگیز طور پر صحت پسند قوم ہونے کی روشن دلیل ہے!

ملاؤں کے قبلے

آپ کے خط کے بعد میں نے ایک خاص شخص کو لاہور کے ملاؤں اور معماروں کے

پاس بھیجا کہ وہ مسجد بناتے وقت قبلہ کا رخ کیونکر مقرر کرتے ہیں۔ ایک بڑی عمر کے جاہل نے کہا " واہ جی یہ تو بہت آسان ہے۔ قطب تارے کی طرف ہاتھ پھیلا کر اور کندھے کی طرف دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو ناک کی سیدھ میں قبلہ ہے۔" خیر میں سمجھ گیا کہ ملّا کی نجوم دانی کس قدر بے خطا ہے اور اس کا مطلب یہی ہے جو آپ کہتے ہیں کہ شمالی ہندوستان کی مسجدوں کا "قبلہ" مغرب ہی کی طرف ہے۔

ہندوستان کے سب نئے قبلے غلط ہیں

نقشہ کے موٹے خط (ب) سے معلوم ہو گا کہ لاہور کی مسجدوں کا رخ صحیح رخ سے قریباً" ۲۵ درجے جنوب کی طرف ہٹا ہے۔ ایک درجے کا فرق دو ہزار تین سو میل پر میں نے ابھی چالیس میل بتایا ہے تو اس حساب سے ۲۵ درجوں کا فرق ۲۵ x ۴۰ یعنی ایک ہزار میل ٹھہرا۔ لاہور کے عین مغرب کی طرف جیسا کہ موٹے خط (ج) سے ظاہر ہے' بیت المقدس ہے جو مکہ معظمہ سے قریباً" ایک ہزار میل کی دوری پر ہے۔ گویا یہ ثابت ہو گیا کہ لاہور کی تمام نئی مسجدیں اگر اسی حساب سے بنی ہیں جو اوپر ذکر ہوا تو ان کے نمازی یہودیوں کے قبلہ یعنی ٹھیک بیت المقدس کی طرف اپنا رخ کر کے نمازیں ادا کر رہے ہیں' مکہ معظمہ کی طرف ہر گز نہیں جو اس سے ایک ہزار میل دور جنوب کی طرف ہے۔ اسی نقشہ سے صاف ظاہر ہے کہ تمام ہندوستان میں ماسوا سورت' ناگپور' کٹک وغیرہ کے جو اسی عرض بلد پر ہیں جس پر کہ مکہ ہے ہندوستان کی تمام نئی مسجدوں کا قبلہ قطعاً" غلط ہے۔ ایک مسجد ایسی نہیں جس کے نمازیوں نے آج تک ایک نماز قبلہ رو ہو کر پڑھی ہو۔ لاہور اور امرتسر والوں کا قبلہ بیت المقدس ہے' راولپنڈی والوں کا بغداد اور دمشق' پشاور والوں کا بیروت' دہلی والوں کا بوشہر' ملتان کا کوفہ' کراچی والوں کا مدینہ اور مدراس والوں کا عدن' بمبئی والوں کا بندرگاہ سواکن وغیرہ وغیرہ!

بے قبلہ نمازیں سب اکارت ہیں

کیا اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد جس کے محرک آپ ہیں یہ کہنا کچھ بے جا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی پچھلی کئی قرنوں کی نمازیں اور نقصوں کے علاوہ یقیناً" اس لئے قبول نہیں ہوئیں کہ وہ دین اسلام کے مقرر شدہ قبلہ کی طرف نہ تھیں' خدا اس

کم نگاہ اور اندھی امت سے بجا ناراض ہے کیونکہ وہ اپنے قبلہ کو نہیں پہچان سکتی' پوری آٹھ کروڑ امت کا خدا کے قہر و غضب میں آنا یقیناً" اسی باعث سے ہے کہ وہ قوم یتیم اور بے علم ہو کر اپنے قبلہ کو فراموش کر چکی ہے' اس کا اندھا پن غضب اور ستم کا اندھا پن ہے' اس کی نمازیں تمام اکارت ہیں' اس کا مرکز بکھر چکا ہے' اس کا شیرازہ اس رسمی اور بے روح نماز میں بھی منتشر ہے۔ دہلی اور الہ آباد کے بڑے بڑے پگڑ باندھے ہوئے اور ہندو کانگرس کے ادنےٰ تنخواہ دار مولوی جن کی داڑھیاں گز گز بھر لمبی اور جن کے اعمالنامے روز حشر کی طرح سیاہ ہیں شرم سے چلو بھر پانی میں ڈوب مریں کہ اپنے لئے وہ علمائے کرام کے بڑے بڑے مقدس القابوں کو اختیار کرتے ہوئے اس قدر اشد شدید جاہل ہیں کہ آٹھ کروڑ امت کی مسجدیں انہوں نے پچھلے سو سال سے صاف غلط بنوائیں' تمام امت کی اربّ در ارب نمازیں خدا کے حضور میں اپنی جہالت اور تکبر سے اکارت کرا دیں' امت کے اعمال کو اس دردناک طور پر ضائع کیا کہ اس کی تلافی روز حشر تک ممکن نہیں۔ میرا یقین ہے کہ اگر سلطان سنجر یا غازی مصطفےٰ کمال کی تلوار ہندوستان میں ہوتی تو اس عظیم الشان جرم کے بدلے میں ہندوستان کے تمام ملاؤں کو جو اس کے ذمہ دار ہیں یکسر تہ تیغ کر دیتی اور ان کا قصہ یکدم پاک ہو جاتا۔

شطر المسجد الحرام کے الفاظ کی حکمت

اگر یہی "فولوا وجوھکم شطر المسجد الحرام" کا حکم آج کسی مغربی قوم پر نازل ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ یورپ کے ہر حصے میں کروڑوں نہایت باریک بین رصدی آلات اس مطلب کے لئے شہر بہ شہر نصب ہو جاتے کہ خدائے عزوجل کے آسمانی حکم کی رو سے "شطر المسجد الحرام" صحیح طور پر دریافت کریں۔ وہ ایسے دقیقہ رس اور نازک آلات ایجاد کرتی کہ شمال اور مغرب کے درمیان تین لاکھ ۲۴ ہزار سمتوں میں ایک گز کا فرق بھی نہ آنے پاتا' ان کے قبلہ کی سمت عین اس کعبہ کے سیاہ غلاف کے نصف پر آ کر پڑتی جو چند فٹ لمبا اور چند فٹ چوڑا ہے' خدا کے فرشتے اس قوم پر تحسین و آفرین کے نعرے لگاتے اور سات آسمانوں سے آوازیں آتیں کہ شاباش! تم ہی خلافت ارضی کے صحیح مستحق ہو کیونکہ تم نے سطح زمین کے کونے کونے کو انچوں تک ناپ ڈالا' تم میں اس پچیس ہزار میل محیط کے کرے کی نگہداشت کی پوری صلاحیت ہے' اس کرے کو سب سے پہلے ہمارے ہی مقرر کردہ خلیفہ ہارون الرشید نے صحیح ناپا تھا اور اب تم خلیفتہ اللہ فی

الارض ہو جاؤ! یہ تمام زمین تمہاری ہے' اس کو کوئی بدبخت اور بد اطوار قوم تم سے چھین نہیں سکتی۔

غلط قبلوں کو درست کرو

میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے سب نمازی مسلمان اگر اپنی نمازوں کو بارگاہ خداوندی میں پھر قبول کرانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے غلط قبلوں کو اس صحیح نقشے سے درست کریں جو میں نے "الاصلاح" میں دیا ہے (یا اس سے بہتر نقشے سے) درست کریں' غلط قبلوں والی مسجدوں پر آلات رصد کے ذریعے سے صحیح قبلوں کے نشان از سرنو لگوائیں۔ حتی الوسع پرانی مسجدوں میں (جن کے قبلے یقیناً" درست ہوں گے) اپنی نمازیں علی الخصوص جمعہ کی نمازیں ادا کریں' آئندہ کسی مولوی کے کسی شرعی مسئلے پر اندھا دھند اعتبار نہ کریں' قرآن اوز حدیث خود دیکھیں اور خود غور کریں اور اسلام کے کسی مولوی جو مسلمان کی تباہ کاری کا سب سے بڑا مجرم ہے اپنی دینی رہنمائی سے یکسر خارج کر دیں۔

شاہی مسجد میں تمام لاہوری نماز ادا کریں

لاہور کے مسلمانوں کو میں کہوں گا کہ وہ اپنی تمام نمازیں نئی مسجدوں کو یکسر چھوڑ کر شاہی مسجد' سنہری مسجد اور مسجد وزیر خان میں ادا کریں۔

محترم ملک محمد الدین کے حق میں تمام مسلمانان ہندوستان دعا کریں کہ انہوں نے دین اسلام کے ایک اہم ترین مسئلہ کی طرف توجہ دلائی اور ایک عظیم الشان غلطی کو درست کیا۔

محترم ملک! آپ کا خاکسار تحریک میں شامل ہونا اور اس امر کا اس عمر میں اس بے خوفی سے اعلان کرنا اسلام پر احسان اور ہم سب کے لئے باعث فخر ہے۔ والسلام

۴ اکتوبر ۱۹۳۷ — مخلص عنایت اللہ خان المشرقی

ازروئے قرآن نامنظم زکاۃ

کافرانہ فعل ہے

اوارہ علیہ ہندیہ کا

بیت المال

۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء کے جریدہ "الاصلاح" میں

علامہ مشرقی کے قلم سے

مقالہ افتتاحیہ

ادارہ علیہ ہندیہ کا بیت المال

۳۱ اگست ۱۹۳۶ء کو میں نے جریدہ "الاصلاح" میں ادارہ علیہ ہندیہ کے مرکزی بیت المال کا پہلا اعلان کیا تھا۔ میں نے لکھا تھا کہ "خاکسار تحریک کے اس مرحلے پر کہ ہم ابھی مسلمانوں کو منظم کر رہے ہیں اور اس منظم کرنے کی صحیح معنوں میں معمولی منزل بھی ابھی تک طے نہیں ہوئی' بلکہ مسلمانوں کو اور زندہ قوموں کے بالمقابل چار سال کی جدوجہد کے باوجود معمولی احساس بھی پیدا نہیں ہوا کہ منظم ہونا کیا شے ہے' میں سمجھتا ہوں کہ خاکسار تحریک کو ابھی بڑے پیمانے پر جمع مال کی طرف متوجہ ہونا ضروری نہیں۔ میرا یقین ہے کہ جس وقت مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد صحیح معنوں میں جان کی قربانی کرنے والی پیدا ہو گئی' مال کی قربانی نسبتہً ایک سہل شے ہو جائے گی' جان کی قربانیوں کو دیکھ کر مال کی قربانیوں والے خود بخود نکل پڑیں گے۔"

میں نے لکھا تھا کہ "خاکسار تحریک میں اور تمام تحریکوں کے بالمقابل یہ خصوصیت ہے کہ اس میں وہی شخص مال کی قربانی کرتا ہے جو جان کی قربانی کرتا ہے۔ یہ مال کی قربانی اس کی اپنی جان پر ہوتی ہے کسی دوسرے شخص پر نہیں۔ اس بنا پر خاکسار تحریک کو اس مرحلے پر حتماً کسی مال کی ضرورت نہیں۔ پچھلے چار سال کی مدت میں ہم نے تحریک کے سلسلے میں صدہا عظیم الشان اور عدیم المثال مظاہرے' کیمپوں' مارچوں' اجتماعوں' انفرادی دوروں' خدمات خلق' لٹریچر کی اشاعت اور اخبارات کے اجزا کی صورت میں اس قدر کئے ہیں کہ ہندوستان کی تاریخ میں کوئی بڑی یا چھوٹی تحریک بہ شمولیت کانگریس حتماً پیش نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان حیرت انگیز مظاہروں پر ایک پائی بھی ادارہ علیہ ہندیہ کے مرکزی بیت المال سے خرچ نہیں ہوئی"۔

میں نے لکھا تھا کہ "اس منظر کے ساتھ ساتھ مجھے یہ حرص بھی ہے کہ ادارہ علیہ کے بیت المال میں نقد روپیہ لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتا جائے۔ خاکسار سپاہی سردست اپنی مرضی سے اور غیر خاکسار مسلمان اپنی غیرت سے جو کچھ اپنی ضروریات سے بچتا ہے روانہ کرتے جائیں۔ جس روز ہم حکماً خاکسار سپاہی سے اس کا پورا مال اور پوری جان لے لیں گے' وہ دن ابھی شاید دور ہے لیکن اس مال دینے کی مشق ابھی سے ہونی چاہیئے تاکہ آزمائش کے دن پورے مال کا دینا گراں نہ گذرے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تمام روپیہ صرف جمع ہوتا جائے۔ اس بیت المال میں سے ایک پیسہ خرچ نہ ہو"۔

۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو یعنی قریباً ایک سال بعد میں نے خاکسار تحریک کے چودہ نکات کا اعلان کیا۔ ان میں ایک نکتہ حسب ذیل ہے:

دسواں نکتہ: خاکسار سپاہی کا نصب العین ہندوستان میں صرف ایک بیت المال کا قیام ہے۔ جو ادارہ علیہ ہندیہ نے قائم کر دیا ہے۔ تمام علیحدہ علیحدہ بیت المالوں کے قیام کی بہ زور مخالفت ہے' خواہ اس میں کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس بیت المال کا مقصد آئندہ کئی برس تک صرف روپیہ جمع کرنا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرنا نہیں"۔

۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ادارہ علیہ ہندیہ نے حکومت پنجاب کے سامنے تین گذارشات پیش کیں جن میں سے ایک حسب ذیل ہے:

"صوبہ پنجاب میں زکوٰۃ' صدقات' خیرات وغیرہ کی تحصیل کے لئے حکومت کی طرف سے ایک سرکاری نظام قائم کیا جائے تاکہ ادارہ علیہ ہندیہ کے بیت المال کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں"۔

ازروئے قرآن نامنظم زکوٰۃ کافرانہ فعل ہے

ان افعال و اقوال سے جو اجرائے بیت المال کے اعلان کے بعد سے ایک سال چار ماہ کی مدت میں سرزد ہوئے ظاہر ہے کہ جہاں اس مدت میں خاکسار تحریک ترقی کی کئی منزلیں بے گمان طور پر طے کر چکی ہے وہاں ادارہ علیہ کے بیت المال کے نقد شعبہ کا قیام و استحکام بھی بیگمان طور پر ہو رہا ہے' میرا یقین ہے کہ زکوٰۃ' صدقات اور خیرات کے ایک صوبہ میں منظم ہو جانے سے اس شعبہ کو بے حد تقویت حاصل ہو گی' مسلمان آج عام طور پر اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یا اگر دیتے ہیں تو اس کو نہایت غیر ذمہ دارانہ طور پر ہوا میں خاک کی طرح اڑا دیتے ہیں۔ قرآن حکیم میں صاف اور بیگمان طور پر کافروں کی تعریف مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح کہہ کر اور اس کے ساتھ ساتھ لا یقدرون مما کسبوا علی شئی کی مزید تفصیل دے کر یوں کر دی ہے کہ "کافر وہ قومیں ہیں جن کے عمل راکھ کے ڈھیر ہیں جن کو آندھی اڑا کر لے جاتی ہے"۔ "وہ جو کچھ کرتے ہیں اس سے کسی شے پر قادر نہیں ہوتے"۔ الغرض زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ کے متعلق ہم مسلمانوں کا پچھلے کم از کم سو سال کا عمل کفر کی حد تک پہنچ رہا ہے اور اگر مسلمان نے پچھلے سو برس میں اوسطاً ایک پیسہ فی سال بھی منظم طور پر بیت المال میں زکوٰۃ دی ہوتی تو میرا حسابی اندازہ ہے کہ ہندوستان کی سلطنت کو انگریزوں سے

پھر بزور چھین لینے اور ایک عظیم الشان اور عالم آرا جنگی قوت کے مالک ہونے کے علاوہ اس کے خزانے میں صرف زکوۃ کے مد میں ساڑھے بارہ کروڑ روپے آج کی تاریخ تک جمع ہوتے!!

توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے

یہ دل خوش کن خیالی حسابات بظاہر شیخ چلی کی کہانی سے زیادہ وقعت نہ رکھتے ہوں مگر رؤف بالعباد خدا نے قانون فطرت میں ایک بڑی رعایت روز ازل سے عمداً یہ رکھی ہے کہ انسان کے لئے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے! اس کائنات سعی و عمل میں جس قوم نے جس وقت اور جس شدت سے صدہا گناہوں میں شرابور ہونے کے باوجود ایک لمحے کے اندر اندر توبہ کرلی اور وہ قوم خدا کے قانون کی طرف لوٹ آئی' اسی وقت' اسی شدت سے اور اسی لمحے سے فطرت کا قانون لم یزل اور لم یتبدل اس قوم کی پوری حمایت میں ہو جاتا ہے اور اس کے سب پچھلے گناہوں پر پانی پھیرنا شروع کر دیتا ہے۔ شراب' زنا اور فسق و فجور سے نچڑا ہوا انسانی ڈھنچر جس وقت اور جس دن گناہ سے توبہ کر لیتا ہے اسی دن سے رحمت ایزدی کا آسمانی فرشتہ اس جسم کے لق و دق بیابان میں اپنے خیمے گاڑ دیتا ہے' اسی دن سے اس کے' معدے' دل گردے' جگر' عضلات' رگ و شریان حتیٰ کہ اعصاب اور پٹھوں کی دوربینی نسوں کے اندر معافی اور مسامحت کے ربانی ہرکارے جریدہ رحمت کے پروانے لے کر دوڑتے پھرتے ہیں' اسی دن سے پھر فطرت خودبخود اس جسم کو پیام صحت دینے لگتی ہے' گناہوں میں لتھڑا ہوا مریض آنکھ کی جھپک میں خوش مقال اور خوشحال نظر آنے لگتا ہے' چہرہ پر بشاشت اور اعضاء میں چلبلاہٹ نمودار ہونے لگتی ہے۔ پس لوگو! الا الذین تابوا و اصلحوا فان ربک من بعد ذالک لغفور رحیم "یعنی جو قومیں پھر قانون خدا کی طرف لوٹ آئیں اور انہوں نے اپنی حالت کی اصلاح کرلی تو جان لو کہ تمہارا خدا اس رجوع اور خضوع کے بعد یقیناً بڑا پردہ پوش اور بڑا صاحب عفو و درگذر ہے"۔ کا پیام مصطفوی ہر قریب المرگ جسم کے لئے فی الحقیقت پیام زندگی ہے۔ ہر شخص' ہر جسم' ہر عضو' ہر قوم' ہر امت کو صلائے عام ہے کہ رحمت اور رافت کے اس سمندر سے ڈول بھر بھر کر پیئے اور جیئے!

مجھے یقین ہے کہ امت محمدیہ کا دو سو برس کے مسلسل گناہوں اور واماندگیوں کے بعد بھی اس وقت تک کچھ بھی نہیں بگڑا جریدہ رحمت کے کاتب کچھ نہیں تھکے! منشیان لطف و

کرم اسی طرح قلم ہاتھ میں پکڑے منتظر بیٹھے ہیں! سزا دینے والے جلاد ابھی چشم زدن میں کوڑے دیواروں پر پھر لٹکا سکتے ہیں' مگر شرط توبہ اور صرف توبہ ہے! اس چھوٹے سے صوبہ پنجاب میں جہاں مسلمان کی صرف دو کروڑ آبادی ہے جس روز دو سو برس کے گناہ گاروں نے منظم طور پر زکوۃ دینے کی ٹھان لی' چند برس کے اندر اندر تمام لوگ نہال ہو جائیں گے' سوکھی ہوئی کھیتیاں' پھر ہری بھری ہو جائیں گی' خدائے رؤف و رحیم کو معاذ اللہ یاد بھی نہ رہے گا کہ ہم نے اس قوم کو کبھی جڑ تک کھوکھلا اور سوکھا کر دیا تھا' اس کی ہلاکت کے فرمان ہمارے بے پناہ اٹل دفتر سے عنقریب نکلنے والے تھے! امت کا گلا گھونٹنے والے جلاد سیاہ وردیوں میں کسے پھرتے تھے اور لا یستاخرون ساعتہ ولا یستقدمون کے ربانی فرمان پر صرف عرش عظیم کی مہر لگنی باقی تھی!

خاکسار تحریک کا حکومت پنجاب سے رشتہ

بیت المال کے استحکام کے سلسلے میں میں چاہتا ہوں کہ پنجاب کی نووارد حکومت اس ہماری عرض داشت کو بغیر کسی ردوکد کے مان لے' کسی لمبے چوڑے ہیجان یا اٹھان کا پیش خیمہ یہ معصوم تجویز ہرگز نہ بنے۔ پنجاب کی حکومت کو جو ابھی نئی دلھن کی طرح سہاگن ہے ابھی اور بہت سے غم ہیں' کہیں بوڑھا خسر جو دلھن کو بیاہ کر گھر لایا ہے اور ابھی اس کی خو بو سے پورا واقف نہیں ہوا' اس کو گھونگھٹ کے نیچے سے چمکار چمکار کر مٹھائیاں کھلا رہا ہے اور وہ ڈر رہی ہے کہ خسر صاحب کے دل میں دلھن کی شوخ طبع کے متعلق بدگمانی پیدا نہ ہو جائے' کہیں پڑوس کی دو زبان دراز سرکش دلھنیں پشاور اور الہ آباد میں دروازوں پر کھڑی تاک میں لگی ہیں کہ لاہور کی کم زبان دلھن کو مکار اور کٹنی ثابت کرکے گھر سے باہر نکلوا دیں' کہیں اس سہاگن کو وقت سے پہلے بانجھ ہونے کا طعنہ دیا جا رہا ہے' کہیں خاوند (یعنی رعایا) کو چھوڑ کر خسر سے ساز باز رکھنے کی شکایت پیدا ہو رہی ہے' کہیں لکھنؤ کے سوتیلوں سے سہیل پن پیدا کرنے کی بدنامی ہے۔ کہیں خاوند کے دل میں جابجا اور جاؤ بیجا بد ظنیاں پیدا ہو رہی ہیں اور دلھن کے سلیقہ دار بہو ثابت ہونے میں شک ہے! ہم خاکسار لے پالک اور یتیم ہی سہی مگر اسی گھر میں بچپن سے پلے ہیں اسی کے سایہ میں پل کر جوان ہوئے ہیں ہمارا بھی حق ہوتا ہے کہ اس گھر کا ایک عمدہ دالان ہمیں رہنے کے لئے ملے! ہم بھی آخر زندہ رہنے اور کھانے پینے کا حق رکھتے ہیں اور اگر سچ پوچھئے تو گھر کی تمام نیک نامی کا دارومدار انہی یتیموں اور لے پالکوں کی عمدہ پرورش اور عمدہ رائے پر ہے۔ سرحد کی حکومت

کو ہمارا جوان ہو کر کسی قوم کا مالک ہونا تسلیم کرنا پڑا۔ ہم پانچ برس یتیموں کی طرح خاموش رہے اور سوکھے ٹکڑے نگلتے رہے' ہم نے گھر کی اندرونی سیاست یا خاوند بیوی کے تعلقات میں کبھی دخل نہیں دیا لیکن ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں اور روز بروز جوان ہو رہے ہیں' ہماری بھی خواہشات اور ہمارے بھی مدعا ہیں۔ الغرض پنجاب کی حکومت کے ساتھ ہم نے اپنا رشتہ واضح کر دیا ہے' ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہمیں گھر میں آرام کا گوشہ ملے تاکہ اٹوانٹی کھٹوانٹی لے کر الگ پڑے رہیں۔ میں نے ابھی ابھی پاکباز کیمپ کے خطاب میں واضح کر دیا ہے کہ ہماری ان تین گذارشات کو مان لینے میں حکومت کو کوئی آئینی مشکل پیش نہیں ہوتی' زکوۃ کی حکومت کیطرف سے تنظیم مسلمانوں کا ایک نجی اور پرائیوٹ مسئلہ ہے' سرحد میں حکومت مسلمانوں کو مذہبی تعلیم سرکاری مدارس میں ۱۹۲۲ء یعنی پندرہ برس سے دے رہی ہے اور کسی برادر قوم یا دشمن کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی کہ یہ کیا اور کیوں ہو رہا ہے' سکھ قوم نے اس زمانے میں جب کہ انگریز اپنی رعیت کو ادنی سی رعایت دینا گناہ سمجھتا تھا اپنے گردواروں اور مذہبی اوقاف کا وہ خاطر خواہ انتظام حکومت سے کرا لیا ہے کہ ہر شخص کے منہ میں پانی آجاتا ہے لیکن مسلمان اور ہندو دونوں قومیں اس انتظام پر خاموش ہی نہیں بلکہ خوش ہیں اور کسی کا گھر سنورتا دیکھ کر کچھ غم نہیں کرتیں۔ میرے یقین میں دنیا کی ہر ادنے سے ادنے حکومت کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی رعیت کے ہر طبقہ اور ہر گروہ کے گھروں کی درستی کرے' اس کے اندرونی مسائل کی مشکلات کے حل کرنے میں مدد دے۔ ٹٹول کر ہر ایک سے پوچھے کہ تمہیں کوئی نج کی تکلیف تو نہیں۔ اگر کوئی ہندوستانی حکومت انگریز کی اس دی ہوئی "آزادی" اور "اوٹانومی" یعنی خود مختاری کے زمانے میں ان باتوں کی طرف پہلا دھیان کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتی تو وہ حکومت ابھی پختہ کار اور صحیح دماغ نہیں ہوئی' اس حکومت کو حاکم ہونے کے معنی ابھی سمجھ میں نہیں آئے! اس حکومت کے وزیروں کے طرے ابھی سید القوم خادمہم کی حکمت کو نہیں سمجھے' یورپ اور انگلستان میں حکومت کے اولین فرائض میں وہ باتیں داخل ہیں جن کو ہندوستان والے سن کر حیران ہو جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ یہ حکومت ہرگز نہیں کسی گھر کا آنگن ہے جس میں خاوند اور بیوی گھر میں بیٹھے ہیں۔ ماں بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے' باپ حقہ پی رہا ہے' دیگچی سامنے چولہے پر چڑھی ہے برتن الگ سلیقے سے لگے ہیں!

مغربی حکومتوں کے حیران کن فرائض؟

انگریز نے پچھلے سو سال میں محکوم اور مرعوب ہندوستانیوں کے متعلق ذہنوں میں اگر کوئی تخیل پیدا کیا تو وہ یہ تھا کہ یہ اکڑ کر چلنے والے اور کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنے والے مغ بچے کی آسمان سے اتری ہوئی گوری گوری مخلوق ہے جن سے شیوہ عاشقی اور جن کی بندگی کی آبرو یہی ہے کہ ان کے پاؤں میں بیٹھ کر ان کی پرستش کی جائے۔ اب سو برس کی اس ناروا تعلیم کے بعد عاجز اور بے بس رعیت یا عجز اور بے بسی میں پلے ہوئے ہندوستانی وزراء کے دماغوں میں آسانی سے نہیں آسکتا کہ وزارت اور حکومت کے فرائض کیا ہو سکتے ہیں۔ **انگلستان میں حکومت کا پہلا فرض** ہے کہ تنگ کوچوں اور گندی گلیوں میں جا کر چیتھڑوں میں ڈھنپے ہوئے غریبوں اور مسکینوں کی اندھیر کوٹھریوں کے روشن دانوں کو لازما درست کر دے' ایک پہلا فرض ہے کہ حفظان صحت کے اصول کے مطابق قوم کے غربا اور مساکین کے لئے کھلی ہوائیں روشن مکانات خود بنائے' ایک پہلا فرض ہے کہ کارخانوں میں مزدور کی مزدوریاں مقرر کرے۔ مزدور کے کام کرنے کے گھنٹے سرمایہ دار سے بزور قانون کم کرائے قوم کے بچوں کی صحت اور آنے والی نسل کی طاقت کو برقرار رکھنے کے لئے کم عمر بچوں کو کارخانوں میں مزدوری پر لگانا جرم قرار دے' حکومت کا پہلا ایک فرض ہے کہ غریب کا پیٹ بھر کے کھانے اور قوم کو بھوک سے بے نیاز کرنے کی خاطر گندم کی روٹی کا نرخ خود اپنے قابو میں رکھے۔ غریب کو سردی سے بچانے کے لیے لکڑی اور کوئلہ کے نرخ کو چڑھنے نہ دے' ایک پہلا فرض ہے کہ بوڑھوں کو آخری عمر چین سے گزارنے کے لئے اپنے خزانے سے پنشنیں دے۔ فقیروں اور بھک منگوں کے لئے رات گزارنے کے لئے رہائشی مکان بنائے۔ یتیموں کے لئے مدرسے گرجا' مکانات' تفریح گاہیں' ہسپتال' تعلیمی وظائف' حتی کہ ان کی شادیوں اور خانہ آبادیوں کے اخراجات مہیا کرے' ہاں یورپ اور انگلستان کی اکثر حکومتوں کا ایک پہلا فرض ہے کہ اور تمام کام چھوڑ کر حرامکار ماؤں کے حرام بچوں کی پرورش کے لئے کروڑوں روپیہ کے خرچ سے تربیت گاہیں اور ہسپتال جاری کرے تاکہ ملک کی آبادی کم نہ ہونے پائے۔ ایک پہلا فرض ہے کہ زیادہ بچے جننے والی ماؤں کو بچے جننے کا انعام حکومت کے خزانوں سے دے' شادی کرنے والے نوجوانوں کو شادی کرنے میں مدد دے— آتشک' سوزاک' تپ دق' جذام وغیرہ کے مریضوں کے لئے ان کی ضرورت کے مطابق ہسپتال تفریحی سامان بلکہ تفریح گاہیں قائم کرے' نہیں نہیں' یورپ کی حکومتوں کا اولین فرض ہے کہ قوم میں متعدی بیماروں کو کم کرنے اور آئندہ نسل

کو صحت مند رکھنے کی غرض سے بدکار اور زناکار عورتوں کی شرمگاہوں میں خود اپنے خرچ سے روزانہ پچکاریاں کرے ان کا ہفتہ وار معائنہ کرائے۔ حکومت کا ایک پہلا فرض ہے کہ نامردوں اور بانجھ عورتوں کو شادی کرنے سے "قانونا" روکے۔ تندرست مردوں اور ماؤں کو کثرت سے اولاد پیدا کرنے کی پوری ترغیب دے' جن ملکوں میں آبادی بے ضرورت بڑھ رہی ہے وہاں ضبط تولید کے وسائل جاری کرے۔ رعیت کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے جسمانی ورزشیں اور کھیلیں لازمی کر دے۔ بین الاقوامی کھیلوں' جغرافیائی مہموں' پہلوانوں کے دنگلوں' نمائشوں اور صنعت و حرفت کے تمام مظاہروں کے لئے اخراجات اپنی جیب سے دے۔

آسٹریلیا اور ہندوستان کے طالب علم کا موازنہ!

میں جب حکومت ہند میں بڑے عہدے پر تھا آسٹریلیا کے ایک بارہ برس کے انگریز بچے نے ہندوستان کے وائسرائے کو بے دھڑک لکھا کہ اس کے گھر کی الماری میں فلاں کتاب موجود نہیں اس کی قیمت ایک سو بارہ روپے ہے' اور وہ اس قدر بڑی رقم خرچ کرنے کی برداشت نہیں رکھتا۔ حکومت ہند نے **اس انگریز بچے کی خواہش کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھا** اور اپنے خزانے سے قیمت ادا کرنے کے حکم نافذ کر دیئے۔ اس سے چند ماہ پہلے بنگال کے ایک ہندو بچے نے جس کی ماں نے سوت کات کات کر اس کو انٹرنس کا امتحان دلایا تھا اور وہ بچہ جماعت میں اکثر اول رہنے کے باوجود فیل ہو گیا تھا' اپنے پرچے یونیورسٹی سے دوبارہ امتحان کرانے کی فیس صرف پانچ روپیہ حکومت ہند سے مانگی اور دھمکی دی کہ اگر یہ فیس مقررہ وقت کے اندر اندر نہ پہنچی تو وہ خنجر سے جو اس نے تیار کر رکھا ہے خود کشی کر لے گا۔ حکومت ہند نے میری تمام حمایت کے باوجود یہ عذر کر کے کہ اس طرح کی رعایت کرنے کا کوئی فنڈ موجود نہیں یہ درخواست ٹال دی تھی اور خفیہ پولیس اس بچے پر مسلط کر دی تھی کہ خود کشی نہ کرنے پائے۔ میں نے فورا اعتراض کیا کہ آسٹریلیا کے انگریز بچے کے لئے ایک سو بارہ روپے دینے کا کوئی فنڈ حکومت ہند کے پاس نہیں۔ حکومت ہند کے ایک بڑے وزیر نے میرے اس اعتراض پر بڑے نتھنے پھلائے' بڑا لال پیلا ہوا' مگر چونکہ میں نے اس کی گردن دبا لی تھی ایک سو بارہ روپیہ کا چیک جیب سے نکال کر لکھ دیا اور حکم دیا کہ ادا کر دیا جائے!

مسولینی کا اپنے ملک کے مدرسوں میں حکم!

الغرض یورپ میں حکومتوں کے وہ فرائض ہیں جو آج کسی ہندوستانی حاکم کی سمجھ میں آسانی سے نہیں آسکتے۔ ابھی ایک ہفتہ نہیں گزرا کہ اٹلی کے مشہور ڈکٹیٹر مسولینی نے اپنے ملک کے تمام مدرسوں میں حکم دیا ہے کہ ظہر کے وقت کھانے یعنی لنچ کو گھروں سے ساتھ لانے میں ملک کے بچوں کو بے حد تکلیف ہوتی ہے' بچوں کے شایان شان نہیں کہ وہ گھروں سے اپنی روٹیاں اٹھا کر لائیں۔ اس لئے حکومت نے اپنے خرچ پر ہر مدرسے میں ہوٹل کھول دیئے ہیں بچے وہاں سے کھانا کھائیں' غرباء کو مفت کھانا ملے گا۔ اب ہر لنچ کے بعد اٹلی کے تمام مدرسوں میں مسولینی کی سلامتی اور عمر درازی کی دعا کے لئے لاکھوں بچے ننھے ننھے ہاتھ اٹھایا کریں گے اور اٹلی کے ہر غریب و امیر کو مدتوں تک احساس رہے گا کہ حکومت اسے کہتے ہیں! **حکومت دراصل قوم کی ماں باپ ہے**۔ اس کا فرض قوم کی ہر ادنے سے ادنے معیبت کو رفع کرنے کے لئے درد دل سے تیار رہنا ہے۔ خدا کرے ہمارے یورپ سے نووارد' نیک دل اور مدرسے کے بچوں کو دودھ پلانے والے وائسرائے لارڈ لنلتھگو کے شریفانہ جذبات ہندوستان کی فرعونیت آموز کرسیوں پر بیٹھ کر خراب نہ ہو جائیں۔

ہٹلر کے احساسات

ہٹلر جو مسولینی سے بھی زیادہ حساس ڈکٹیٹر ہے حکومت کے اس مربیانہ تخیل میں اور بھی نازک طبع واقع ہوا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ رعیت اور قوم کے ہر چھوٹے سے چھوٹے ذاتی یا اجتماعی معاملے' خاوند عورت کے ذاتی تعلقات' عورتوں اور مردوں کے مخصی اخلاق' مستورات کے چہرے اور بدن کے سنگھار' مردوں کے فیشن اور لباس' قوم کے ادبی اور علمی مذاق' حتی کہ افراد ملت کے ذہنی رجحانات کی طرف بھی پوری توجہ کرے' اور ان سب کو سیاست کے رنگ میں رنگ کر تمام قوم کو ایک سانچے میں ڈھالدے' حکومت کے متعلق یورپ کے نقطۂ نظر سے ان نئے اور ترقی یافتہ تخیلات مگر اسلام کے نقطہ نظر سے ٹھیٹھ پرانے اور عین اسلامی تخیلات کو سامنے رکھ کر ایک شخص بطور خود اندازہ کر سکتا ہے کہ جمہوریت کے مقابلے میں اسلامی حکومت کا تیرہ سو برس پرانا تخیل یعنی ڈکٹیٹر شپ' اختیار ناطق' گویا بالفاظ دیگر فرد واحد کی اسلامی نقطہ نظر سے حکومت' ملت کے افراد میں کس قدر

جلد اصلاح پیدا کر سکتی ہے! جمہوریت کا مغربی نظریہ اس تمام تخیل کے سامنے کس قدر پست اور ہیچ ہے!

کیا ان تمام حالات کے پیش نظر جو آزاد قوموں اور حکومتوں کو سامنے رکھ کر میں نے تفصیل سے پیش کئے ہیں ایک لمحے کے لئے کوئی شخص واحد یا پنجاب کی حکومت ہمیں کہہ سکتی ہے کہ تمہارے یہ تین مطالبات عجیب وغریب ہیں' ناجائز ہیں' Fan tastic اور Unlawful ہیں' ان میں قانونی الجھنیں ہیں۔ سیاسی گھتیاں ہیں' ان کے متعلق شور و شر کرنے سے برادر اقوام بھڑک اٹھیں گی' یہ ہم کونسل میں پیش کر دیں گے (ہاں تاکہ ان تمام تجاویز کا خوب ستیاناس ہو اور تمام دنیا کے عمدہ قانون کی طرح یہ بھی کتے کی موت نہیں کونسل کی موت مر جائیں) نہیں ہم لوگوں سے رائے لیں گے' سیلکٹ کمیٹی کے سامنے پیش کریں گے' ان کے متعلق ابھی رائے عامہ کی تشکیل ہونی چاہیئے (گویا نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی) بعض حکومت کے نقطہ نظر سے نازک خیال اور طرحدار سیاسی Fashionable Politicion کہیں گے ارے عنایت اللہ بڑا اجڈ ہے بڑی بڑی نازک اور احتیاط سے کرنے والی باتیں صاف منہ پر کہہ دیتا ہے ہاں درست ہے عنایت اللہ کو ٹکے بٹور کر پیٹ پالنے والی یا آج کل کے مسلمان لیڈروں کی طرح بات کو گول مول اور بے نتیجہ کرکے حکومت سے خطاب حاصل کرنے والی سیاست ہرگز نہیں آتی۔ عنایت اللہ نے نہ آج تک مذہب اسلام سے فریب کھیلا ہے نہ اب جب مذہب کے متعلق ایک سخن گسترانہ سیاسی بات بیچ میں آگئی ہے سیاست سے فریب کھیلے گا۔ الغرض میں نہ مسلمانوں کی زکوۃ و صدقات وغیرہ کو سرکاری طور پر منظم کر دینے کی گذارش کو سرخ فیتہ (Red tape) میں لپیٹ کر رائیگاں اور داخل دفتر کرانا چاہتا ہوں' نہ مجھے بات کہنے کا سلیقہ یا سیاسی آداب (Political Etiquette) کبھی آئے نہ آئیں گے۔ میں براڈ کاسٹنگ سٹیشن کے متعلق حکومت کی اصطلاح مشکلات (Technical Difficulties) کا نہ کبھی قائل تھا نہ اب قائل ہو سکوں گا' میں ولایت کی تعلیم کو پا کر صاف اجڈ بن چکا ہوں' تمام ننگ و ناموس' تمام ولایت کا روغن' تمام برسوں کا چمکدار پالش' بیلچہ کی نوک سے صاف کھرچ دیا ہے اور ہر یورپ یا ہندوستان کے تعلیم یافتہ جنٹل مین یا حکومت زدہ کج کلاہ بانکے پر سے یہ رنگ روغن صاف اتار کر وہی اجڈ باتیں اسی گنوار اور دھقانی طریقے سے پیش کر دینا چاہتا ہوں' جو دنیا کی سب زندہ قوموں کا اپنی آزاد حکومتوں سے منوانے کا طریقہ ہے۔ میں نے خود حکومت کی بلند کرسیوں پر بیٹھ کر اگر کچھ سیکھا ہے تو یہی سیکھا ہے کہ حکومتیں کیا کرتی ہیں' انہیں

ہلانے کا طریقہ کیا ہے؟ انگریز کیونکر مانتا ہے' اس کو سمجھ کب آتی ہے؟ مجھے یقین ہے کہ انگریز صرف صاف گوئی' پختہ عزم' بے پناہ صداقت' ٹھوس طاقت اور لیاقت چاہتا ہے اور جب یہ دیکھ لیتا ہے اس طرح مان جاتا ہے کہ گویا اسے کسی مطالبے سے وجہ پرخاش ہی نہ تھی! الغرض ہم سپاہی ہیں' موٹے دماغ کے آدمی ہیں' ہمیں قانونی باریکیوں کا کوئی علم نہیں' نہ ہم ان کا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں' ہمارے موٹے دماغ میں ابھی صرف یہ آیا ہے کہ زکوۃ اگر منظم ہو کر ادارہ علیہ کے بیت المال میں داخل ہو جائے گی تو مسلمان سب نہال ہو جائیں گے۔ پنجاب کے عاجز اور بے بس زمینداروں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلا کریں گے' ہزارہا بیکاروں کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہوں گی' قوم کی قوم سدھر جائے گی۔ تمام نفاق مٹ جائے گا' فرقہ پرستیاں معدوم ہو جائیں گی' مذہبی مناظرے اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے بند ہو جائیں گے' غریب آسودہ حال ہو جائیں گے' مسجدوں کے امام باسی ٹکڑے جمع کرنے کی ذلت اٹھانے کی بجائی باوقار مذہبی حاکم بن جائیں گے' تمام مولویوں کی آپس میں سر پھٹول بند ہو جائے گی' ہر شخص اپنی روٹی چین سے گھر میں کھائے گا' لیڈروں کی وبا کم ہو جائے گی' ہزاوں قابل مسلمان جن کا اب روٹی کھانا مشکل ہے محصلین زکوٰت بن کر باوقار ملازم بن جائیں گے قوم کے اندر صحت کی صلاحیت' رجولیت کا زور اور طاقت کے کرشمے خود بخود ظاہر ہوتے چلے جائیں گے' الغرض جب خدا حسن دے گا نزاکت خود بخود آئے گی۔ ہم حکومت سے اس حسن افزا نسخے کی طلب کرتے ہیں اور ایک پائی حکومت کی نہیں خرچواتے' اپنی گرہ سے قیمت دیتے ہیں' ہم نہیں سمجھتے کہ اس آسان خرید وفروخت میں سیاسی' یا اصطلاحی یا فرقہ وارانہ یا آئینی یا کنسٹیٹیوشنل (Constitutional) مشکلات کیا ہو سکتی ہیں؟

حکومتوں کا اصلاح و تقدم سے حجاب

۱۹۲۲ء میں مجھے صوبہ سرحد میں کسی نے بتایا کہ حکومت نے تعلیمی کوڈ میں ایک شق رکھی ہے جس کی رو سے کسی مذہب کے لوگ سرکاری مدرسوں میں مذہبی تعلیم اپنے خرچ سے دے سکتے ہیں۔ میں نے فوراً کوڈ منگوایا اور معلوم ہوا کہ درست ہے بشرطیکہ یہ مذہبی تعلیم "Out of school hours" یعنی مدرسے کے اوقات سے باہر نہ دی جائے۔ میں اس اوقات مدرسہ سے باہر مذہبی تعلیم نہ دینے کی حکمت کو جھٹ تاڑ گیا کہ یہ بھی نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی والی بات ہے۔ مجھے فوراً شرارت سوجھی' بھری مجلس میں انجان بن کر اور انگریزی محاورہ بھول کر بول اٹھا کہ مجھے "Out of school hours" کا مطلب تو

صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اوقات مدرسہ میں سے ہی (یعنی Out of) مذہبی تعلیم دینے کے لئے وقت نکالا جائے۔ دو دن کے اندر اندر سب جگہ حکم بھیج دیا' دس دن کے اندر اندر مذہبی تعلیم کے استاد مقرر کر دیئے اور انجان بنا رہا۔ حکومت چیختی کی چیختی رہ گئی' مشورے کے لئے بلایا' کچھ آئندہ سوچنے کے لئے کہا' کچھ آئینی مشکلات بتلائیں' کچھ استادوں کی کانفرنس میں اس مسئلے کو پیش کرنے کے لئے کہا الغرض کئی جتن کئے کہ میں کسی طرح پیچھے پر ہاتھ دھرنے دوں اور اس تعلیم کو روک دوں۔ مگر میں نے صاف مرغی کی وہی ایک ٹانگ بتلائی اور کہا کہ مجھے اس فقرے کے کوئی اور معنی نظر ہی نہیں آتے' میں اتنی انگریزی جانتا ہی نہیں جتنی کہ تم جانتے ہو' اب احکام نکل چکے ہیں' استاد مقرر ہو چکے ہیں' والدین نے اپنے بچوں کی فیس دینی شروع کر دی ہے' کوئی آئینی مشکلات پیدا اب تک نہیں ہوئیں' کسی طرف سے کوئی شور نہیں مچا' سانپ نکل چکا ہے' اب لکیر پیٹنے سے کیا فائدہ! الغرض اجڈ اور انجان بن جانے سے بہت سے کام نکل آتے ہیں۔ دوسرے سال خود حکومت نے مذہبی تعلیم کو مفید سمجھ کر عام سرکلر اپنے دستخط سے جاری کر دیا کہ تمام سرحد کے مدرسوں میں مذہبی تعلیم عنایت اللہ خان کے بتلائے ہوئے نمونے پر حکماً جاری کر دی جائے۔ آج اس تعلیم کو سولھواں سال ہے اور کوئی مشکل کیا' ادنےٰ سی رکاوٹ اس کام میں پیدا نہیں ہوئی۔

۱۹۲۸ میں اسی طرح کے دھکے سے میں نے مدرسوں میں صنعتی اور حرفتی تعلیم جاری کر دی' اسکولی تعلیم کو ناکارہ اور لایعنی سمجھ کر بڑے بڑے نازک طبیعت بچوں اور رئیس زادوں کے ہاتھ میں رندے اور آرے پکڑا دیئے' کہیں سے کفایت کرکے دو تین خراد اور پھلکاری کی مشینیں جھٹ منگوا لیں۔ حکومت اس تمام کاروائی کو سخت شبہ کی نظروں سے دیکھتی رہی' محکمہ تعلیم کا انگریز افسر نجاری اور لوہاری کے کمروں کو جا کر دیکھنے سے شرماتا رہا' مجھے حکومت کے ایوان سے خود سر' سرکش اور نہ جانے کیا کیا لقب ملے ہوں گے مگر اس خود سری اور سرکشی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج صوبہ سرحد کے اکثر مدرسوں میں صنعتی اور حرفتی تعلیم جاری کر دی گئی ہے۔ بیروزگاری کم ہو گئی ہے' لوگ پڑھے ہوئے بھی ہیں اور ساتھ ہی عمدہ کاریگر بھی۔ پٹھان کو اگر نوکری نہیں ملتی تو جھٹ لات مار کر کاریگر بن جاتا ہے!

تنظیم زکوٰۃ اور مولوی صاحبان

زکوٰۃ کی تنظیم کے متعلق مجھے کسی نے کہا ہے کہ مولوی صاحبان شور مچائیں گے کیونکہ

یہ اب انہی کے ہاتھ میں جاتی ہے۔ مجھے یہ ایما اگر کسی نے سوچ سمجھ کر دیا ہے تو انتہائی طور پر بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ مولوی اس وقت اپنے اثر سے زکوۃ' خیرات' صدقات کا ہزارواں حصہ بھی منت اور وعظ سے جمع نہیں کر سکتا' وہ بے چارہ تمام سال میں کہیں ایک آدھ شکار پکڑ لیتا ہے اور وہ بھی بصد مشکل' ادھر فقرا اور مساکین کو مسلمان وہی شے دیتا ہے جو اس کے اپنے مطلب کی نہیں رہی' سوکھی اور باسی روٹیاں دے دیں' بچا ہوا اور بدبودار سالن دے دیا' گھر کے تمام چیتھڑے اٹھا کر دے دیئے۔ کھوٹا پیسہ دے دیا' اور اس کے ساتھ کئی جھڑکیاں اور کئی طعنے! اگر زکوٰۃ اور صدقات منظم ہو گئے تو اولاً زکوٰۃ کا روپیہ ہزاروں گنا بڑھ جائے گا' کوئی شخص جس کے پاس چالیس روپے نقد ہیں اس خدائی محصول سے نہ بچ سکے گا' ہم شروع شروع میں اگرچہ زکوٰۃ فیصدی کم کر لیا کریں گے لیکن ہر مسلمان اپنا قطرہ دے کر اس ندی کو جلد دریا کر دے گا۔ دوئم زکوۃ کے سب مستحقین کو دے دلا کر مولوی صاحبان کا حصہ اب سے کئی گنا زیادہ ہو کر رہے گا' مولوی کا وقار کئی گنا زیادہ بلند ہو گا' کیونکہ پھر اسے کسی کی منت نہ کرنی پڑے گی۔ مقررہ وظیفے ہوں گے' ترکی اور مصر کی طرح اسلامی شان ہو گی' اس کی آواز میں زور ہو گا' اس کے وعظ کی طرف کان لگے ہوں گے۔ اس کے جبہ و دستار میں وہ فضیلت اور جلال ہو گا جو اس نے بھولے سے پچھلی ایک صدی میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ مولوی اور ملاّ اگر ذرا دوراندیش بنیں گے تو اس بیش بہا تجویز میں کبھی رکاوٹ نہ ڈالیں گے۔ بلکہ اپنا تمام زور مجھ پر کفر کے فتوے لگانے کی بجائے (جو مجھے دوست کے لگائے ہوئے زخموں سے زیادہ برے معلوم نہیں ہوتے) اس کام کی تکمیل میں صرف کر دیں گے۔ ہاں اس ڈاکہ زنی میں جو ہم قوم کی جیبوں پر ڈال رہے ہیں خاموش رہیں۔ انہیں خوب حصہ ملے گا۔

ملازمین حکومت اور سروس رولز کی موجودہ حقیقت!

حکومت کے ملازمین کو خاکسار تحریک میں شامل کرنے کی گزارش سرسری نظر میں بڑی کٹھن اور ٹیڑھی کھیر معلوم ہوتی ہے۔ مگر ادنےٰ سی سوچ اس مشکل کو حل کر دیتی ہے۔ حکومت کہے گی کہ ہم اپنے سروس رولز سے مجبور ہیں' ہم پنجاب میں سکھا شاہی پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ حکومت کی یہ تمام باریک توجیہیں اب سے ایک برس پہلے شاید قابل توجہ ہو سکتی تھیں مگر اب جب کہ انگریزی حکومت کی بڑی اور جانی دشمن کانگریس سات صوبوں پر

آئینی قبضہ کر چکی ہے اس توجیہہ کو خاطر میں لانا مسخرہ پن ہے۔ آج کانگریسی صوبوں میں اگر حکومت کا بڑا ڈپٹی اور مجسٹریٹ یا فرض کرو ایک معمولی کلرک کانگریس میں شریک ہو جاتا ہے تو کونسی طاقت اسے سزا دے سکتی ہے' نہیں بلکہ اس کانگریس میں نہ شامل ہونا حکومت سے کھلی بغاوت ہے۔ ایسی حالت میں "گورنمنٹ سروس رولز" کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔ حکومت ہند کو چاہئے کہ اب ان سروس رولز کو کسی اور ڈھانچے میں ڈھالے بلکہ سیاسی سرگرمیوں Political Activities_ کی کوئی نرالی ہی تعریف کرے یا اگر کچھ بن نہیں پڑتا تو سرے سے اس سروس رولز کے جھگڑے کو ہی ختم کر دے۔ اب انگریز اور کانگریس کی اس دو عملی میں سیاست کی تعریف کرنا ہی فضول ہے' پنجاب میں اس کی ایک تعریف اور غیر پنجاب میں دوسری تعریف کرنا مسخرہ پن ہے'حکومت کا ملازم صرف چند گھنٹے روزانہ کا نوکر ہے' حکومت اس کے ہاتھ پاؤں اور ایک حد تک دماغ کو کرایہ پر لے سکتی ہے' اس کے قلب اور Mind کو غلام نہیں بنا سکتی اسے کہنا کہ تم ہمارے چوبیس گھنٹے کے نوکر ہو روحانی زور کے بغیر نہیں ہو سکتا' اسے کہنا کہ ہم نے تمہارا دل و دماغ خرید لیا ہے بے معنی ہے' اسے کہنا کہ ملازمت کے اوقات سے باہر فلاں جگہ نہیں جا سکتے' فلاں خیال دل میں نہیں لا سکتے' فلاں رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ فلاں شے نہیں پڑھ سکتے' فلاں سے دوستی نہیں رکھ سکتے' فلاں سے دشمنی رکھنا تمہاری اجرت اور تنخواہ کا لازمہ ہے' ظلم اور استبداد کی حد ہے! اس بندش کا لازمی نتیجہ کانگرسی صوبوں میں یہ ہو گا کہ اس کی کوئی وقعت نہ رہے گی' قانون اسی وقت تک قانون ہے جب تک اس میں منوانے کی طاقت موجود ہے ورنہ ٹھیکری سے زیادہ اس کی عزت نہیں۔

خاکسار تحریک مذہبی اور معاشرتی تحریک ہے!

لیکن ہم خاکساروں کا معاملہ ہی اور ہے' ہم نے سیاست میں پڑنے کی قسم کھائی' ہم کیوں قسم کھائیں' جب ہم ان آنکھوں کے سامنے کانگریس جیسی انتہا پسند اور انگریزوں کی دشمن جماعت کو جس کا واحد نصب العین ہندوستان کو انگریز کی حکومت سے پاک کرنا ہے' انگریز کی بنائی ہوئی کرسیوں پر بیٹھا ہوا ان آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں؟ ہمیں سیاست سے نفرت نہیں' ہم سیاست میں پڑنے سے ڈرتے نہیں' ہم انگریز سے ڈر کر یا انگریز کو دھوکہ دے کر سیاست سے الگ نہیں رہتے ہم ایک مذہبی اور معاشرتی جماعت اپنی ضرورت سے ہیں' ہم ایک مذہبی اور معاشرتی جماعت اس لئے ہیں کہ ہمارا مذہب اور ہماری

معاشرت ہماری سب ضرورتوں کے لئے کافی ہے! ہم ابھی صرف اپنے گھر کی درستی میں لگے ہیں' قوم کو منظم کر رہے ہیں' اس کو اتحاد عمل سکھلا رہے ہیں اس میں فرقہ بندی کا زہر دور کر رہے ہیں' ان کو عقاید کی الجھنوں سے آزاد کر رہے ہیں' ان میں مذہبی دکانداری کے تفرقہ کو کم کر رہے ہیں' ان کو ایک خدا' ایک رسول' ایک قرآن' ایک شریعت' ایک اطاعت' ایک نظام کی حقیقی حکمت پر پھرلا رہے ہیں' ایسے نظام کو قائم کرنے کے لئے ہمیں کسی ہندوستانی سیاست کی ضرورت نہیں ہمیں ہماری اسلامی سیاست کافی ہے۔ ہم تمام برادر اقوام اور انگریز کے یکساں دوست ہیں' نہیں نہ کسی کے سیاسی دشمن نہ کسی کے سیاسی دوست' ہم سب کی خدمت کرتے ہیں اور سب کو اپنے میں شامل کرتے ہیں' ہاں سب کو بغیر رسمی طور پر مسلمان کرنے کے اپنی قطار میں شامل کرتے ہیں' اس لئے ہمارا سلوک' ہمارا معاملہ' ہمارا اخلاق' ہماری خدمتیں تعصبی رنگ میں نہیں' ہمارا اسلام تعصبی اسلام نہیں' ہمارا اسلام خدا کا بنایا ہوا دین فطرت ہے' وہ مذہب ہے جس کے سائے میں ہندو' مسلمان' سکھ' عیسائی' اچھوت سب یکساں آرام پاتے ہیں اور سب اس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ الغرض ہم عام اور رائج مفہوم کے مطابق نہ صرف سیاسی یعنی Political بلکہ فرقہ وارانہ یعنی Communal جماعت بھی نہیں۔ اس نقطہ نظر سے ہم گورنمنٹ سروس رولز کے مروجہ یا پنجاب حکومت کے بنائے ہوئے معنوں کی زد میں بھی نہیں آسکتے۔ ہم ابھی انگریز کے اپنے مفہوم کے مطابق بھی سیاسی نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم انگریز یا انگریز کی حکومت کے خلاف کچھ نہیں کہتے۔ ایسی حالت میں میری دانست میں حکومت کے ملازم کو ایک ایسی اصلاحی تحریک سے روکنا جس میں وہ اپنے نفس کی اصلاح کر سکتا ہے' اپنی ملت کی اندرونی خرابیوں کو دور کر سکتا ہے' صحت مند مشغلے اختیار کر سکتا ہے' اپنی دوستی' رواداری' اور اتحاد کے حلقے کو وسیع کر سکتا ہے' اپنے خیالات کو بلند کر سکتا ہے' نہیں' مذہبی تعلیم اور دینی عمل حاصل کر سکتا ہے' غلط دین سے ہٹ کر صحیح اور اصل دین کی طرف آسکتا ہے' صریح اور سراسر ظلم ہے۔ استبداد ہے' جور و ستم ہے نہیں مداخلت فی الدین ہے' انگریز کے اپنے صریح اعلان کہ "ہم کسی مذہب میں دخل نہ دیں گے' کے منافی ہے۔ حکومت کے ملازم کو اپنے دین کی اسی قدر فکر ہے' جس قدر کہ ایک غیر ملازم کو اس لئے ایک ملازم حکومت کو روکنا کہ تم خاکسار نہ بنو اس کو فی الحقیقت نماز پڑھنے سے روکنے کے برابر ہے' مسجد میں جانے سے روکنے کے برابر ہے۔ دینی نیکی سے روکنے کے برابر ہے' ہم خاکسار چاہتے ہیں کہ یہ رکاوٹ رسمی طور پر دور کر دی جائے۔ ہم نہیں کہتے

کہ حکومت پنجاب نے کسی ملازم کو خاکسار تحریک میں شامل ہونے سے روکا ہے یا روکنے کا ارادہ رکھتی ہے، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ رسمی اعلان سے ملازمین حکومت کا ڈر دور کر دیا جائے یا کم از کم اطمینان دلا دیا جائے کہ اس کو گزند نہ پہنچے گا۔

سر سکندر حیات خان سے درخواست

ہم نواب سر سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب سے عجز و انکسار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری ان تین گزارشات کو من و عن مان لے، ان کو مشکل نہ سمجھے ان پر سرخ فیتہ نہ باندھے، ان میں آئینی مشکلات یا کونسلی رکاوٹیں نہ دیکھے، ان کو فرقہ وارانہ نہ سمجھے، ان کو ایک قوم کی اندرونی اصلاح کے وسائل سمجھے، ان کو ایک نجی اور پرائیوٹ معاملہ سمجھ کر حوصلہ اور زور سے سلجھائے ان کو کونسل ہال میں لے جا کر خراب نہ کرے، ان کو بحیثیت مسلمان، مسلمان قوم کی ایک خدمت سمجھے اور ہم خاکساروں کو جنہوں نے قومی اصلاح کی راہ میں مرمٹنے کا تہیہ کر لیا ہے اس حد تک پریشان نہ کرے کہ ہم حکومت کے لئے باعث پریشانی بنیں۔

عنایت اللہ خان المشرقی

۲۴ جنوری ۱۹۳۸ء

واقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ

وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

تنظیمِ زکوٰۃ

از

شیخ الفاضل ابو الکلام آزاد

ہفت روزہ "الاصلاح"

۳ جون ۱۹۳۸ء

نوٹ: یہ مقالہ آج تقریباً" ساٹھ سال کے بعد بھی پاکستان کے جاگیردار اور سرمایہ دار حاکموں، سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتا ہے۔ (مرتب)

زکوٰۃ اور اس کا مصرف

تم جانتے ہو کہ زکوٰۃ کیا ہے۔ زکوۃ ایک انکم ٹیکس ہے جو اسلام نے ہر اس آدمی پر عاید کیا ہے جس نے سال کے بارہ مہینوں میں کھا پی کر ایک خاص رقم جمع کر لی ہو۔ اسلام کی زکوۃ یعنی ٹیکس یہ ہے کہ جس آدمی نے سال بھر میں چالیس روپے جمع کر لئے ہوں۔ وہ ایک روپیہ ٹیکس داخل کرے۔ لیکن اس (حکومت کا) ٹیکس اور اسلامی ٹیکس میں فرق یہ ہے کہ حکومت ٹیکس لے کر اپنے کاموں میں خرچ کرتی ہے اور اسلام ٹیکس کی رقمیں غربا' مساکین اور محتاجوں میں تقسیم کرا دیتا ہے۔ اسلام نے ٹیکس کی رقموں کو صرف کرنے کے لئے آٹھ حلقے بنائے ہیں اور یہ حلقے غربا اور محتاجوں کے حلقے ہیں۔

زکوٰۃ اور قرآن

قرآن حکیم میں زکوۃ کا صاف و صریح حکم موجود ہے اللہ تعالیٰ نے زکوۃ ہر صاحب نصاب پر فرض کی ہے قرآن حکیم میں نماز اور زکوۃ کا ایک ساتھ بار بار ذکر آیا ہے لیکن ہندوستان کے مسلمان اس اہم فرض کی ادائیگی کی طرف متوجہ نہیں۔ تم میں سے بعض لوگ زکوۃ نہیں دیتے لیکن زکوۃ دینے والے بھی نہ دینے والوں کے برابر ہیں کیونکہ وہ اسلامی احکام کے مطابق زکوۃ نہیں دیتے۔

زکوٰۃ نکالنے کی آسانی

تم کو معلوم ہے کہ انکم ٹیکس وصول کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے کلکٹر مقرر ہوتے ہیں۔ جو دفاتر اور کھاتوں کی جانچ پڑتال کر کے ٹیکس کی رقمیں متعین کرتے ہیں لیکن اسلامی ٹیکس (زکوٰۃ) نکالنے میں اس قسم کی کوئی صورت پیش نہیں آتی۔ اسلام نے اپنے ٹیکس کی ادائیگی میں تمہیں کتنی آسانیاں دے رکھی ہیں۔ تم خود اپنے کاروبار اور اپنی آمدنی کا جائزہ لو۔ اپنی آمدنی کا تعین کرو' اپنے ہی ہاتھوں سے زکوٰۃ نکالو۔ کیا اس سے بھی زیادہ آسانیاں ممکن ہیں؟

زکوٰۃ نکالنے کا غلط اصول

یقین مانو کہ تم میں سے جو لوگ زکوٰۃ نکالتے ہیں وہ **اسلامی احکام کے مطابق نہیں نکالتے**۔ اور وہ ان لوگوں کے برابر ہیں جو زکوٰۃ نہیں نکالتے۔ تمہاری زکوۃ کی رقمیں برباد جاتی ہیں۔ **اسلام نے زکوٰۃ کی رقموں کو اجتماعی طور سے خرچ کرنے کا حکم** دیا ہے اور تم انفرادی ہاتھوں سے خرچ کر رہے ہو۔ اسلام کا حکم صحابہ کا عمل اور تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ زکوۃ کی رقمیں اجتماعی طور سے خرچ ہونی چاہئیں' انفرادی طور سے خرچ کرنے کی بدعت **خلفائے راشدین کے بعد** سے پڑی۔

تم کو معلوم ہے کہ خلفائے بنو امیہ کے ابتدائی دور میں صحابہ کرام میں یہ سوال پیش ہوا کہ موجودہ خلیفہ بہت ہی فاسق و فاجر ہے' زکوٰۃ کی رقمیں اس خلیفہ کو بھیجی جائیں؟ تمام صحابہ نے اس پر اتفاق کر لیا کہ خلیفہ کے فسق و فجور سے زکوۃ کی ادائیگی میں کوئی خلل نہیں آتا۔ زکوۃ کی رقمیں اسی خلیفہ کو بھیجی جائیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ عباسی دور حکومت میں جب تاتاری کافروں اور مشرکوں نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور خلافت کا خاتمہ کر ڈالا۔ اس وقت کے مسلمان اعیان و اکابر نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر موجودہ حکومت نہیں بدلی جا سکتی تو حکومت سے درخواست کی جائے کہ ہماری زکوٰۃ کی رقمیں وصول اور تقسیم کرنے کے لئے قاضی اور عمال مقرر کر دے۔

ایک لغو عذر

بعض لوگ یہ عذر لا سکتے ہیں کہ چونکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں ہے اس لئے زکوۃ کی اجتماعی تقسیم کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عذر بالکل لنگ اور بے بنیاد ہے۔ وہ تمہارا کون سا کام ہے جو رکا رہتا ہے۔ اس حالت میں بھی تم اگر اجتماعی تقسیم کا انتظام کر سکتے ہو تو یہ عذر کوئی حیثیت نہیں رکھتا' تم فضول لغو اور غیر اسلامی کاموں کے لئے آئے دن انجمنیں بناتے رہتے ہو۔ کیا ایک اسلامی کام کے لئے ایسی انجمنیں نہیں بنا سکتے جو تمہاری زکوٰتوں کو اسلامی طریقہ پر خرچ کر سکیں۔

حقیقت حال

دراصل بات یہ ہے کہ یہاں اسلام کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ اسلام اجتماعی زندگی کا ایک مکمل نقشہ پیش کرتا ہے جس طرح تم مکان بناتے ہو۔ اس میں مختلف خانے ہوتے ہیں کوئی خانہ سونے کا ہوتا ہے کوئی باورچی خانہ ہوتا ہے۔ کوئی سامان رکھنے کا خانہ ہوتا ہے۔ ایک انسان اپنے تمام کاموں کے لئے اگر ایک ہی خانہ متعین کرے اور دوسری ضرورتوں کے لئے اس کا کوئی خانہ نہ ہو تو بتاؤ وہ گھر کا صحیح لطف اٹھا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اس طرح جب تک تم اسلام کے تمام خانوں کو سامنے نہیں رکھو گے اس کے فیوض و برکات سے لطف نہیں اٹھا سکتے۔

دراصل مسلمانوں نے اسلامی احکام کو چھوڑ دیا ہے۔ البتہ ان میں نمائشی اور بے روح کی سرگرمیاں باقی رہ گئی ہیں۔ ایک زکوۃ ہی کے حکم کو دیکھو اگر مسلمان اس پر عامل ہوتے تو آج ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔ زکوۃ اسلام کا اتنا جامع اور اکمل اصول ہے کہ دنیا کا کوئی قانون اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسلام نے زکوۃ کا حکم اس لئے دیا ہے کہ اس سے غربا مساکین اور محتاجوں کی امداد ہوتی رہے۔

اسلام کا اصلی مقصود

اسلام نہیں چاہتا کہ ساری دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع رہے۔ اسلام نے مسلمان کی یہ پہچان بتائی ہے کہ ان کی مٹھیاں کھلی رہتی ہیں' یعنی وہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے ہوتے ہیں اور کافروں کی پہچان یہ بتائی ہے کہ ان کی مٹھیاں بند ہوتی ہیں یعنی نیک کاموں میں وہ خرچ نہیں کر سکتے۔ اسلام نہیں چاہتا کہ دولت کسی شخص کی اجارہ داری میں آجائے یا کوئی شخص اپنے پاس ڈھیر لگائے۔ اسلام ڈھیر کا سخت مخالف ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ دولت تقسیم ہوتی رہے۔ اس کا یہ اصول زکوۃ اور وراثت میں بالکل مساوی بنیاد پر قائم ہے۔

سوشلزم اور اسلام

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس بارہ میں سوشلزم اور اسلام کے اصول ایک ہی ہیں۔ ایسا کہنے والے نہ صرف یہ کہ غلط کہتے ہیں بلکہ دیانت داری کے خلاف کہتے ہیں۔ سوشلزم کہتا ہے کہ دولت کی برابر تقسیم ہو۔ اگر ایک آدمی کے پاس

سو روپے ہوں تو سب کے پاس سو سو روپیہ ہونا چاہیں۔ لیکن اسلام یہ نہیں کہتا اسلام صرف یہ کہتا ہے کہ ہر شخص کے پاس روپے ہوں' اسلام حق مساوات تسلیم کرتا ہے لیکن مقدار مساوات تسلیم نہیں کرتا۔

اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب ایک آدمی پیدا ہو تو اس کی زندگی سوسائٹی پر فرض ہو گی۔ سوسائٹی کا فرض ہے کہ اسے زندہ رہنے دے۔ اسلام نے اقتصادی مساوات تسلیم نہیں کی۔ بے شبہ اسلام میں اونچ نیچ کوئی طبقہ نہیں ہے لیکن اسلام نے غربا اور امراء کے طبقات تسلیم کئے ہیں۔ قرآن حکیم میں خداوند کریم نے صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ ہم نے .بعضوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ سوشلزم جس قسم کی مساوات پیش کرتا ہے وہ بالکل غیر فطری ہے دنیا کا وجود ہی کشائش پر قائم ہے پھر غیر فطری مساوات کس طرح قائم ہو سکتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آج دنیا میں سوشلزم اور اشتراکیت کے اصول پھیلائے جا رہے ہیں اور دنیا ایک اصول کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اگر آج ساری دنیا اسلامی اصول اختیار کر لے تو سوشلزم اور اشتراکیت کی قطعی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ صرف اسلامی اصول ہی دنیا کی پیاس اور تشنگی دور کر سکتے ہیں۔

زکوٰۃ کو اجتماعی طور پر خرچ کرنے کا فائدہ

برادران عزیز! میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ تم میں سے جو لوگ زکوۃ نکالتے ہیں' ان کی رقمیں برباد جاتی ہیں۔ میں تمہارے سامنے اس منبر پر پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ زکوۃ کی جو رقمیں اس طرح خرچ کی جاتی ہیں میں جانتا ہوں کہ شرعی ذمہ داری کی کیا اہمیت ہے اور اس اہمیت کو پیش رکھتے ہوئے تم سے بار بار کہتا ہوں کہ زکوۃ کی رقموں کو اجتماعی طور سے خرچ کرو۔

تم نہیں جانتے کہ اجتماعی طور سے خرچ کرنے میں اسلامی احکام کی بجا آوری کے علاوہ کیا فوائد ہیں۔ کاش میں اس کے فوائد سمجھانے کے لئے اپنا دل چیر کر تمہارے سامنے رکھ دوں اور تم اس کی رگوں کو پڑھ سکو' میں بالکل یقین سے کہتا ہوں کہ اگر مسلمان اسلام کے اور اصولوں کی پابندی نہ کریں اور صرف زکوۃ کے ہی اصول پر پابند رہیں جب بھی ان کی حالت جلدی بدل سکتی ہے۔۔ اگر تم نے زکوۃ کی رقموں کو اجتماعی طور سے خرچ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو یقیناً ۲۴

گھنٹہ کے اندر تمہاری حالت کیا سے کیا ہو سکتی ہے۔

بیان کی وضاحت

میں یہ نہیں کہتا کہ تم جن فقیروں، جن ملاؤں، جن پیروں اور جن لوگوں کو زکوۃ دیتے ہو نہ دو، میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اجتماعی ہاتھوں سے وہ ان ہی لوگوں کو دو جنہیں تم دیتے ہو۔ لیکن خدارا انفرادی ہاتھوں سے نہ دو اجتماعی ہاتھوں سے دو، اگر تم ان ہی لوگوں کو اجتماعی ہاتھوں سے دے سکتے ہو تو تمہیں کیوں ضد ہو گئی ہے کہ انفرادی ہاتھوں سے دے کر اسلامی احکام کے خلاف کام کرتے ہو۔

آخری گذارش

بہرحال ضرورت ہے کہ زکوٰۃ ایک تنظیم کے ماتحت ہو جو واضع شریعت کا منشاء ہے اور اگر مسلمان صرف اسی تنظیم زکوۃ سے عہدہ برا ہو جائیں تو میں پوری ذمہ داری کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ پھر مسلمانوں کو کسی دوسری شے کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ اقتصادی اونچ نیچ جس نے آج کل یورپ و امریکہ کے ماہرین اقتصادیات و سیاسیات کو پریشان کر رکھا ہے اور ان سے اس کا صحیح حل نہیں ہوتا، اس کا موثر بے خطا حکمی اور نہایت سہل علاج تو اسلام کے اندر اسی زکوۃ کے حکم میں موجود ہے۔ لیکن مسلمانوں نے فریضہ زکوۃ کی ادائیگی میں جس کوتاہی عمل کا ثبوت دیا ہے وہ یقیناً احکام دین کے ساتھ تمسخر اور استہزا کا مرادف ہے۔

ایک زبردست نکتہ

احکام شریعت پر کامل پینتیس سال تک میں نے پوری طرح غور و خوض کیا ہے اور اس ۳۵ سال کے عرصہ میں شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس کی کوئی صبح کوئی شام اس حکمت سے خالی گذری ہو جس کے نتیجے میں میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ واضع شریعت کا منشاء یہ ہے کہ اس کے احکام ایک جماعتی نظام کے ماتحت اجرا پائیں لیکن مسلمانوں نے اس جماعتی نظام کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔

دین اسلام کے عظیم الشان ستوا، نماز اور زکوٰۃ ہوئے جن کے متعلق قرآن مجید میں بکثرت ساتھ ساتھ احکام نازل ہوئے ہیں۔ قرآن حکیم میں بکثرت اقیموا الصلوۃ و اتوالزکوۃ ایک جگہ ہی نظر آئیں گے۔ ان دونوں عظیم الشان حکموں کا اجرا ایک جماعتی نظام کے ماتحت ہونا ضروری ہے۔

فریضہ نماز کی ادائیگی میں (گو وہ صرف صورت ہی سہی) یہ جماعتی نظام تو خیر ایک حد تک نظر بھی آتا ہے۔۔ سینکڑوں مسجدیں نمازیوں سے آباد ہیں جہاں نماز باجماعت ادا ہوتی ہے اور عیدین کے موقعہ پر یہ اجتماع اور زیادہ نظر آتا ہے لیکن عظیم الشان فریضہ زکوۃ سے مسلمان فی الواقع علیحدہ ہیں۔

کاش مجھ میں ایسی قوت ہوتی یا وہ شے موجود ہوتی جس کی مدد سے میں

تمہارے مقفل قلوب کے پٹ کھول سکتا تاکہ میری آواز تمہارے کانوں میں نہیں بلکہ دل میں سما سکتی اور تم اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکتے۔

هن لباسکم و انتم لباس لهن (القرآن)
عورتیں تم مردوں کا لباس ہیں اور تم مردِ عورتوں کا لباس ہو۔

پہلا انقلاب

عورتوں کے لئے نئے سال کا پروگرام

علامہ مشرقی کے قلم سے

مقالہ افتتاحیہ ہفت روزہ "الاصلاح"
۲۷ جنوری ۱۹۳۹ء

جس میں

بتلایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی نصف آبادی (عورتیں) گھروں میں بے خبر اور بیکار بیٹھی ہے اور مرد کی تمام کارگزاری میں اسکا کوئی حصہ نہیں جب کہ تاریخ عالم میں مرد کے تمام کارناموں میں عورت کا بڑا دخل رہا ہے۔ دنیا میں تمام شجاعت اور حماست کی بنیاد عورت ہے۔

مسلمان عورت کی بے مثال عصمت اور پاکیزہ روی' آج غربت' افلاس' انگریزی تعلیم' لامذہبیت' بیکاری' دین سے بے خبری' مردوں کی ہوس اور رندانہ زندگی کے باعث مفقود ہو رہی ہے!

پہلا انقلاب

۱۹۴۰ء میں خاکسار تحریک کو منزل تک پہنچا کر اس کے بند کر دینے کا اعلان ہو چکا ہے۔ اس وقت تک اگر تحریک کے بند کر دینے کی شرائط پوری ہو گئیں تو تمام ہندوستان کی قومیں (ہندو' مسلمان' سکھ' پارسی' عیسائی' اچھوت وغیرہ وغیرہ) سب کی سب خاکسار تحریک میں شامل یا خاکسار تحریک کی معاون ہوں گی۔ خاکساری اصول تمام ہندوستان پر قولاً" بلکہ عملاً چھا جائیں گے۔ تمام انجمنیں' لیگیں' کانگریسیں' مجلسیں' سوسائیٹیں' ایسوسی ایشنیں وغیرہ وغیرہ خاکسار تحریک کے ہندوستان گیر غلبے کے آگے مات ہوں گی۔ خدمت خلق' بے پناہ روحانیت' سچی جانبازی' بے مثال مکارم اخلاق اور خدائے بے ہمتا کی سچی غلامی کے باعث تمام ہندوستان سر ہو گا اور خاکسار سپاہی کی روحانی پکڑ میں ہو گا۔ ہر صوبہ میں دس دس' بیس بیس' تیس تیس' پچاس پچاس ہزار سپاہیوں کے کیمپ ہوں گے' ان کیمپوں میں ہزاروں کی تعداد میں ہر قوم کے سپاہی شریک ہوں گے۔ سب سپاہیوں کا اقرار لا الہ الا اللہ ہو گا' سب کو اقرار ہو گا کہ خدا ہے۔ ایشور ہے' پرماتما اور گاڈ (God) ہے۔ قیامت ہے' پر لو ہے' یوم حساب ہے! اعلان ہو گا کہ ہم سب بنی آدم ہیں اور اعضائے یک دگر ہیں۔ ہم سب قوموں کے ساتھ روادار ہیں اور سب کو بصد سرو چشم منظور ہیں! ایسا منظر ۱۹۴۰ء میں پیدا کرنے کی حاجت ہے تو دیکھ لو کہ اس بتیس کروڑ مخلوق خدا میں کس قدر کام ابھی باقی ہے! ہم خاکسار اس وقت بے شمار مخلوق میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں لیکن ہم خوش ہیں کہ ہم نے تمام آٹے کو نمکین کر دیا ہے!

ہم کوئی قابل ذکر شے نہ سہی لیکن ہمارے ہونے میں ایک لطف اور مزا ضرور ہے' کہ دنیا میں نیکی' احسان اور بے مزد خدمت خلق کا نشان باقی ہے۔ ہم اس دنیا میں شیطان کے بستے ہوئے خدا کے ہونے کی زندہ شہادت دیتے ہیں' گواہی دے رہے ہیں کہ ہمارا بھی کوئی مالک اور ہمیں بھی کوئی اجرت دینے والا ضرور ہو۔ شیطان کی اجرت نقد انقد سہی' ہاں شیطان سے اجرت مانگنے والی بتیس کروڑ مخلوق سہی' لیکن خدا پر ادھار چھوڑنے والے اور محنت کر کے مزدوری نہ مانگنے والے بھی اس دنیا میں تین لاکھ بیس ہزار باقی ہیں! یہ نسبت ایک اور ہزار کی ہے' اس کی بظاہر کچھ حقیقت نہیں' ہم ایک مہینے میں اگر پانچ ہزار بھی بڑھیں پھر بھی سال میں ساٹھ ہزار' بتیس کروڑ کے آگے کچھ وزن نہیں رکھتے' لیکن ہمارے ہونے کا سرور یہ ہے کہ ہم کچھ نہ ہو کر اور لاشے رہ کر ایک دنیا کو اپنے کارناموں سے محو حیرت کر

رہے ہیں!

لیکن یاد رکھو نیکی کا تقاضا یہ ہے کہ رک رک کر بڑھے اور سب پر غالب آجائے! نیکی کے بڑھنے میں شیطان حائل ہے' شیطان اس کو سانپ اور زہر قاتل سمجھ کر بے دھڑک مٹانے کی سعی کرتا ہے' نیکی ملائم اور بے ضرر شے ہے اور جس طرح نرم ریشم کو تیز سے تیز دھار کاٹ نہیں سکتی اور اس کی نرمی اور لچک کے سامنے مات ہو جاتی ہے' بعینہ اس طرح دنیا کی تمام شیطنیت نیکی کو منقطع نہیں کر سکتی' ہم اس سات سال میں افسوس ناک طور پر رک رک کر بڑھے ہیں' ہمارے کارکنوں کو دردناک گزند اور اذیتیں پہنچیں' نیکی کو پھر رواج دینے والے خاکساروں نے اس سات سال میں ایک رات لطف و امن سے نہیں گزاری ایک دن چین سے نہیں کاٹا' ہمیں آرام لینے کے موقع ملے لیکن ہم نے آرام لینے کی نہ ٹھانی' ہمارے دل اور جگر ہی ہمارے آرام کے دشمن تھے' ہمارے جسمانی دشمن سیاہ سائے کی طرح پیچھے لگے رہے' انہوں نے ہمیں جی بھر بھر کر کوسا' ہمیں ملامتوں کے نشتروں اور طعنوں کے نیزوں سے لہولہان کیا گیا' ہم پر زمین خدا تنگ کی گئی' عزیزوں اور خون کے رشتوں نے ہمیں دھتکارا' سگے اور ماں جائے پرائے بن گئے اور ہمارے بڑھتے ہوئے حوصلوں کو شرمناک طور پر روک دیا گیا' لیکن اس رکاوٹ اور اٹک اٹک کر بڑھنے کا آخری تقاضا یہ ہے کہ ہم سب پر چھا جائیں' ہاں ابر رحمت بن کر چھائیں لیکن سب کو لپیٹ لیں! بتیس لاکھ یا بتیس کروڑ کی کچھ پروا نہ کریں اور تیرہ سو پچاس برس کے بعد ایک دنیا کو پھر بتا دیں کہ کینہ اور بغض' بدکاری اور بدامنی' رنج و حسد' فرقہ بازی اور سرپھٹول' الغرض غرض اور نفس کی اس قیامت میں جو کم و بیش دو سو برس سے ہندوستان پر مسلط ہے' نیکی اور صرف نیکی کی آخری فتح ہے!

نیکی اور ایمان کے لئے کثرت کا ہونا لازمی ہے

لیکن فتح جسمانی فتح اور غلبہ عینی غلبہ ہوا کرتا ہے- کوئی فتح درحقیقت فتح نہیں جب تک ہر دشمن تلوار میان میں کرکے سپر انداختہ نہ ہو جائے' جب تک کہ شیطانی طاقتیں صاف سروں کو جھکا کر قطاروں میں کھڑی نہ ہو جائیں' جب تک جسمانی رکاوٹیں راہوں سے ہٹ کر دست بستہ الگ نہ کھڑی ہوں! اس منظر کو پیدا کرنے کے لئے جسم اور مادی قوت کی ضرورت ہے' کثرت اور بہتات کی ضرورت ہے' کمال اور جلال کی ضرورت ہے' نری نیکی جب تک اس نیکی میں کثرت نہ ہو جسمانی اور جماعتی غلبہ حاصل نہیں کر

سکتی- دنیا میں بہت سی اکیلی اور انفرادی نیکیاں کیوں غالب نہ آئیں؟ اس لئے کہ ان میں کثرت اور بہتات نہ تھی' خدائے بے مثال نے بہت سی امتوں کو کیوں ہلاک کر مارا؟ اس لئے نہیں کہ نیکی کا تخیل اور نشان مٹ گیا تھا بلکہ اس لئے کہ ان میں اکثر نیک نہ تھے' ماکان اکثرھم مومنین (ہم نے ان کو اس بنا پر ہلاک کر مارا کہ اس امت کے اکثر لوگ ہمارے حکموں پر ایمان رکھ کر عمل کرنے والے نہ رہے تھے) کے مصداق بن گئے تھے' ایمان کی کثرت مفقود ہو گئی تھی! مسلمانوں کی اس وقت ہزارہا بلکہ لاکھ ہا مجلسیں اور انجمنیں پاک اور نیک مقصد کے لئے قائم ہوئی ہیں' ہزارہا بلکہ لاکھ ہا کئی کئی سالوں تک کام کرتی رہی ہیں' کیوں ان میں سے ایک بھی غالب نہ آئی؟ کیونکہ سب کی سب برف کی طرح گھل گھل کر مٹ جاتی ہیں! اس لئے کہ ان میں سے کسی ایک میں نیکی کی کثرت نہیں! ان کے نیک مقاصد کا دس بلکہ دو اشخاص پر اثر نہیں' سب کی سب صرف دو یا دس نیک لوگوں پر حاوی ہیں' کسی ایک میں اتنا زور نہیں کہ ہزاروں اور لاکھوں پر چھا جائے سب کی سب ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں ہیں جن میں پورا ایک نمازی بھی نہیں سما سکتا' جب ایمان کی یہ قلت اور نیکی کا یہ کال ہے تو ہاں غلبہ کیونکر پیدا ہو! بے چاری سب کی سب اسی قحط رجال کے چکر میں ملیامٹ اور بے نشان ہو جاتی ہیں!

قرآن حکیم کی سورہ کوثر کی تشریح

پس یاد رکھو کہ غلبہ اور فتح و ظفر کے لئے کثرت ایک لازمی امر ہے! انا اعطیناک الکوثر اسی بے مثال الٰہی احسان کی سند ہے! نیکیاں جب کثرت قبول کر لیتی ہیں تو بدیوں کے بیکراں بادل بے گمان چھٹنے لگتے ہیں! بدی اور سیاہ کاری کے اندھیر میں نیکی کی شمع ایک چھوٹی سی شے ہے لیکن نیکی کا کافی اور بڑا شعلہ ہی ظلمات کے سمندر میں یکسر اجالا کرکے پورے ظلمات کو مٹا سکتا ہے! صرف ایک جگنو کا تھوڑا سا ٹمٹمانا یہاں کام نہیں دیتا' یہی وجہ تھی کہ جب ایک بڑی مدت کی تکلیف اور رنج کے بعد زمانہ جاہلیت کی ظلمات میں ایمان کا کافی نور پیدا ہو گیا تو خدا نے انا اعطیناک الکوثر کی عظیم الشان وحی آسمان سے بھیجی' جتلا دیا کہ ہاں اب سب کچھ کافی طور پر اور کثرت سے تیار ہو گیا ہے' برسوں کی محنت' جفاکشی اور نفس کشی سے ایمان اور ایثار کا ایک عظیم الشان مصالحہ بالکل تیار ہے! اینٹ چونا گارا سب کچھ کافی اور وافی موجود ہے- ایمان اور ایقان والوں کی

ایک بڑی جماعت سربکف اور تیغ بہ بر ہے، تمنائے موت اور شہادت کا جوش ہر سو ہے، ایمان کے نور اور یقین کے شعلوں نے سب طرف چراغاں کر دیا ہے، ہاں اب موقعہ ہے کہ سعی و عمل کے اس عظیم الشان ابتلا و امتحان کے بعد کثرت کے کیف و حال کو دیکھ کر خدائے بے ہمتا کی درگاہ میں جھک اور اس کا شکرا نہ بجالا۔ جبین نیاز کو رگڑ اور پھر بے دھڑک سب کچھ اس منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے قربان کر دے۔ فصل لربک والنحر اس "کوثر" کے حصول کے بعد قتل و قتال کے ہنگامے کو برپا کر دینے کا نتیجہ لامحالہ یہ ہو گا کہ تیرا دشمن ضرور نامراد اور دم بریدہ ہو کر تیرے پاؤں پر آپڑے گا اور تو منزل تک پہنچ جائے گا۔

ان شانئک ھو الابتر ○

اب منزل تک پہنچنا ضروری ہو چکا ہے!

پس خاکسار سپاہیو! اب نئے سال کا مدعا کثرت اور صرف کثرت ہے! جب تک ہمیں یہ کوثر عطا نہ ہو گا، دشمن نسل بریدہ ہرگز نہیں ہو سکتا، خدا کی صحیح معنوں میں نماز اور فصل لربک کی شان، اس کی راہ میں قربانی اور والنحر کا کامیاب کیف ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے۔ اب کوثر کو پیدا کرنے کے لئے سعی مالایطاق چاہیئے، امت کے ہر فرد کی سعی چاہیئے، امت کے ہر حصے کی سعی چاہیئے، نیندیں اس غم میں اور حرام ہو جانی چاہئیں، جو خاکسار سپاہی یا افسر ہماری جھوٹی اور اوپری کامیابیوں کو دیکھ کر مطمئن ہو گئے ہیں، ان میں نئی پھڑک چاہیئے، جو باہر کے تماشائی ہمیں دیکھ کر سبحان اللہ اور جزاک اللہ پکار اٹھتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ابھی کچھ جزاک اللہ نہیں۔ ابھی خود ان کے اندر آکر کام کرنے کی اشد شدید حاجت ہے، جو کام کرکر کے اور آرام حرام کر کے تھک چکے ہیں ان میں نئی امنگ اور نئے ولولے پھر پیدا ہونے چاہئیں۔ یاد رکھو اس کارخانہ قدرت میں سکون موت ہے، جو بیٹھا وہ مر گیا، جو چلتا رہا وہ منزل تک پہنچ گیا، اب اتنی دیر تک چل چل کر ٹھہر جانا دانش کا شیوہ ہرگز نہیں۔ اب نہ پرانا آرام والا گھر نظر آتا ہے نہ نئی عیش کی جانفزا منزل! نہ واپس اس پرانے کھنڈر تک جا سکتے ہیں جہاں سے چلے تھے، نہ نئی منزل تک پہنچنے کے چسکے کو چھوڑ سکتے ہیں، اب صرف سنسان رہگذر پر کھڑے ہیں، نہ پیچھے کچھ دکھائی دیتا ہے نہ آگے۔ جان کے سب لگے ہوئے روگ چھوڑ بیٹھے، رشتہ داروں سے منہ موڑا، بیوی بچے، غرض، نفس سب سے دل

برداشتہ ہوئے، خدا کی راہ میں تن تنہا نکلے، بتوں کو توڑا، خدا سے جوڑا، وردی کسی، بدنام اور رسوا ہوئے، ملامتیں سہیں، طعنے جھیلے، ننگ و ناموس کی چادر اتار پھینک دی، اب کیا ہے جب وہ پہلی عقلیت کی شان نہ رہی تو مردانگی یہ ہے کہ منزل تک ضرور پہنچا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت کہ نہ ہم گھر کے رہے نہ گھاٹ کے، ہوش اور تدبر سے کام لے کر گھاٹ تک پہنچیں۔

ہماری بہت بڑی کمی اور مسلمان عورت کے موجودہ نقائص!

اس وقت ہم میں سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ ہم خاکسار اکیلے ہیں ہم مردوں کے ساتھ ہماری گھر والیاں نہیں، چار کروڑ مسلمان عورتیں یا کم از کم ایک کروڑ بیویاں، مائیں، بہنیں الگ، روٹھی اور ناراض، بے خبر اور بے کار بیٹھی ہیں! مرد کی کارگذاری میں جب تک عورت کی حوصلہ افزائی اور نرم ہاتھوں سے پیٹھ پر تھپک نہ ہو، نرا انسان یا معمولی بشر دیر تک نہیں چل سکتا۔ مرد کے کارناموں میں عورت کو بڑا دخل ہے اور دنیا میں تمام شجاعت اور حماست کی بنیاد، بلکہ ایک حساب سے تمام سعی و عمل کی بنیاد عورت ہے! مسلمانوں کی عورتیں اس وقت اسی بے پناہ زوال بلکہ بہت زیادہ بے پناہ زوال میں مبتلا ہیں جس میں کہ مرد ہے۔ مسلمان عورت کا اخلاق یورپ کی خانہ برانداز تہذیب کے خطرناک سیلاب کے آگے خطرناک طور پر گر چکا ہے۔ عورت کا کام صرف مرد کی پیٹھ پر ایک مردہ بوجھ ہونا رہ گیا ہے، اس کا کام مرد سے اکثر ناراض رہنا اور اس کا ناشکرا ہونا ہے، وہ مرد سے صرف مانگتی ہے، جب مانگے اور فوراً نہ ملے جھٹ ناراض ہو جاتی ہے لیکن اس کو ہاتھ پاؤں یا دماغ کا کوئی حصہ نہیں دیتی۔ ادارہ علیہ میں آئے دن بیسیوں بلکہ صد ہا گھروں کے خفیہ کچے چٹھے دردناک آوازوں میں پہنچتے رہتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قوم کے زوال میں عورت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مسلمان کی عورت آج کل مرد کے ہر کام سے غافل ہے۔ اس کے ماحول سے جس میں وہ اپنی روٹی کما رہا ہے بلکہ پیٹ پر پتھر باندھ کر بچوں کو پال رہا ہے، اصولاً الگ تھلگ رہتی ہے۔ مرد کی بسائی ہوئی دنیا میں نہیں بستی۔ بے دینی، بے حسی اور تبرج کی الگ دنیا بساتی ہے، مرد پر غالب آنے کا رنگ اختیار کرتی ہے۔ مرد کی آمدنی دیکھے بغیر فرمائشوں سے اس کا قافیہ تنگ رکھتی ہے نہیں بلکہ افسوس ناک طور پر کہنا پڑتا ہے کہ بے مروت، بے محبت اور بے وفا بھی ہے! عورت کی وہ بے مثل عصمت اور آسمان کے قدوسیوں کو مات کرنے والی پاکیزہ روی

جس پر دنیا جہاں کے مسلمانوں کا قابل رشک ناز تھا اور جس کے گرد پا تک دنیا کے کسی خطے اور مذہب کی عورت ختماً نہیں پہنچ سکتی تھی' آج غربت' افلاس' انگریزی تعلیم' لامذہبیت' اور بے دینی' بیکاری اور دین سے بے خبری مردوں کی شہوت پرستی اور رندانہ زندگی کے باعث جلد از جلد مفقود ہو رہی ہے۔ مسلمان اب واحسرتا! کہ یہ گرانمایہ دولت بھی کھو بیٹھا ہے۔ سلطنت' دولت' تجارت' علم' عزت سب لٹ چکیں اب واویلا! کہ غیرت اور عصمت بھی لٹ رہی ہے' واویلا کہ اس عصمت اور عفت کے لٹنے میں خود مسلمان مرد کا ایک بڑا حصہ ہے۔ آج سے تیس برس پہلے کسی ایک مسلمان عورت کے متعلق' جو گھر یا باہر کی شریفانہ زندگی بسر کرتی تھی' گمان تک نہ ہو سکتا تھا کہ عفت کی دیوی اور عصمت کا مجسمہ نہیں' بوڑھی یا جوان سب عمر کی عورتیں صرف خدایا اپنے خاوند کی ہوا کرتی تھیں' گھروں کے جنت میں ان کی پاکیزگی کے نور کے باعث روشنی اور صحیح تربیت تھی' قرآن' نماز' خدا' رسول' رحم' کرم' خیرات' صدقات' دعا' ذکر و اذکار' بلند تربیت' بلند اخلاق' بلند نظر' بلند خیالات کا ہر ادنے سے ادنےٰ گھر میں چرچا تھا۔ مرد کی بلندی طبع صرف عورت کی قدسی صفات کو دیکھ کر تھیں' مرد اس لئے حافظین فروج تھے کہ عورت کے چہرہ پر نگاہ کا پڑنا ممکن نہ تھا۔ عورت دنیا کی ہر لذت و شہوت سے ماں کے پیٹ سے نکلے ہوئے معصوم بچوں کی طرح بے خبر تھی۔ اس کی شرمیلی اور حیا سے بھری ہوئی نگاہیں' اس کی نظر کی معصومیت کا بانکپن' اس کی غزال صفت آنکھ' اور ہرن سے سیکھی ہوئی رم' بیاہ کے بعد مرد کو تمام عمر اس کی محبت اور عشق میں گرم رکھتی تھی۔ واحسرتا! کہ مسلمان کا قافلہ آج سب لٹ چکا ہے' اس کو چاہیئے کہ رو رو کر اپنی آنکھیں کھو دے اور ہلاک ہو جائے۔

عیوب پر پردہ پوشی اس وقت مہلک ہے

میں چاہتا ہوں کہ تحریک کی اس منزل پر سب زخم وا کروں۔ لوگ پڑے چیختے پھریں' میں قوم کے مسئلے میں کوئی آئیں بائیں شائیں نہیں کرنا چاہتا' میں جانتا ہوں کہ مسلمان اس لئے گر گئے ہیں کہ ان کو آئینہ دکھا کر ان کے عیب دکھلانے والا کوئی نہیں رہا تھا' سب لاطائل مرہم پٹیاں اور بے اثر لیپ لگا کر زخموں کو چھپانے اور مرض کو لمبا کر کے قوم کو لوٹنے میں مصروف تھے' سب اپنی اپنی ذات سے خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے میں لگے تھے' مجھے اس امت نے گندہ دہنی' کفر' بددیانتی' مکاری' فحش گالیاں' فریب دہی'

مہدی اور نبی بننے کی ملامت کا تحفہ دیا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کیا دینا باقی رہ گیا ہے' میں اب کیوں نہ اطمینان سے جو کہنا ہے کہتا جاؤں اور سب مرہم پٹیاں ادھیڑ کر زخموں کو دھوں اور اچھا کروں۔

خاکسار تحریک میں اب طاقت ہے کہ جس اصلاح کے درپے ہو جائے اس کو بدرجہ کمال پہنچا کر چھوڑے۔ مسلمان عورتوں کی پاک دامنی کو اس پہلے بلند درجے تک پہنچانے کے لئے میرے پاس کئی ترکیبیں ہیں جن کا اپنے وقت پر اعلان کروں گا۔

عورتوں کا آئندہ پروگرام

میں اس وقت اس امر کے درپے ہوں کہ اس سال کے اندر اندر خاکسار سپاہیوں کی اکثر مستورات کو باخبر کردوں کہ ان کو بھی اوارہ علیہ اس دائرہ اثر میں لینا چاہتا ہے جس دائرے میں ان کے مرد پچھلے سات سال سے آچکے ہیں' انہیں اس قومی تعمیر کے لئے جلد سربکف ہونا ہے۔ جس کے لئے ہم کئی سال سے بھوسہ اور مٹی جمع کر کے اینٹیں پکا رہے ہیں۔ وقت آئے گا اور جلد آرہا ہے جب کہ ہر خاکسار عورت نہیں ہر مسلمان عورت زندہ قوموں کی عورتوں کی طرح اس تمام اوپری زندگی کو جس میں وہ پچھلے سو سال سے گھری ہے' ایک پرانی پوشاک کی طرح اتار پھینکے گی۔ اس کو خاکسار سپاہی کے دوش بدوش اس خطرناک مجاہدے میں جو آگے آرہا ہے لڑنا ہو گا۔ زخموں کی مرہم پٹیاں نہیں خود زخم کھانے ہوں گے' میلوں مارچ کرنا ہو گا۔ اس کی عصمت اس قدر بلند ہو گی کہ جو شخص آنکھ اٹھا کر اس کو دیکھے گا اس کی آنکھیں نکال دی جائیں گے' نہیں اس میں آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا یارانہ رہے گا۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورت' خاکسار سپاہی اور خاکسار سپاہی بہنیں' ہر قوم کے مجاہد مرد اور مجاہد عورتیں صرف خدا' ملک' قوم اور امت کی ہوں گی۔ ان میں ہر وہ استعداد جو کسی زندہ قوم میں ہو سکتی ہے عمل کے ذریعے سے ابھاری جائے گی' ہر عورت کو اس کے عمل کے مطابق تحریک میں درجہ دیا جائے گا۔ مختلف صوبوں میں مختلف عورتیں اس تحریک کی رہنمائی کریں گی۔ تمام ہندوستان میں صرف ایک عورت عورتوں کی رہنمائی کرے گی۔ وہ بذات خود ایک بڑی ہمت' بڑی لیاقت بڑے وجدان کی مالک ہو گی۔ عورتوں میں دینی' قدوسی اور الٰہی لیکن سپاہیانہ رنگ ہو گا۔ خدمت خلق اور روحانیت کا رنگ ہو گا۔ صبغت اللہ اور خدائے بے ہمتا کا رنگ ہو گا۔ عورتیں مردوں کے دوش بدوش ہوں گی لیکن مرد ان پر قوام ہوں گے وہ ھن لباسکم و انتم لباس لھن کی صحیح

تصویر ہوں گی۔

ان کا پردہ وہی اسلام کا پردہ ہو گا جو قرآن حکیم میں لکھا ہے۔ جس کا عرب میں ختم رسل علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت دستور تھا' جس کی اجازت وہ خود دے گئے۔ جو پردے دین اسلام پر بعد کے رہنماؤں نے ڈالے ہیں ادارہ علیہ کے نزدیک سب غلط ہیں۔

عنایت اللہ خان المشرقی

زندہ قوم کی تعمیر عورت سے ہے

از

ڈاکٹر سید بادشاہ کاظمی

مقالہ افتتاحیہ ہفت روزہ "الاصلاح"

۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء

نسوانی انقلاب کی ضرورت

(۲۷ جنوری ۱۹۳۹ء کے الاصلاح میں مسلمانوں کی نصف آبادی عورتوں کے متعلق خاکسار تحریک کی پالیسی علامہ مشرقی کے قلم سے شائع ہوئی تو نسوانی انقلاب کی ضرورت کا احساس مسلمانوں کے دلوں کو تڑپانے لگا۔ چنانچہ پشاور کے جانباز محترم سید بادشاہ کاظمی نے بھی "زندہ قوم کی تعمیر عورت سے ہے" کے زیر عنوان ایک مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ ادبی لحاظ سے نہ صرف بلند ہے بلکہ اس کا افق نظر بھی بہت بلند ہے اسی لئے علامہ مشرقی جیسے عملی انسان اور مفکر اور صاحب قلم نے اس مقالہ کو ۱۷مارچ ۱۹۳۹ء کے الاصلاح میں بطور مقالہ افتتاحیہ شامل کیا۔

۱۹۳۹ء میں جس نسوانی انقلاب کی ضرورت علامہ مشرقی اور ان کی خاکسار تحریک نے محسوس کی تھی اگر برپا ہو جاتا تو آج دنیا میں مسلمان قوم کی کایا پلٹ گئی ہوتی' مغربی تہذیب کے رسیا مسلمان رہنماؤں اور مفکروں کے نزدیک صنف لطیف کا مقام تجارتی اشتہار کے علاوہ اسے رفاہ عامہ کی فیاض چیز اور گذرگاہ خلق بنانا مقصود رہا جبکہ صاحبان شریعت و طریقت کے نزدیک عورت گھر کے اندر بندھی ہوئی گائے' بکری کی طرح کی حیوانی مخلوق رہی جس کا کام مرد کو شہوانی تسکین پہنچانا سمجھا گیا اور بس - ہوس کی اس تسکین کی صورت میں خود بخود بچے بھی اگر پیدا ہوتے چلے جائیں تو یہ اللہ کی دین ہے اس میں مرد کی تجویز' تدبیر' پلاننگ اور ارادہ کا کوئی عمل دخل نہیں۔ عورت کا نہ تو قوم کی تعمیر میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی وہ مرد کی کسی مسئلے میں مشیر و وزیر ہے۔ اس کا قومی امور میں کوئی حصہ نہیں اور نہ ہی وہ حصہ لے سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ اپنے ووٹ کو مرد کے حق میں استعمال کر سکتی ہے یا عورت کو مرد جعلی ووٹوں کے بھگتانے کے لئے استعمال کرتا رہتا ہے۔ اس سے زیادہ کا کوئی حق صاحبان شریعت و فقیہان دین عورت کو دینے کے لئے تیار نہیں کیونکہ ان کے نزدیک وہ نصف ہے۔ انگریز کے دور میں علامہ مشرقی اور خاکسار تحریک کی عورتوں کو جنگی امور کی تربیت دینے کا پروگرام عملی صورت اختیار کرکے اگر کامیاب ہو جاتا تو تقسیم ہند کے وقت ستر ہزار سے زائد مسلمان عورتوں کے اغوا کا داغ مسلمانوں کے ماتھے پر نہ لگتا۔ مسلمان خواتین نہ صرف اپنی عزت و ناموس کی خود محافظ بنتیں بلکہ ہندوستان کی دوسری قوموں کی عورتوں کی عزت و حرمت کی بھی حفاظت کرتیں جو فرقہ وارانہ سیاست کی بھینٹ چڑھائی گئیں۔

خاکسار تحریک کو ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کے سانحہ لاہور میں بے موت مروانے کی سنگین واردات کا ارتکاب جن لوگوں سے کروایا گیا انہیں اگر اس بات کا احساس ہو جاتا کہ اس تحریک کو ناکامی سے ہمکنار کرانے کے عظیم گناہ کی سزا امت مسلمہ کو کتنی دردناک صورت میں ملے گی تو شاید وہ ایک سو سے زیادہ مرتبہ ایسا سنگین قدم اٹھانے سے قبل سوچتے! خاکسار تحریک کو خلاف قانون قرار دینے اور علامہ المشرقی کو ویلور قلعہ میں نظربند کرنے کے بعد ہندو مہاسبھا کے صدر ساورکر اور مسٹر گاندھی کی طرف سے مبارک بادوں کے ٹیلیگراموں نے ان اینگلوانڈین مسلمانوں کے حوصلوں کو مزید جلا بخشی اور خاکسار تحریک کی شمع کو گل کر دیا گیا!) (مرتب)

زندہ قوم کی تعمیر عورت سے ہے۔ (از سید بادشاہ کاظمی)

ہر زندہ قوم کی تعمیر میں عورت کا زندگی بخش ہاتھ ضرور ہے جس کی ولولہ انگیز تھپک جنگجو نسلیں بار بار میدان جنگ میں لائی ہے' اگر غور سے دیکھا جائے تو عورت ہی ایک ایسی ہستی ہے' جس کی زندہ کن تربیت جسموں میں گرمی' ولولوں میں تازگی اور ارادوں میں پختگی کا باعث بن سکتی ہے' اس لئے کہ آنے والی نسلوں کو کم از کم پندرہ برس تک اس ہمدرد معلمہ یعنی ماں کی نگرانی میں رہنا ہوتا ہے۔ اب ماں کی تربیت چاہے تو اپنے نونہالوں کو توپوں' گولوں اور خون کی ندیوں کے جرات آموز خواب دکھا دکھا کر جوان کرے یا خوف دلا دلا کر بزدل بنا دے۔

ہر زندہ قوم کی مرد منش عورتیں اپنے بچوں کو خون و آگ سے کھیلنے کا درس دے دے کر جوان کیا کرتی ہیں۔ وہ زندگی کی روح اپنے چہیتے بچوں اور شوہروں بھائیوں اور عزیزوں کی جانی قربانی میں پنہاں پاتی ہیں' وہ جانتی ہیں کہ انسانی حقوق کی پاسبان جنگ اور صرف جنگ ہے۔ ورنہ کمزور کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں' انسانی حقوق کی جنگ کا سرمایہ ان کے نزدیک ان کی نوخیز نسلیں ہیں جن کا جنگجو کیریکٹر پاسبان وقار ملت ہوا کئے ہے' لیکن بغور دیکھنے سے جنگی سیرت کی معمار عورت اور صرف عورت ہی نظر آئے گی جس کی حیات آموز فطرت اور نڈر تربیت قوم کو مجسمہ جنگ بنا دیتی ہے۔

عورت مرد کی دست راست ہے

زندہ قوموں میں جہاں مردوں کی ٹرینڈ فوجیں متحرک نظر آتی ہیں وہاں عورتوں کے

بڑے بڑے گروپ بھی ایک ہی انداز میں بے سکون نظر آتے ہیں' مردوں کے دوش بدوش عورتیں بھی بری' بحری اور فضائی آلات حرب و ضرب پر کامل دسترس رکھتی ہیں تاکہ کشمکش حیات میں مردوں کی دست راست بن سکیں' زندگی ان کے نزدیک جسم کے بیدار رہنے کا نام ہے' اس لئے وہ زن و مرد' بچے جوان' بوڑھے سب کے سب ملی وقار کی پاسبانی میں کنار جنگ کھڑے خود داری کا ثبوت دے رہے ہیں۔

رہنمایان قوم کی نارسا تجویزیں

ہندی مسلمان کو زوال سلطنت کے بعد فوجی اور جنگی عنوان بتانے والا کوئی رہنما نہ ملا۔ کسی نے کالج بنا کر قوم کی ہوشربا آنکھوں پر مغرب کی روحانیت کش عینک چڑھا دی۔ کسی نے اس نافرمان قوم کی نبض نہ دیکھتے ہوئے اصلاح رسوم میں ناحق وقت ضائع کیا' اکثر نے انجمنیں' صدارتیں' جلسے جلوس اور کانفرنسیں سجا سجا کر اور عدم تشدد' ستیہ گرہ' اہنسا جیسی نامرد تعلیم پہ تقریریں سنا سنا کر رہی سہی زندگی نامرادی میں بدل دی۔

آج ایک ہزار سال کی بے مثال بادشاہت کے بعد جب کہ ہماری سسکتی تہذیب کا لہو اب بھی ہندوستان کے دامن سے نہیں دھلا' اس حیات رفتہ کے آثار نظر نہیں آتے جس کے زور نے ایک ہزار برس تک غالب و حکمران کیا تھا' اب مسلمان زن و مرد تہذیب مغرب کی نشیلی لہروں میں جھولا جھول رہے ہیں۔ ہاں کبھی کبھار اخباروں اور سٹیجوں سے آواز آجاتی ہے کہ ہسٹری کے پہلے ہیرو تم ہی ہو' پہلے تم بادشاہ تھے آج محتاج ہو تو کچھ مضائقہ نہیں یہ بھی قسمت کا لکھا ہے۔ اب قلم کا زمانہ ہے اگر جنگ لڑنی مقصود ہو تو ووٹوں اور سیٹوں کی آپس میں لڑ لیا کرو۔ الغرض مصلحت اندیش اور خود غرض رہنماؤں کی پھسپھسی اور نارسا تجاویز نے قوم کی مجاہدانہ حرارت میں عینکوں اور کتابوں' اخباروں اور تقریروں' جلسوں اور جلوسوں' سوسائٹیوں اور کانفرنسوں' لیگوں اور کانگریس کی خنکی دوڑا کر خون حیات منجمد کر دیا۔

غلام قوم کا خطرناک اطمینان

اب مسلمان مرد سمجھے بیٹھے ہیں کہ انگریز کی غلامی میں تجارت' محنت اور ملازمت کی حقیر آمدن سے مغرب کی روحانیت کش تہذیب کا خریدنا اور اس کی پرورش میں زندگی کے دن گزار کر مرجانا زندگی ہے' یا حد سے حد کسی اخبار کے مطالعہ میں کسی کانفرنس' کسی جلسے

جلوس میں شمولیت کے سرور میں کسی انجمن کو چندہ دینے کے سکون میں مگن رہنا زندگی ہے۔

باعث تخلیق و تعمیر حیات عورت سمجھے بیٹھی ہے کہ چولہے کی ڈیوٹی اور گھر کی غیر مشقتانہ زندگی میں عیش پرور بچوں کی نازبردار ماں بننا اس کی زندگی ہے۔ نہیں' آج افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ تہذیب مغرب کی نازک شاخ پہ آشیان بنا کر **خالد' طارق' محمد بن قاسم اور محمد فاتح قسطنطنیہ** جیسے فاتح عالم فرزند میدان جنگ میں لانے سے قاصر ہو چکی ہے۔ وہ قوم میں جنگی کیریکٹر پیدا کرنے کے عوض آج آنچلوں اور ساڑھیوں' ریشمی برقعوں اور رومالوں' عطروں اور سینٹوں' پھولدار پاجاموں اور اونچی ایڑی کے بوٹوں کی نزاکت پہ فدا ہو کر' اپنا شاندار ماضی اور پہلی نسلوں کے حیات آموز کارنامے بھول کر تصنع اور خودرائی کے خم و پیچ میں کھو گئی ہے اور آئندہ نسلوں کی مجاہدانہ حرارت کو ساکن کر دیا ہے۔

آزاد قوم کی عورتیں اور ترکی میں نسوانی انقلاب

لیکن یہ یاد رہے کہ اب بھی جب کہ عالم اسلام کا شیرازہ بکھر چکا ہے جہاں جہاں دل زندہ ہیں وہاں عورتیں پیکر جنگ نظر آتی ہیں' سرحد آزاد کو دیکھو کہ آفریدیوں' مہمندوں' مسعودیوں اور وزیریوں کی مجاہد عورتیں مردوں کے دوش بدوش کھڑی قومی غیرت کی پاسبانی میں آج تک لڑ رہی ہیں' وہ اپنے خاوندوں' بھائیوں اور عزیزوں کو مکئی کی خشک روٹی کھلانے کی فرصت میں خود مورچوں میں بیٹھ کر دشمن پہ باڑیں چلایا کرتی ہیں۔ ترک خواتین نے' جب سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کئے جا رہے تھے اور دشمن یہ طے پا چکے تھے کہ استنبول پر انگریزوں کا قبضہ ہو گا' سمرنا اور تھریس یونانیوں کے حوالے ہوں گے' ترکوں کی آبادی ایک حد سے تجاوز نہیں کرنے پائی گی' اس کی فوجوں کی نگہداشت فرانسیسیوں کے بس میں ہو گی۔ ان کے بچوں کی تعلیم اٹلی کے ذمے ہو گی' وہ یورپ سے معہ بوریا بستر نکالے جائیں گے۔ مسجد ایا صوفیہ کو گرجا میں تبدیل کیا جائے گا' میدان عمل میں نکل کر وہ شاندار خدمات سرانجام دیں کہ اگر جنگی نقطہ نگاہ سے ترک خواتین کو ترکی استقلال کا باعث نہ کہیں تو انصاف کے خون کے مترادف ہو گا۔ جیسا کہ محترمہ خالدہ ادیبہ خانم نے جامعہ ملیہ دہلی میں ایک لیکچر کے دوران میں فرمایا کہ "ترکی کے استقلال میں ترک خواتین کا زندگی خیز ہاتھ تھا جس نے ترک سپاہیوں کے حوصلوں کو تقویت دی۔ جب **اتاترک کمال پاشا** نے اعلان جنگ کیا مرد میدان جنگ کو جا رہے تھے' ملک کو ایک ایک فرد کی ضرورت تھی' ایسے آڑے

وقت میں عورتوں نے تمام پرانے پردے پھاڑ دیئے اور میدان عمل میں آکر اپنے خاوندوں' بیٹوں بھائیوں اور عزیزوں کی دوکانوں اور تجارتوں کو ہاتھوں میں لے لیا۔ پولیس' ڈاک' ٹیلی فون اور ملکی نظم و نسق پر عورتیں ہی عورتیں نظر آرہی تھیں' میں نے دیکھا کہ سامان رسد کی گاڑیاں عورتیں ہانکے جا رہی تھیں' ایک ستر برس کی بڑھیا کو دیکھا جس کی کمر فولاد کی مانند مضبوط تھے جنگی گیت گا رہی تھی۔ جس میں مردوں کو غیرت دلانا تھا کہ آج ترکی کی موت و حیات کا سوال ہے!

"سپاہیو! ہم عورتوں کی آبرو کے پاسبان تم ہو کٹ مرو اور وطن پر دشمنوں کو مسلط ہونے نہ دو!"

الغرض تمام سول پر عورتیں چھا گئیں میدان جنگ میں مردوں کی متفقہ قوت نے ترکی دور حیات کا آغاز کر دیا۔ اس وقت انگورہ اور قسطنطنیہ میں عورتوں کی علیحدہ پولیس ہے' انگورہ سے تیس میل کے فاصلے پر عورتوں کی ایک عظیم الشان یونیورسٹی قائم کی گئی ہے جس پر حکومت نے بتیس کروڑ ترکی پونڈ خرچ کیے ہیں اس میں تعلیم کے تمام شعبے عورتوں کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اس یونیورسٹی کا پروفیسر آف پالیٹکس ڈکٹیٹرٹر کی بذات خود ہو گا' مہینے میں چار بار لیکچر دیا کرے گا۔ اس نوعیت کی یونیورسٹی دنیا بھر میں موجود نہیں' عورتوں کو طب' قانون' آرٹ' سائنس' خیاطی' انجیرنگ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ فوجی تعلیم کو سب پر فوقیت ہے' عورتوں میں فن ہوا بازی کا ذوق عام ہے۔ سال میں ایک دفعہ جہاں مردوں کے لئے فوجی خدمت لازمی قرار دی گئی ہے عورتوں کے لئے ایک ماہ نیشنل سروس ضروری ہے۔ ہر عورت کو اپنی استعداد کے مطابق ایک ماہ کے لئے قومی کام کرنا ضروری ہے۔ سال میں پندرہ دن تمام حکومت عورتوں کے حوالے کی جاتی ہے اور مردوں کو مصنوعی جنگ میں شہروں اور دیہاتوں سے باہر مصروف کار رکھا جاتا ہے۔

دیکھ لو! ترکی نسوانی انقلاب کے باعث زندگی کی کس شاہراہ پر آج گامزن ہے۔ دیکھ لو! عورتیں اس منزل میں کیا کیا سہولتیں انہیں بہم پہنچا رہی ہیں۔ انہیں دیکھ لو کہ جنگی ارمان کے احساس میں مردوں کے کام خود سنبھال کر مصنوعی جنگوں میں شریک ہونے کا آزادانہ وقت دے رہی ہیں تاکہ مرد پیکر جنگ بن جائیں۔ ہاں یورپ کے مردِ بیمار کی مرد منش عورتوں کی تندرستی دیکھو' عرصہ انقلاب میں ان کی مصروفیتیں دیکھو' اور آج یورپ کی جنگی فضا میں ترکی وقار کی قدروقیمت دیکھو کہ بڑی بڑی عالم آرا حکومتیں انہیں اپنا رفیق جنگ بنانے کی آرزو میں کوشاں ہیں۔

ہندوستان کا زنانہ فلسفہ

الغرض دورہ حاضرہ کی زندہ قوموں کی خواتین فی الحقیقت زندہ ہیں۔ یعنی بندوقوں' توپوں' ٹینکوں' جنگی جہازوں اور زہریلی گیسوں کو محرک کرنے میں ماہر ہیں۔ ایک ہمارا ہی بدنصیب خطہ ہے جہاں براور اقوام کے کمزور باپوؤں کے کمزور کن عنوان (عدم تشدد' اہمسا' ستیہ گرہ) اپنا کر مسلم رہنماؤں نے بھی زندگی کا مفہوم بدل دیا تھا۔

اب جب کہ ایک مرد مجاہد علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کے انتہائی ایثار نے بھولے ہوئے ماضی کی عملی تفسیر خاکسار تحریک کی مجاہدانہ تنظیم میں پنہاں کر کے تین لاکھ ۶۴ ہزار دلوں کو ولولہ جہاد سے گرما دیا۔ ضرورت ہے کہ قوم کے داہنے ہاتھ کو' جو دو سو برس سے بے حسی کے پردوں میں بیکار لپٹا پڑا ہے' خون حیات دوڑا کر محرک کر دیا جائے۔

اس وقت خاکسار سپاہی ہی ایک ایسی ہستی ہے' جس کی نئی زندگی گھر کی اندھیری فضا کو آتش حیات سے روشن کر سکتی ہے! ہاں خاکسار سپاہی عورت کو اس مجاہدانہ نظام سے منسلک کر سکتا ہے جس میں وہ خود کھڑا احکام بجا لا رہا ہے۔

نسوانی انقلاب کی ضرورت

خاکسار بھائیو! چھ برس کی گذشتہ زندگی میں ابھی تک جنگ کا کوئی موقعہ میسر نہیں ہوا۔ جب انسانی حقوق کی حفاظت میں لڑنا ہوا تو نسوانی انقلاب کی ضرورت محسوس ہو گی۔ ہاں یاد رکھو! خاکسار تحریک کی جنگیں فی الحقیقت جنگیں ہوں گی۔ بزم عالم کے نظام جس سے درہم برہم ہوا کرتے ہیں کسی نامرد بابو کی پکٹنگ یا ستیہ گرہ نہ ہو گا۔ اصلی جنگوں کی افراتفری میں جب ایک ایک فرد کی عملی امداد کی ضرورت ہوا کرتی ہے' نسوانی انقلاب کی ضرورت کا احساس ہو گا' لیکن یاد رہے کہ زندہ قومیں مستقبل کی صدہا فیٹ بلندیوں پر کھڑی ہو کر آنے والے واقعات سے متصادم ہونے کو تیار ہوا کرتی ہیں۔ ہمیں پھر ایک جنگی قوم بننے کے لئے ابھی سے نسوانی انقلاب رونما کرنے کی تیاری کرنی چاہیئے۔ ابھی سے عورتوں کو متحرک کرنا چاہیئے تاکہ عرصہ جنگ میں مردوں کا دست راست بن سکیں۔ اگر آنے والی جنگوں پر نظر کرو اور جنگوں میں انسانی عمل کی قدر و قیمت کو پیش نظر رکھو تو نسوانی انقلاب کا احساس فوراً" ہو سکتا ہے۔

خاکسار بھائی بغور سوچیں کہ ہمیں ایک جنگی قوم بننے میں نسوانی انقلاب کی کس قدر

اہم ضرورت ہے۔ سوچیں کہ عورت کے دست راست ہونے سے مرد کو فوجی ٹریننگ کے لئے کس قدر آزاد فرصت میسر ہو سکتی ہے، مسلم خواتین غور کریں کہ ملی وقار کی پاسبانی میں عورت کے عملی انقلاب کی کس قدر اہم ضرورت خاکسار سپاہی کی ہے۔ خواتین یہ بھی سوچیں کہ تہذیب مغرب کی نشیلی لہریں جس میں وہ آج بھی جا رہی ہیں کشتی حیات کو ڈبو دینے کی کس قدر اہم باعث بن جائیں گی۔ ہاں غور کرو کہ آئندہ نسلیں پاؤڈر کریم اور عطر کی مدہوش فضا میں سونے والی ماؤں سے کیا درس لیں گی۔ کیا عرصہ جنگ میں یہ فیشن زدہ نزاکت مرد کی ہلاکت کا باعث نہ ہو گی۔ کیا ایسی حالت میں جب کہ قوم موت و حیات کے بین بین قسمت کا فیصلہ کر رہی ہو گی، ریشمی برقعے، اونچی ایڑی کے بوٹ، پھولدار پاجامے پہننے والی نکمی مائیں بہنیں توپوں کی سامعہ شکن آوازوں میں ٹھیر سکیں گی، وہ کیسے جفاؤں سے مردانہ وار کھیلیں گی، جن کو فیشن کی نزاکت نے تنکا دہرا کرنے کے قابل بھی نہیں رکھا اور پھر آنے والی نسلیں جن کی سعی و عمل سے تعمیر ملت کا کام لینا ہے ان نکمی ماؤں سے زندگی کے کیا عنوان حاصل کریں گی جو دو سو برس سے ہمارے نونہالوں کو ڈراؤنے خواب دکھا دکھا کر اور فیشن کی دنیا بسا بسا کر زندہ درگور کر رہی ہیں۔

عورت کی سپاہیانہ زندگی اس کی عصمت کی محافظ ہے

اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ عورتیں سپاہیانہ زندگی کو اپنے کیریکٹر کا اہم جز بنا لیں یاد رکھو عورت کا بذات خود سپاہی بن جانا اپنی عزت و عصمت کا خود پاسبان ہونے کے مترادف ہو گا۔ بدکردار مردوں کی شیطانی سیرتیں اس مرد سیرت خاتون کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکیں گی، جو خاکسار تحریک کی بے پناہ روحانیت کے بل پر اور خطرناک تعذیر کے زور پر شاہراہ زندگی پہ گامزن ہو گی، اگر اس وقت مردوں کے اخلاق کوئی چیز بگاڑ رہی ہیں تو وہ تصنع اور خود آرائی ہے جس دن عورتیں خاکسار ہو گئیں۔ مغربی شیطان کا یہ طلسم ماند پڑ جائے گا، قیمتی کپڑوں کے ناجائز اخراجات کم ہو جائیں گے، خاکی کپڑے محنت اور جفاکشی کا درس خود بخود دیں گے۔ عورت کی فضول خرچیاں جو مرد کی ذہنی پریشانیوں کا مرکز بنی ہیں کافور ہو جائیں گی، ہاں ادارہ علیہ کے مجاہدانہ اور خاکسارانہ احکام کی حرکتیں نئی زندگی، نئی اصلاح اور صحت کا تازہ خون پیدا کر دیں گے۔ بچے خاکسار والدہ سے خدمت خلق کے روحانیت پرور جذبات اپنائیں گے۔ اس کی مجاہد روی، مجاہدانہ کیریکٹر پیدا کرے گی، بچے

خالد، طارق، محمد بن قاسم، محمد فاتح اور غازی صلاح الدین کے جہاد پرور کارنامے سن سن کر جوش کردار میں جھومیں گے۔ ماں کی جنگی تربیت جنگی ارمانوں کی پرورش کا باعث ہو گی۔ الغرض قوم کے زن و مرد ایک ہندوستان گیر نظام کی مضبوط کڑیاں ہوں گے۔ ایک جسم ہو گا جس میں زندگی کی برقی لہر ایک ہی انداز سے دوڑ رہی ہو گی۔

عورت نے سپاہیانہ زندگی کے زور سے بڑی عالم آرا حکومتیں قائم کیں، قرن اول میں بے پناہ جنگیں لڑیں، دشمنوں کے نرغوں میں جا جا کر قیدیوں کو بزور شمشیر رہا کیا۔ آج پھر عظمت رفتہ کی جستجو میں نکلنا مسلمان عورت کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

خواتین! تعمیر حیات قومی کے ہر پہلو پر غور کریں اور نسوانی انقلاب کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے سپاہیانہ تنظیم سے منسلک ہو کر زندہ ہونے کا ثبوت دیں۔

۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء — ڈاکٹر سید بادشاہ کاظمی

مالکِ کبریا و جبروت کے عبرت ناک فیصلے

ساٹھ کروڑ باشندگان زمین کی قرنہا قرن غفلت اور جمود کا پیمانہ جب لبریز ہو گیا تو محکمہ قضا و قدر کے خطرناک دفتر سے فرمان جاری ہوتا ہے کہ خدا کے غیظ و غضب کے علمبردار فرشتو! یورپ کی آخری اسلامی سلطنت البانیہ کا چراغ گل کر دو۔ ساٹھ کروڑ کے بالمقابل تین کروڑ قوم کی آتشیں حمیت کا ایک مجسمہ اٹھتا ہے اور بیک جست اس سلطنت پر قبضہ کر لیتا ہے۔

فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العلمین پس اس ظالم قوم کی جڑ اکھاڑ پھینک دی گئی سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

ہندوستان کے آٹھ کروڑ کیڑے مکوڑے لکھنؤ میں مست ہیں۔ شیعہ اور سنی دو پہلوانوں کا دنگل سامنے ہے۔ مولوی انند بھون کی نماز پڑھ رہا ہے۔ مُلّا کفر بازی میں مگن ہے۔ سیاسی سیٹوں کی گنتی میں لگا ہے۔ بہادر ایڈیٹر خاموش ہے کہ کچھ نہیں ہوا۔ پشاور سے راس کماری اور کراچی سے رنگون تک ایک آہ' ایک چیخ' ایک پکار شاہ زوغو کی پوری سلطنت کی موت کے ماتم میں نہیں نکلی۔ دو ہفتے کے انتظار کے بعد جب کہ مردہ سوکھ چکا ہے اور ماتم کی آواز کہیں سے نہیں آئی۔

ادارہ علیہ ہندوستان کے چار لاکھ خاکسار اور جریدہ الاصلاح اس سوکھے ہوئے مردے پر عقیدت کے آخری پھول چڑھا کر بارگاہ خداوندی میں عجزوزاری سے دعا کرتے ہیں کہ

"بار خدایا! عزت کی موت مار' اور اگر مرنا ہے' تو کم از کم چیخنے والے پیدا کر۔ مرنے کے بعد مرمٹنے والے پیدا کر۔ قوی اور عزیز خدا' انتقام لینے والے پیدا کر' خاموشی اور بے حسی کی موت نہ دے۔ زندگی اور موت کے بین بین نہ رکھ۔ یا ایسی زندگی دے کہ اس کی وجہ سے سب طرف اللہ واحد القہار کا ڈنکہ بج رہا ہو۔ یا ایسی موت دے کہ اس مرنے سے سب طرف حشر برپا ہو جائے مالک یوم الدین دین کی لاج رکھ۔ یا اپنے نام لیواؤں کو اس تختہ زمین سے اٹھا کر کسی اور جگہ آباد کر تاکہ آبرو کی زندگی بسر کر سکیں۔

۲۳ اپریل ۱۹۳۹

الاصلاح ۲۸ اپریل ۱۹۳۹

علامہ مشرقی کے نظریات

نماز کے متعلق

ا۔ مسلمانو! یاد رکھو نماز سے مقصود خدا کے دربار میں پنجوقتہ حاضری ہے۔ صرف اس بات کا بندے کا خدا سے اقرار ہے کہ میں صبح کے وقت بھی مطیع اور فرمانبردار تھا اور ظہر اور عصر کے وقت بھی مطیع ہوں۔ صرف اس بات کا اقرار ہے کہ ہم سب اکٹھے ہیں' مساوی ہیں' ایک امیر' امام کے حکم پر حرکتیں کرتے ہیں' تیرے حضور میں حاضری دینے آئے ہیں' ہم سب کو جلد سے جلد سیدھے سے سیدھے راستے سے اس منزل تک پہنچا جس منزل پر تیری نعمتیں اور تیرے انعام (ہاں تیرے دنیاوی انعام) ملتے ہیں۔ اس ٹیڑھے رستے پر نہ لے جا جس پر چل کر تو غضب میں آتا ہے' ذلت اور مسکنت دیتا ہے۔ اجتماعی غریبی اور غلامی دیتا ہے۔ ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ کا مصداق بنا دیتا ہے الغرض نماز کا واحد مقصد اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کی دعا خدا کے دربار میں کرنا ہے تاکہ مسلمان ایک بڑی اور عالمگیر' ناقابل شکست اور غالب جماعت بنے رہیں (سیالکوٹ کیمپ کا ایڈریس بار دوم صفحہ ۲ کالم ۳)

مولوی کے متعلق۔ ۲۔ ان مولویوں نے اپنی اپنی روٹیاں اور باسی ٹکڑے برقرار رکھنے کے لئے سال بھر میں صرف دو دفعہ کی عید کی نمازیں بھی الگ الگ کر لی ہیں' ہفتہ میں صرف ایک دفعہ کے جمعے بھی الگ کر لئے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر "عقیدے" بنا کر اپنی اپنی ٹولیاں الگ بنا لی ہیں (سیالکوٹ کیمپ کا ایڈریس بار دوئم صفحہ ۲ کالم ۲۔

جو مولوی ایک شہر میں عید کے دن عید گاہ کے مولوی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور

مسلمان کی جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ وہ مولوی باغی اسلام ہے' اس کی سزا ازروئے اسلام موت ہے۔ جو مولوی ایک شہر میں جمعہ کے دن جامع مسجد کے مولوی کے پیچھے اپنے تمام محلہ کے نمازیوں کو لے کر نماز ادا نہیں کرتا وہ منکر اسلام ہے اور اس پر شرع کی آخری حد ہے۔" (سیالکوٹ کیمپ کا ایڈریس بار دوئم صفحہ ۲ کالم ۲)۔

فرقہ بندی کے متعلق ۳۔ قرآن حکیم میں صاف لکھا ہے کہ "دین میں فرقہ بنانے والے لوگ مشرک ہیں" دوسری جگہ ہے کہ خدا تمام گناہوں کو بخش دے گا مگر شرک کو کبھی نہ بخشے گا۔ مسلمانو! سوچو کہ تم الگ فرقے بنا کر کس جرم میں گرفتار ہو۔

(مطبوعہ الاصلاح = ۵ اپریل ۳۵

(صفحہ ۹ کالم ۲'۳)

خاکسار کے چوبیس اصول

علامہ مشرقی کی زبان سے

۱۔ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہو۔

۲۔ سب ہمسایہ طاقتوں سے رواداری رکھے۔

۳۔ مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرے۔

۴۔ اپنے مقرر کردہ سالار کے حکم کو خواہ وہ کتنا ہی تکلیف دہ ہو' بلا حیل وحجت مانے۔

۵۔ اللہ اور اسلام کی راہ میں ہر وقت اپنا مال و جان حتیٰ کہ فرزندوزن قربان کرنے کی طاقت پیدا کرے۔

۶۔ پابندی وقت کرے۔

۷۔ خدا کے سوا کسی طاقت سے خوف نہ کھائے۔

۸۔ روئے زمین کی بادشاہت اور اسلام کا اجتماعی غلبہ پیش نظر ہو۔

۹۔ روحانی جذبات کو پیدا کرے' شیطانی اور نفسانی جذبات کو کچل دے۔

۱۰۔ خدمت خلق کرے اور اس کی اجرت نہ لے۔

۱۱۔ نماز قائم کرے اور باقی ارکام اسلام پر مضبوطی سے جمے۔

۱۲۔ قطار میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کی اونچ نیچ کو برابر کرے۔

۱۳۔ فوج کی طرح مارچ اور سپاہیانہ قواعد کرے۔

۱۴۔ تمام غفلتوں اور سستیوں کو دور کرے۔

۱۵۔ نبی کی سنت سمجھ کر بیلچہ کا اوزار اپنے پاس رکھے۔

۱۶۔ خاکی وردی بنائے اور اس پر "اخوت" یعنی بھائی چارہ کا سرخ نشان لگائے۔

۱۷۔ آپس میں جب ملے فوجی سلام کرے۔

۱۸۔ حتی الوسع خاکسار سے سودا لے۔

۱۹۔ مسلمان سے مذہبی عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرے۔

۲۰۔ مسلمان سے سیاسی عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرے۔

۲۱۔ ہر مسلمان کو ایک لڑی میں پروئے جانے کی ہر موقع پر تبلیغ کرتا رہے۔